

GOVERNMENT OF INDIA
DEPARTMENT OF ARCHAEOLOGY
CENTRAL ARCHAEOLOGICAL
LIBRARY

CLASS

3027

CALL No

901.0954(953) Sul

D.G.A. 79.

عرب و ہند کے تعلقات

سلسلہ لکچر ہندوستانی ایکاڈمی نمبر ۵

Arab & Hindu
Tallu
عرب و ہند کے تعلقات

3027

یعنی

Sullivan
مولانا سید سلیمان صاحب ندوی

کی

تقریریں جو ۲۲ و ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۲۹ء کو ہندوستانی
ایکاڈمی کے سامنے کی گئیں -



201-0954-(453)

Sul

Hindustan
Allahabad

الہ آباد

ہندوستانی ایکاڈمی 'یو - پی'

1930

۱۹۳۰ء



تمہید

مدت سے خیال تھا کہ ”عرب و ہند کے تعلقات“ پر ایک مسلسل بیان کسی تقریر یا رسالہ کی صورت میں اہل ملک کے سامنے پیش کروں - ایک علمی حقیقت کے اثبات کے علاوہ اس سے یہہ بھی غرض تھی کہ ملک کے ہندو مسلمان دونوں عنصروں کو ان کا وہ زریں عہد یاد دلاؤں جب دونوں گونا گوں اِقتصاد کے رابطوں اور سلسلوں سے جکڑے تھے - ہندوستانی ایکاتیسی الہ آباد کا مہمون ہوں کہ اس نے میری اس دیرینہ آرزو کے پورا کرنے کا موقع پیدا کیا - مجھے امید ہے کہ جس مفصلانہ ارادہ سے یہہ پراگندہ اور منتشر معلومات بیسیوں کتابوں سے چن کر اور ہزاروں صفحات کو پڑھکر ان چند اوراق میں جمع کئے گئے ہیں اسی حیثیت سے آج یہہ سننے اور کل پڑھ جائیں گے -

ہمارا یقین ہے کہ ملک کے نفاق انگیز صورت حال کی سب سے بڑی ذمہ داری ہمارے اسکولوں اور کالجوں کے نصاب تاریخ پر ہے - اس لئے آج ہمارے قومی مورخوں کا فرض سب سے بڑا اور سب سے اہم ہے -

ایکاتیسی کی فرمائش تو صرف یہ تھی کہ تقریریں کی جائیں مگر میں نے بحث کے پورے احاطہ اور مضمون کے تمام گوشوں کو گھیرنے کے لئے پانچ تقریریں تیار کیں تاکہ مضمون کسی حیثیت سے ادھورا نہ رہ جائے -

Ref. Sec. 01 8/8/81- 46-57

PUBLISHED BY
THE HINDUSTANI ACADEMY,
U. P.,
Allahabad.

FIRST EDITION

Price, Rs. 4

Rs 8/8/-

CENTRAL ARCHAEOLOGICAL
LIBRARY, NEW DELHI.

Acc. No. 3027.....

Date. 27. 6. 55.....

Call No. 901.0954(9581) 84

PRINTED BY
THE HINDUSTAN PRESS,
Allahabad.

فہرست مضامین

پہلا باب

تعلقات کا آغاز اور ہندوستان کے عرب سیاح

(صفحہ ۱—۴۴)

صفحہ

۱	تعلقات کا آغاز ...
۲	ہندوستان مسلمانوں کا پدری وطن
۳	ہندوستان کا پہلی دریا
۴	نور محمدیؒ کا ظہور ہندوستان میں...
۵	ساداتِ ثیم ہندوستانی ہیں
۶	عرب کا ہندوستان سے قدیم تعلق
۷	عرب اور جنوبی ہندوستان
۸	درگ خیز سے مسلمانوں کی آمد کا زمانہ
۹	عرب تاجر اور ہندوستان
۱۰	عربوں کے بھری ہندوستانی راستے
۱۱	نیایشین عرب تھے
۱۲	نیایشین اور ہندی خط
۱۳	ہندی اعداد کی تحریر
۱۴	مہابھارت میں عربی
۱۵	عرب اور ہندوستان کا سیاسی تعلق
۱۶	جاتِ صحابہ کے زمانہ میں
۱۷	لفظ ہند
۱۸	ہندوستان پر عربوں کے حملے

(ب)

تمام واقعات اور مواد عربی کی معتبر اور مستند کتابوں
سے حاصل کئے گئے ہیں - کہیں کہیں کسی انگریزی یا
فارسی کتاب کا بھی حوالہ آ گیا ہے -

سید سلیمان ندوی

۲۰ اپریل سنہ ۱۹۲۹ع

شبلی منزل - اعظم گڑھ -

صفحہ

۳۳	راجاؤں کے زبور
۳۴	کھانے میں چھوت چھات
۳۴	رائیاں پودہ نہیں کرتیں
۳۵	ایودلف مسعر بن مہملہ
۳۵	اس کی کتاب
۳۵	ملیبار اور ملتان کا ذکر
۳۵	بزرگ بن شہر یار ملاح
۳۵	اس کے بھری سفر
۳۶	ہندوستان کے بھری قانو
۳۶	اس کے بعض ہندی الفاظ
۳۶	مسعودی
۳۶	ہندوستان میں اوستی آمد
۳۶	موزج الزہب اوستی تصنیف
۳۷	ہندوستان کے پانچ دریا
۳۷	قلوچ (سندھ)
۳۷	تبت کا پہاڑ (ہمالیہ)
۳۷	ہندوستان کی بولیاں
۳۷	قندھار راجپوتوں کا ملک
۳۷	کھمبایت (کاتھیاراڑ)
۳۷	ملتان میں اسلامی حکومت
۳۸	اصطغری
۳۸	سندھ کا نقشہ
۳۹	ابن حوقل
۳۹	ہندوستان کی پہلی حد بندی

۱۵	حصہ کے اسباب
۱۶	ٹھاکر عربی تاریخ میں
۱۷	سندھ پر عربوں کا تسلط
۱۸	سندھیوں کی شکست کا راز
۱۹	سندھ میں بودھوں اور پراہمنوں کی خانہ جنگی
۲۲	سندھ میں بودھ آباد تھے
۲۳	ہندوستان کے عرب سیاح اور جغرافیہ نویس
۲۴	ابن خردادزبہ اور ہندوستان
۲۴	ابن خردادزبہ اور ہندوستانی شہر
۲۵	ابن خردادزبہ اور ہندو شہر
۲۵	سلیمان تاجر
۲۶	سلیمان تاجر اور بھر ہند
۲۷	ہندوستان کے چار راجہ
۲۷	ولپچہ رائے
۲۸	طائف کا راجہ
۲۸	رہمہ کا راجہ
۲۹	ہندوستانی رسوم
۳۱	ابوزید سیرانی
۳۲	بھر ہند و چین اور بھر روم کا اتصال
۳۳	ہندوستان کے مذاہب
۳۳	راجہ کے فدائی
۳۳	پھکشو
۳۳	دیوداسیاں
۳۳	تاریلوں والا ملک

۵۷	اس کی مغزلیں اور مساقیتیں
۵۸	یورپ اور ہندوستان کے تجارتی راستے سلطنت عرب ہو کر
۵۹	ہندوستان کے یہودی تاجر
۶۰	ہندوستان کے روسی تاجر
۶۱	خراسان سے ہندوستان کا کاروان
۶۲	ہندوستان کے بھری سفر کا زمانہ
۶۳	عرب میں جہازرانی کے بعض ہندی الفاظ
۶۴	ہندوستانی پیداوار اور بیوپار
۶۵	موتی، جواہرات، مسالے
۶۶	خوشبوئیں، دوائیں
۶۷	مٹی کے چینی برتن
۶۸	ہتھیار اور زہر
۶۹	الائچی کی اصل
۷۰	کانور، عدد و قیرا
۷۱	ہندوستان کے جانور
۷۲	عربی لغت میں ہندوستانی پیداوار
۷۳	مصنوعات کے نام
۷۴	قرآن پاک میں تین ہندی نام
۷۵	توران اور عرب و ہند کی تجارت
۷۶	ہندوستان کی پیداوار اور بیوپار اور عرب
۷۷	ناریک
۷۸	آم
۷۹	ہندوستانی بقدر گاجوں کی برآمد و در آمد
۸۰	۸۲۴

صفحہ

۲۰	بشاری مقدسی
۲۱	اس کی کتاب
۲۱	الپیروٹی
۲۲	اوستی کتابیں
۲۲	ابن بطوطہ
۲۲	درسے مؤرخین اور جغرافیہ نویس
۲۳	الیت کی تاریخ کی نگاہ

دوسرا باب

تجارتی تعلقات (صفحہ ۲۴—۹۶)

۲۴	عربوں کی قدیم تجارت
۲۵	یورپ اور ایشیا کی تجارتی شاہراہ
۲۵	یورپ اور ایشیا کے درمیانی تاجر عرب
۲۶	یونانیوں کا اس شاہراہ پر قبضہ
۲۷	ہندوستان اور عرب کا دوسرا
۲۷	یورپ اور ہندوستان کا راستہ
۲۸	اس راستہ پر عربوں کا قبضہ
۲۸	اہل یورپ کا اس راستہ پر قبضہ
۲۸	عرب و ہند کے دوسرے راستہ پر عربوں کا قبضہ
۲۸	ہندوستان کے دریائی تجارتی راستے
۲۸	ہندوستان کی بندرگاہیں
۲۸	ہندوستان کے دریائی تجارتی راستے

۹۸	ابوریحان بیرونی
۹۹	قاضی صاعد اذلسی
۱۰۰	ابن ابی اصیبعہ شامی
۱۰۱	علامہ شبلی
۱۰۲	علمی تعلقات کا آغاز
۱۰۳	عیاسی و زمانہ ہرامکہ اور ہندوستان
۱۰۴	ہرامکہ کون تھے
۱۰۵	ہرمک کی تحقیق
۱۰۶	ہرامکہ کا نسب
۱۰۷	نوبہار ...
۱۰۸	نوبہار آتشکدہ تھا
۱۰۹	مسعودی کا بیان
۱۱۰	ابن الفقیہ کا بیان
۱۱۱	نوبہار پتھانہ تھا
۱۱۲	یاتوت کا بیان
۱۱۳	آزربائی کا بیان
۱۱۴	نوبہار نوارہار ہے
۱۱۵	پہلا بودھہ معبد تھا
۱۱۶	ہرامکہ بودھہ تھے
۱۱۷	علمائے یورپ کیا کہتے ہیں
۱۱۸	ہرامکہ ہندوستان کے بودھہ تھے
۱۱۹	اس دعویٰ پر شہادتیں
۱۲۰	مسائل الالبہار کا بیان
۱۲۱	سندھ اور عراق کا تعلق

صفحہ

۷۸	باریک کپڑے
۷۹	گیتے
۷۹	ایک عجیب جاتور
۷۹	پان
۸۰	ہندوستان کی بھری در آمد
۸۰	کیا اہل ہند بھی جہازوں تھے
۸۱	اس کا ثبوت
۸۲	ہندو بیوپاری عرب میں
۸۵	بھر ہند کے جہازات
۸۶	بٹیا عرب جہازوں میں
۸۷	تھانڈا (بمبئی)
۸۷	ان جہازوں کی وسعت
۸۷	ہندوستانی بھری تجارت کی دولت
۹۰	بھر روم سے ہندوستان کا دوسرا بھری راستہ اور عرب
۹۲	واسکو دی گاما کو ہندوستان کس نے پہنچایا
۹۳	ہندوستان کی سیاحہ مہمیں اور یورپ
۹۴	ایک عرب ہندوستانی کا وطنی گیت

تیسرا باب

(صفحہ ۹۷-۱۸۵)

علمی تعلقات

۹۷	ماخذ
۹۷	جاحظ بصری
۹۷	یعقوبی
۹۸	ابن ندیم بغدادی

صفحہ

۱۴۷	ناموں کی تحقیقات ...
۱۵۲	بیٹاری (جانوروں کے علاج
۱۵۳	نجوم، جفر اور رمل
۱۵۶	سائنسوں کا علم ...
۱۵۷	زہروں کا علم ...
۱۵۸	موسیقی ...
۱۵۹	مہابھارت ...
۱۶۰	سیاست اور فن جنگ
۱۶۱	کیبیا ...
۱۶۲	حدود منطق ...
۱۶۳	معانی و بیان ...
۱۶۴	مندر، کرتب اور جادو
۱۶۵	کہانی اور افسانے
۱۶۶	سندباد کا قصہ ہندی نہیں
۱۶۷	اخلاق و حکمت ...
۱۶۸	کلیلا دمنکا ...
۱۶۹	پروفیسر زخار کی غلطی
۱۷۰	بوداسف و بلوہر ...
۱۷۱	تدوخی کی آمد ...
۱۷۲	پیرونی کی آمد ...
۱۷۳	پیرونی کی ہندی تصنیفات
۱۷۴	پیرونی کا ہندوستان کے شہروں کا طول بلد بتانا
۱۷۵	پیرونی کا ہندوستان میں کرگہ زمین کو ٹاپنا
۱۷۶	سنجیدہ کھیل ...

صفحہ

۱۲۴	سنسکرت سے عربی میں ترجمہ کا آغاز...
۱۲۵	سندھی وفد بغداد میں
۲۶	سدهانت کا پہلا ترجمہ
۲۷	عربوں میں ہندوستان کی علمی وقعت
۱۲۶	جاحظ اور ہندی علوم
۱۲۸	یعقوبی اور ہندی علوم
۲۹	ابوزید سیرانی اور ہندی علوم
۱۳۰	نصر، ہارون رشید اور ہرامکہ کی قدردانی
۳۱	پندتوں اور ریوس کے نام جو بغداد میں تھے
۱۳۱	منکک
۱۳۲	صالح بن پہلک
۳۳	ابن دھن
۱۳۳	ہندی علوم عربی میں
۳۴	حساب
۳۴	ہندی ارقام عربی میں
۱۳۷	تجوم اور ہیئت
۳۸	سدهانت
۱۳۸	آریہ بہت
۱۴۰	اسپین میں سدهانت
۱۴۱	عربی میں ہیئت کے سنسکرت اصطلاحات
۱۴۲	ہندسہ ہند سے مشتق نہیں
۱۴۵	ہندو اور دو موجودہ تحقیقات
۴۶	طب
۴۷	طبی کتابوں کے ترجمے

۱۹۶	...	عرب فاتحوں کی پابندی شرائط ایک بودھ کی نگاہ میں
۱۹۷	...	عرب فاتحوں نے بلا رجحان بتھانے نہیں دھائے
۱۹۷	...	ملتان کا بتھانہ
۱۹۹	...	ملتان کے بتھانہ پر حضرت ایوب کے مجسمہ کا گمان
۲۰۰	...	برہمنوں کے حقوق اور اعزاز
۲۰۱	...	جزیرہ اور اُس کی مقدار
۲۰۲	...	ہندو اور مسجد
۲۰۳	...	عرب اور ہندو مذہب کی تحقیقات
۲۰۴	...	تحقیقات کی روداد
۲۰۵	...	گھرات اور ملتان کے بتھانے
۲۰۶	...	ہندو فرقوں کا حال
۲۰۷	...	مہا کالیہ
۲۰۸	...	ادب بھکتی
۲۰۹	...	چندر بھکتی
۲۱۰	...	بکرتینیہ (?)
۲۱۱	...	یہا مہادیو کے پجاری تھے (حاشیہ)
۲۱۲	...	راجپوت
۲۱۳	...	ایک اور فرقہ
۲۱۴	...	نو سو فرقے
۲۱۵	...	مظہر مقدسی کا بیان
۲۱۶	...	مسلمانوں سے چھوٹ
۲۱۷	...	چل بھکتی
۲۱۸	...	اگنی ہوتری
۲۱۹	...	رمشی

صفحہ ۶

۱۸۲	چوسو اور اُس کا فلسفہ
۱۸۳	شطرنج اور اُس کا فلسفہ
۱۸۴	شطرنج ہندوستانی ایہاد ہے

چوتھا باب

مذہبی تعلقات (صفحہ ۱۸۵ — ۲۵۰)

۱۸۶	ماخذ
”	ہندی متوں کی روداد
”	کتاب الہدہ والتاریخ
”	ابوالعباس ایرانشہری
۱۸۷	عبدالکریم شہرستانی
”	عبدالقاہر بغدادی
”	موتقی زیدی
”	عرب اور ترک و مغل ، فاتحوں میں فرق
۱۸۸	غزنویہ کا لشکر
۱۸۹	ٹو مسلم مغل
”	ٹو مسلم افغان
”	غوریوں کا اسلام
۱۹۰	عرب فاتح
۱۹۱	عرب فاتح فیروز قوسوں کے بعد
۱۹۲	شریف اسلام میں غیر مسلم رعایا
۱۹۳	اہل کتاب اور مشابہ اہل کتاب
”	ہندوؤں کی حیثیت شریعت میں ترک و مغل سلاطین کے نزدیک
۱۹۴	عرب فاتحوں کے نزدیک ہندو مشابہ اہل کتاب تھے

صفحہ

۲۲۲	بودھ مت کی وسعت
۲۲۵	بھکشو
۲۲۶	سرائدیب کے فقیر
۲۲	کیا یہہ مہادیو کے پجاری تھے ؟
۲۲۷	جوگی
۲۳۰	بودھ پر خضر کا دھوکا
۲۳	معمبرہ (بودھوں کا لقب)
۲۳۱	لفظ بودھ اور بت
۲۳	سہا کا بت ہندوستان میں
۲۳۲	عربی قلع کے زمانہ میں یہاں بودھ مت غالب تھا
۲۳۳	عرب و ہند کا ایک متحدہ مقدس مقام
۲۳	سرائدیب میں حضرت آدم کا قدم
۲۳	اس کے متعلق ہندو ، بودھ اور مسلمانوں کے عقیدے
۲۳۴	سرائدیب میں اس کے ذریعہ اسلام کا تعارف
۲۳	ہندوستان میں اسلام
۲۳۵	پنجاب کے ایک راجہ کا اسلام
۲۳۶	عربوں اور ہندوؤں میں مذہبی مناظرہ
۲۳۹	تہذیبیت کا مناظرہ راجہ
۲۳	بودھوں سے مناظرہ
۲۴۰	ایک مسلمان کا بت پرست ہو جانا
۲۴۱	ایک ہزار برس پہلے قرآن کا ہندی ترجمہ
۲۴۲	راجہ پر قرآن پاک کا اثر
۲۴	گجراتی راجہ کا مسلمانوں کے ساتھ انصاف
۲۴۷	ایک باغی راجہ کا مسجد کو مہندم کرنا

صفحہ

۲۱۰	یوہن کا دھرم
۲۱	شہرستانی کا بیان
۲۱۱	پرکش بھکت
۲۱	پہروٹی کا بیان
۲۱	مورتی پوجا عوام کا دھرم ہے
۲۱	خواص ہندو موحد ہیں
۲۱	قاضی صاعد اندلسی کا بیان
۲۱۲	ہندوؤں کے عقائد
۲۱۳	ملتان کا بت سورج دیوتا تھا
۲۱	دیوداسیوں کا بیان
۲۱	انسائی بھینٹ چڑھانا
۲۱۴	اس کے بعض پر درد منظر
۲۱۵	یوہن اور یودھہ ، ابراہیم اور خضر
۲۱۶	پیغمبر اسلام کا ایک ادب شناس راجا
۲۱	سمیلا
۲۱۷	ان کا ذکر اسلامی کتب کلام میں
۲۱۸	سمیلا کی تحقیق
۲۱	سمیلا یودھہ ہیں
۲۱۹	یوناسف کی اصل یودھہ ہے
۲۲۰	سمیلا کے اصول
۲۲	سمیلا کے دو فرقے
۲۲۲	سمی چین میں
۲۲۳	یودھہ کی صورت
۲۲۴	یودھہ مورتی بغداد میں

صفحہ

۲۵۶	شمال ہند میں درہنوں قوموں کا تضادم
۲۵۷	جنوبی ہند میں مسلمانوں کا پر امن داخلہ
۲۵۸	جنوبی ہندو گجرات پر ترکوں کے عارضی حملے
۲۵۹	کارومنتل میں ایک اسلامی ریاست ...
۲۶۰	مسلمانوں کا پہلا مرکز سرانڈیپ ...
۲۶۱	سرانڈیپ میں اسلام
۲۶۲	دوسرا مرکز مالندیپ ...
۲۶۳	مالندیپ میں اسلام ...
۲۶۴	تیسرا مرکز ملیپار ...
۲۶۵	ملیپار میں اسلام ...
۲۶۶	کولم (ٹراونکور) میں مسلمان
۲۶۷	چوتھا مرکز کارومنتل
۲۶۸	کارومنتل کی ہندو ریاست میں مسلمانوں کا اثر و رسوخ
۲۶۹	ہندو راجہ کے لئے مسلمانوں کی مسلمانوں سے لڑائی
۲۷۰	الیت صاحب کی غلطی
۲۷۱	پانچواں مرکز گجرات
۲۷۲	ولہیہہ راء کے راج میں
۲۷۳	عائن یا دکھن راج میں
۲۷۴	ایک نو مسلم ہندو جہازراں
۲۷۵	ہنرمند (مسلمان قاضی ہندو ریاستوں میں)
۲۷۶	مسلمانوں کے امتیازی حقوق
۲۷۷	ولہیہہ کی عملداری
۲۷۸	چیمور میں دس ہزار مسلمان
۲۷۹	ییسو (ہندو مسلمان)

صفحہ

۲۴۷	مسلمانوں کا پھر اُس کو بنانا
۲۴۸	مسلمانوں میں وحدۃ الوجود
۲۴۸	مقصود حلاج ہندوستان میں
۲۴۹	ہندوؤں میں وحدت تقریبی
۲۵۰	بعض کا خاتمہ

پانچواں باب

ہندوستان میں مسلمان فتوحات سے پہلے

(صفحہ ۲۵۱-۲۵۲)

۲۵۱	ماخذ
۲۵۲	چچ نامہ
۲۵۲	تاریخ معصومی
۲۵۲	تاریخ طاہری
۲۵۲	بیگلار نامہ
۲۵۲	تصفۃ الکرام
۲۵۲	تاریخ سندھ مولانا شہر
۲۵۳	ترجمہ اردو ابن بطوطہ
۲۵۳	قدیم ہند کی تاریخ
۲۵۳	قدیم ہند کی تاریخ اور یونانی فتوحات کی کھوج
۲۵۵	ہندوستان اور افغانستان کی قوموں کے تعلقات دریافت کئے جائیں
۲۵۵	ہندو راجہ اور افغان اسلام سے پہلے
۲۵۵	افغانستان میں اسلام کا قدم
۲۵۵	افغانستان میں اسلامی سلطنت کا قیام
۲۵۶	غزنی اور غزنوی

صفحہ

۲۹۳	دہ پٹن میں
۲۹۴	ایک درخت پر کلمہ...
۲۹۵	راجہ کا اسلام
۲۹	بدھ پٹن میں
۳۰	ایک مسجد کی کرامت
۲۹۶	پنڈرائی میں
۳۱	عبان کا امام مسجد
۳۲	کالی کت
۳۳	کالی کت کی تجارت
۲۹۷	تجارت مسلمانوں کے ہاتھوں میں
۳۴	راجہ کا انصاف مسلمان تاجروں کے ساتھ
۲۹۸	کولم میں
۳۵	یہاں مسلمان سوداگر
۳۶	خانقاہ گارزونی
۲۹۹	چالیات میں
۳۷	یہاں کا راجہ
۳۸	مالدیپ میں
۳۹	سیلون میں
۳۰۰	گالی (سیلون) میں
۳۱	کارومنتل میں اسلامی ریاست
۳۲	سلطان غیاث الدین دامغانی
۳۳	ریاست دوار سمندر (میسور) میں مسلمان سپاہی
۳۰۱	بیجا نگر راج میں مسلمان سپاہی
۳۴	بیجا نگر میں مرزا شاہ رخ کا سفیر

صفحہ

۲۸۲	تھانڈا (بیٹھی) میں مسلمان
۲۸۳	کھمبات میں مسلمان
۲۸۴	کھمبات سے چیمور تک
۲۸۵	ھر جگہ مسجدیں...
۲۸۶	کھمبات سے کارومتل تک
۲۸۷	کھمبات آٹھویں صدی میں
۲۸۸	کاری اور گندھار میں
۲۸۹	جزیرہ یرم میں
۲۹۰	گوگا (بھاؤنگر) میں
۲۹۱	چنداپور (گوا) میں اسلامی ریاست
۲۹۲	سلطان جمال الدین ہنوری
۲۹۳	ہنور (شمالی کنڑا) میں اسلامی ریاست
۲۹۴	ملیبار میں
۲۹۵	راستوں میں مسلمانوں کے مسافر خانے
۲۹۶	ابی سرور (ملیبار) میں
۲۹۷	پاکتور (مدراں) میں
۲۹۸	منگروز (منگلور) میں
۲۹۹	ہیلی (مدراں) میں
۳۰۰	خواجہ خضر کی مسجد
۳۰۱	اسلامی مدرسہ
۳۰۲	مقدسوا (افریقا) کا مسلمان قتیور
۳۰۳	چرپٹن (مدراں) میں
۳۰۴	یونہ اور عمان کے جہازات
۳۰۵	راجہ کوئل کی عملداری میں

صفحہ

۳۱۲	ابن حوقل (سنہ ۳۶۷) کا بیان
۳۱۳	پشاری (سنہ ۳۷۵) کا بیان
۳۱۳	سنہ ۳۶۷ تک سنی حکومت
۳۱۴	سنہ ۳۷۵ میں اسماعیلی حکومت
۳۱۴	اس تاریخ کی صحت کی دلیلیں
۳۱۴	عباسی اور فاطمی خلفاء کی رقابتیں
۳۱۵	سلطان غزنوی اور عباسی خلیفہ
۳۱۵	فاطمی خلیفہ کی ناکام کوشش غزنوی کے ملانے کی
۳۱۵	ملتان کے قرامطہ
۳۱۵	پہلا قرامطہ کیا پتہ منبہ تھے
۳۱۵	غزنوی کا بیان
۳۱۵	جلم بن شیبان ملتان کا حاکم
۳۱۶	جلم بن شیبان پہلا قرامطی حاکم
۳۱۶	جلم کا زمانہ
۳۱۶	قرامطہ اسماعیلیہ اور ملاحدہ میں اشتباہ
۳۱۷	دروز فرقہ
۳۱۷	ملتان کے حاکم اسماعیلی تھے
۳۱۷	شیخ حمید قرامطی حاکم ملتان
۳۱۸	شیخ حمید لودھی کا تھا
۳۱۹	کیا شیخ حمید کو راجہ جے پال نے ملتان بلایا تھا
۳۲۰	غزنویہ اور حمید حاکم ملتان
۳۲۰	ابوالفتح حاکم ملتان
۳۲۰	ابوالفتح نے راجاؤں کا ساتھ دیا
۳۲۰	ابوالفتح اور سلطان غزنوی

صفحہ

۳۰۲	جھٹھا مرکز سندھ
۳۰۳	راجہ داہر کے ہاں مسلمان سپاہی...
۳۰۳	ملتان، منصورہ اور دیبل
۳۰۳	بعض سندھی مسلمان عالم ابتدائی صدی میں
۳۰۳	ابومعشر نجیم سندھی (محدث)
۳۰۳	ابوعطا سندھی (شاعر)
۳۰۴	عرب قبائل سندھ میں
۳۰۴	ملتان کی اسلامی حکومت
۳۰۵	ملتان سندھ کے ماتحت
۳۰۵	ملتان کی خود مختاری
۳۰۵	حکومت ملتان کے حدود
۳۰۶	ملتان کی آبادیاں
۳۰۶	ملتان میں اسماعیلی
۳۰۶	پنو سامہ حکمران تھے
۳۰۶	پنو سامہ کون تھے
۳۰۷	عمان کے قریبی
۳۰۷	سندھ (سندھ) میں فضل بن ماہان مختاری بنی سامہ کی حکومت
۳۰۸	ریاست سندھ کی پروردی
۳۰۸	پنو سامہ ملتان میں
۳۰۸	پنو منبہ ان کا دوسرا نام
۳۰۹	ملتان میں پنو منبہ کی حکومت
۳۰۹	ابن رستہ (سنہ ۲۹۰) کا بیان
۳۱۰	مسعودی (سنہ ۳۰۰) کا بیان
۳۱۰	اصطخری (سنہ ۳۲۰) کا بیان

صفحہ

۳۳۲	ملتان کا تمدن چوتھی صدی میں...
۳۳۳	منصورہ (سندھ کا) ...
۳۳	برہمن آباد
۳۳	معتوضہ
۳۳۴	منصورہ کی بنیاد ...
۳۳	منصورہ کا بائی ...
۳۳۵	منصورہ کی تعمیر کا زمانہ
۳۳	جائے وقوع
۳۳۷	منصورہ بھکر کا نام ہے
۳۳	پایا تخت منصورہ...
۳۳۸	سندھ دور خلافت عباسیہ میں
۳۳	عزیزوں کی باہمی خانہ جنگی سندھ میں
۳۳۹	بہی خانہ جنگی اُن کی تباہی کا سبب ہے
۳۳	سندھ کا ہجاری قریشی خاندان
۳۴۰	عمر بن عبدالعزیز ہجاری پہلا حاکم
۳۴۱	مغاریہ کا تعلق سندھ سے
۳۳	قوامیہ اور اسماعیلیہ کا آغاز
۳۴۲	صلا کی خود مختاری
۳۳	منصورہ پر عمر بن عبدالعزیز کی حکومت
۳۳	امیر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز ...
۳۴۳	منصورہ کے عرب شرفاء
۳۳	ڈاکٹر برتہ کی غلطی (حاشیہ)
۳۴۴	منصورہ کے بادشاہ اور عباسی خلیفہ...
۳۳	منصورہ کے بادشاہ اور دیلمی سلامین

صفحہ

۳۲۱	غزنوی کا حملہ ملتان پر
۳۲	داؤد بن نصر حاکم ملتان
۳۲	زین الاخبار گردیزی کی روایت
۳۲۲	ابن اثیر کا بیان
۳۲۳	سلطان کے پنجاب ہو کر ملتان جانے کا سبب
۳۲۵	دروزیوں کا خط حاکم ملتان کے نام
۳۲	ابن سومر راجہ پال
۳۲۶	سلطان غوری اور ملتان کے قرامطہ
۳۲	فرمانروایاں ملتان کا سلسلہ
۳۲	بنو منبہ
۳۲	جلم بن شیبان
۳۲	شیخ حمید اور نصیر یا نصر
۳۲	ابوالفتح داؤد
۳۲۷	ان کے زمانے
۳۲	شیخ حمید وغیرہ عرب تھے
۳۲۸	شیخ حمید وغیرہ سومری تھے
۳۲۹	شیخ حمید کا پٹھان بننا
۳۱	پہلا ہندی الاصل قلعہ تھے
۳۳۰	ملتان کا ہندی اسلامی قلعہ
۳۳	قرامطہ نے ملتان کا بتھانڈا ڈھایا
۳۳	اموی جامع مسجد کو بند کر دیا
۳۳	ملتان کا عرب امیر ہاتھی پر
۳۳	ملتان کی زبان
۳۳۱	ملتان کا لباس

صفحہ

۳۵۵	شیخ الاسلام زکریا ملتانی ہجاری تھے
۳۵۶	شیخ الاسلام کا سندھ سے تعلق
۳۵۷	سندھ کا ' غزنویوں ' غوریوں اور سلطین دہلی کے ہاتھ میں
۳۵۸	سومری خاندان کا عروج
۳۵۹	دروزی امام کا غیرت دلانے والا خط سومریوں کے نام
۳۶۰	سومریوں کا آغاز سلطنت
۳۶۱	سومری اور ابن بطوطہ
۳۶۲	سومریوں کے بعض رسوم
۳۶۳	اوتار سومری
۳۶۴	سلطان کا ایک ہندو کو راجہ بنانا
۳۶۵	اوتار کی بغاوت اور فیروز شاہ لقب اختیار کرنا
۳۶۶	سومری کا حجاج ثقفی کے زمانہ سے تعلق
۳۶۷	سومری ہندو تھے
۳۶۸	سومری اور سلطان دہلی
۳۶۹	سندھ ملتان کے ماتحت دہلی کا باجگزار تھا
۳۷۰	سومرہ کا مذہب
۳۷۱	سومرہ اسماعیلی تھے
۳۷۲	کچھ سومرہ سنی ہو گئے
۳۷۳	سید جلال بٹھاری کی تبلیغ کا اثر
۳۷۴	سومرہ کی قومیت
۳۷۵	نورائے کے بھائی کا بغداد جا کر مسلمان ہونا
۳۷۶	سومرہ عربی ہندی مقلوب تھے
۳۷۷	خالص راجپوت تھے
۳۷۸	نور مسام یہودی تھے

صفحہ

۳۲۵	منصورہ کی آبادی اور وسعت
۲۹	مملکت منصورہ کی وسعت اور سر سبزگی
۳۲۶	منصورہ کی جنگی قوت...
۳۲۷	منصورہ کی علمی اور مذہبی حالت
۳۲	منصورہ میں اہل حدیث
۳۲	داؤد ظاہری کا مذہب...
۳۲	قاضی ابو محمد منصورہ
۳۲۸	منصورہ کی زبان
۳۲۹	منصورہ کا خاتمہ سلطان محمود کے ہاتھ سے
۳۵۰	سلطان نے منصورہ کس سے لیا
۳۵	کیا ہبیری اسماعیلی ہو گئے تھے
۳۵۱	کیا منصورہ والے قریضی تھے
۳۵۲	دروزی خطا کی شہادت...
۳۵	ابن سومر
۳۵۳	سومر اسماعیلی تھے
۳۵	سومر عربی ہندی آمیز تھے
۳۵۴	سومری اور ابوالفتح ہم مذہب تھے
۳۵	سومر سندھی اسماعیلیوں کا شیخ ہوگا...
۳۵	بوالتقم کا پوتا داؤد اصغر
۳۵	عبد اللہ ابوالفتح داؤد اکبر کا نواسہ
۳۵	سومری اور سلطان مسعود غزنوی
۳۵	سومریوں کو بغاوت پر آمادہ کرنا
۳۵۵	سومریوں کی سندھ کے میں خود مختاری
۳۵	ہبیری خاندان کی ایک مقدس یادگار

صفحہ

۳۸۳	سملا کے نام ہندی عربی تھے
۳۸۴	یہا کپ مسلمان ہوئے
۳۸۵	ڈاکٹر آرٹلڈ کا غلط قیاس
۳۸۶	شیخ زکریا ملتانی اور جلال بھٹاری کا اثر
۳۸۸	سملا کا اسلام انہیں بزرگوں کی کوشش سے
۳۸۹	قدیم سندھی زبان نا ایک فقرہ
۳۹۰	سملا قوم اور اسلام
۳۹۱	سندھ کے دوسرے شہروں میں مسلمان
۳۹۲	دیپک (تہذیب) میں
۳۹۳	اسیوان میں مسلمان
۳۹۴	بنیالی میں مسلمان
۳۹۵	یوکن میں مسلمان
۳۹۶	قزدار میں خارجی مسلمان
۳۹۷	قزدار میں متزلی متکلم
۳۹۸	قزدار کا امن و امان
۳۹۹	قزدار کے حاکم معین بن احمد
۴۰۰	شہر قزدار
۴۰۱	سپکنگین غزنوی کا قزدار پر قبضہ
۴۰۲	طوران میں مسلمان
۴۰۳	شہر ویہند
۴۰۴	ویہند ہندو شاہ راجدھانی
۴۰۵	ویہند کا مقام
۴۰۶	ویہند میں مسلمان
۴۰۷	قنوج (سندھ) میں مسلمان
۴۰۸	قنوج میں ہندو مسلمان ریاستیں

صفحہ

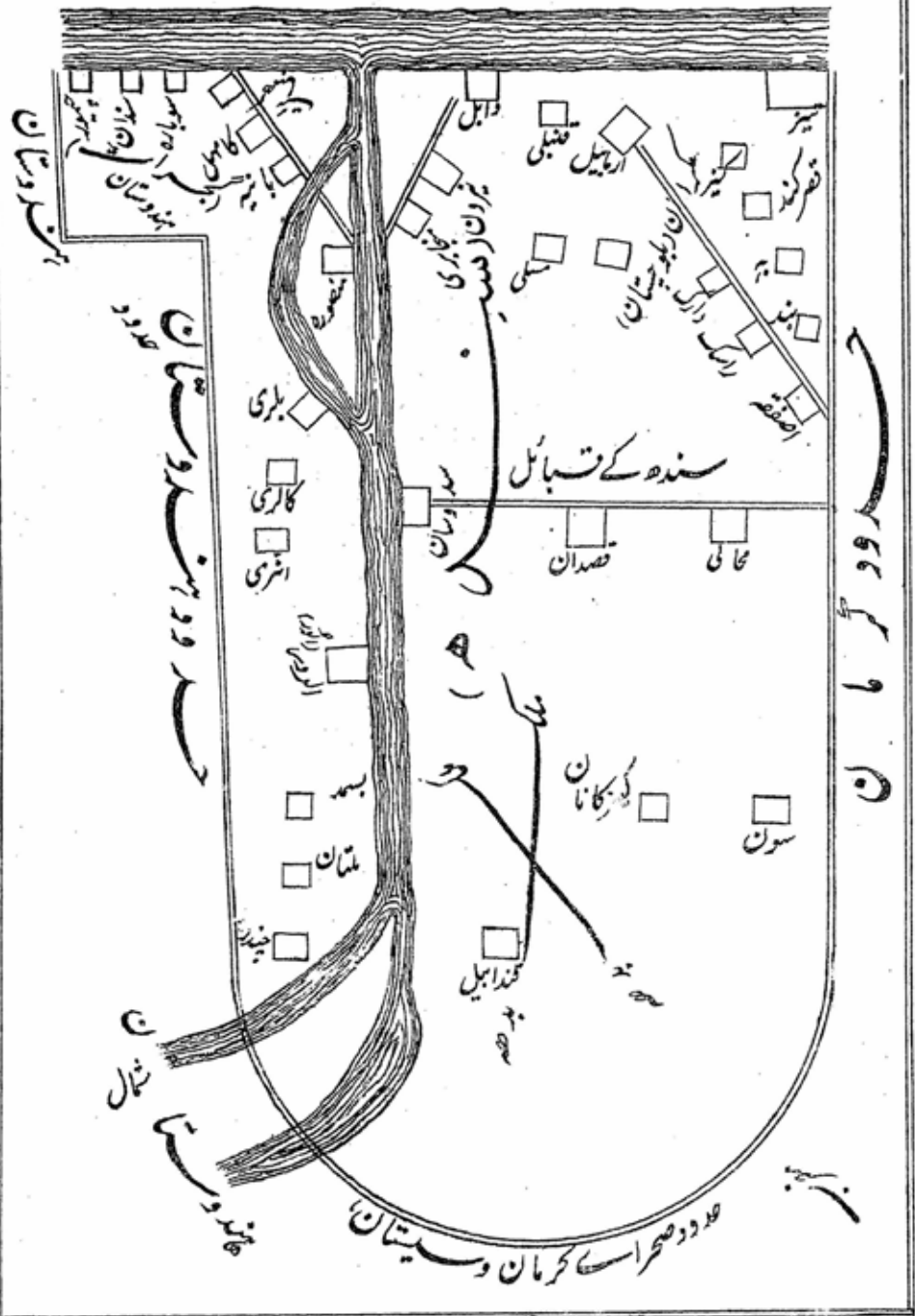
۳۶۹	مولانا شرر کی غلط فہمی
۳۷۰	سومری بادشاہ
۳۷۱	بادشاہوں کی تہرست
۳۷۳	سومریوں کا خاتمہ
۳۷۴	سومری بادشاہوں کی تحقیقات کی ضرورت
۳۷۵	سہا قبیلہ کا عروج
۳۷۶	راجدھانی ٹھٹھا
۳۷۷	سہا مسلمان تھے
۳۷۸	ان کی قومیت کی تہی
۳۷۹	ان کے راجہ جام کہلاتے تھے
۳۸۰	یہ کیا عرب تھے ؟
۳۸۱	ایرانی تھے
۳۸۲	نو مسلم راجپوت تھے
۳۸۳	سہا ایک عرب امیر تھا
۳۸۴	سہا بادشاہ
۳۸۵	سہا کا عروج مسلمانوں کی کوشش سے
۳۸۶	جام اوتار اور سلاطین دہلی کی لڑائی
۳۸۷	دونوں میں مصلحت
۳۸۸	یہ صلح کس طرح ہوئی
۳۸۹	سید جلال بھاری کی کرشمہ
۳۹۰	سہا بادشاہوں کے نام
۳۹۱	سہا کا خاتمہ
۳۹۲	سہا قوم کا مذہب
۳۹۳	ہندی ناموں سے دھوکا

گجرات اور سندھ کا دنیا میں سب سے پہلا نقشہ

ابن حوقل بغدادی نے سن ۹۵۰ھ (۱۵۴۷ء) میں تیار کیا

(گشت خانہ شاہ اودھ کے نسخے سے ایسا نقل کیا)

بحر فارس بحر ہند



صفحہ

۳۹۸	مشہور قنوج (اردھکا) اور مسلمان
۳۹۹	ٹیرون (سندھکا)
۴۰۰	ٹیرون حیدرآباد سندھکا ہے
۵۵	سکران میں مسلمان
۵۵	مشکی کی مناجان ریاست
۴۰۱	کشمیر میں مسلمان تاجر
۴۰۲	خاتمہ

عرب و ہند کے تعلقات

تعلقات کا آغاز اور ہندوستان کے عرب سیاح

عرب اور ہندوستان دونوں ملک دنیا کی دو عظیم الشان قوموں کی مذہبی نیرتھ اور عبادت گاہ ہیں اور دونوں اپنی اپنی جگہ پر اپنی اپنی قوموں کے نزدیک پاک اور مقدس ہیں - اس مسئلہ میں بہت سے اختلافات ہیں کہ ہندوستان کے اصلی باشندے کون ہیں ؟ آریہ قوم کا دعویٰ تو آپ نے سنا ہوگا - مگر کیا عربوں کا پرانا دعویٰ بھی آپ نے سنا ہے ؟ آریہ قوم اس ملک میں چند ہزار برس گذرے ہونگے کہ ایشیائے وسطیٰ سے پنجاب میں وارد ہوئی اور پھر آگے بڑھ کر گنگا جمنہ کے درآبہ میں پھیل گئی - مگر اہل عرب کا دعویٰ یہ ہے کہ ہندوستان سے ان کا تعلق صرف چند ہزار برس کا نہیں بلکہ پیدائش کے شروع سے یہ ملک ان کا ”پدری وطن“ ہے -

حدیثوں اور تفسیروں میں جہاں حضرت آدم کا قصہ ہے وہاں متعدد روایتوں سے یہ بیان آتا ہے کہ حضرت آدم جب آسمان کی جنت سے نکالے گئے تو وہ اسی زمین کی ”جنت“ میں جس کا نام ”ہندوستان جنت نشان“ ہے اُتارے

کے لئے اس کی وہی حیثیت ہے جو نیل و فرات کی مصر و عراق میں ہے - اور سیتھون کے متعلق ہے کہ ہندوستان کے دریا کا نام ہے - کیا جنت کے اس چوتھے دریا کو ”گنگا“ سمجھا جائے؟ بعض لوگوں نے اس کو ”دریائے سندھ“ قرار دیا ہے -

میر آزاد بلگرامی نے سحبتہ المرجان فی آثار ہندوستان میں کئی صفحے ہندوستان کے ان فضائل کے بیان کے نذر کئے ہیں - اور اس میں یہاں تک کہا ہے کہ جب آدم سب سے پہلے ہندوستان اترے اور یہاں ان پر وحی آئی تو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہی وہ ملک ہے جہاں خدا کی پہلی وحی نازل ہوئی، اور چونکہ نور محمدی حضرت آدم کی پیشانی میں امانت تھی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کا ابتدائی ظہور اسی سر زمین میں ہوا - اسی لئے آپؐ نے فرمایا کہ ”مجھے ہندوستان کی طرف سے ربانی خوشبو آتی ہے“ - یہ تمام روایتیں فن حدیث کے لحاظ سے بہت کم درجہ ہیں - تاہم ان سے انکا ثابت ہوتا ہے کہ یہ جو عام طور سے سمجھا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا تعلق ہندوستان سے محمود غزنوی کے فتوحات کے سلسلہ میں ہوا اور وہ اس کے بعد یہاں آکر آباد ہوئے یہ کس قدر غلط ہے - بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اس ملک کو اپنا مفتوحہ ملک نہیں بلکہ اپنا موروثی پدری وطن سمجھتے ہیں، اور جو نہیں سمجھتے ہیں ان کو سمجھنا چاہئے - خیر یہ تو تاریخ کی یاد سے پہلے کی باتیں ہیں - اگر تاریخی نظر

گئے - سر انڈیپ (المکا) میں انہوں نے پہلا قدم رکھا جس کا نشان اُس کے ایک پہاڑ پر موجود ہے - ابن جریر ، ابن ابی حاتم ، اور حاکم (۱) میں ہے کہ ہندوستان کی اُس سر زمین کا نام جس میں حضرت آدم اترے ”دجفہا“ ہے - کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ”دجفہا“ ہندی کا ”دکھنا“ یا ”دکھن“ ہے جو ہندوستان کے جنوبی حصہ کا مشہور نام ہے ؟ اور چونکہ عرب کے ملک میں متعدد قسم کی خربوئیں اور مسالے اسی جنوبی ہند سے جاتے تھے اور پھر عربوں کے ذریعہ وہ تمام دنیا میں پھیلتے تھے اُس لئے ان کا بیان ہے کہ یہ چیزیں ان تحفوں کی یادگار ہیں جو حضرت آدم اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے - ان تحفوں میں سے چھوہارے کے سوا دو پھل یعنی لیموں اور کیلے ہندوستان ہی میں موجود ہیں - ایک اور روایت میں ہے کہ امرد بھی جنت ہی کا میوہ تھا جو ہندوستان میں پایا جاتا ہے -

ایک روایت میں ہے کہ جنت سے چار دریا نکلے ہیں - نیل ، فرات ، جیحون اور سینکون - نیل تو مصر کا دریا ہے جس پر مصر کی زراعت کا دوا مدار ہے - اسی طرح فرات کی جو اہمیت عراق کی سرسبزی و شادابی کے لئے ہے وہ ظاہر ہے - جیحون ترکستان کا دریا ہے اور ترکستان

(۱) تفسیر در منثور سیرطی جلد اول صفحہ ۵۵ - مصر میں یہ اور

اُس کے بعد کی روایتیں موجود ہیں - ساتھ ساتھ سبقت المرجان فی تاریخ ہندوستان کا پہلا باب پڑھنا چاہئے -

ایا - گجرات سلطان علاؤالدین خلجی نے سنہ ۶۹۷ع میں فتح کر کے دلی کے مقبوضات میں شامل کیا - اور مدراس کی طرف صرف ایک دفعہ سلطان علاؤالدین کی فوجوں نے اسی زمانہ میں ملیبار اور کارومندل کے ساحل تک عبور کیا تھا - لیکن وہ فتح ناپائدار تھی - اور بعد کو بیجانگر کی دیوار نے صدیوں تک افغانوں اور مغلوں کو آگے بڑھنے نہیں دیا - دکن کی بہمنی سلطنت کی پوری زندگی بیجانگر کے ساتھ لڑائی جھگڑوں میں کٹی مگر کرشنا سے آگے وہ کسی طرح نہ بڑھ سکی - البتہ بہمنی سلطنت کی راکھ سے جو پانچ شعلے اُٹھے انہوں نے بڑی مشکل سے سنہ ۱۵۶۵ع میں اس کو جلا کر بے نام و نشان کیا - پھر بھی چھوٹی چھوٹی ہندو ریاستیں عالم گیر کے زمانہ تک قائم رہیں - ارکٹ، میسور اور مدراس کے علاقوں پر انہوں نے یوں ہی اچھٹا سا قدم رکھا - لیکن ان میں سے کوئی بھی دیر تک وہاں جم نہ سکا -

اس پیمائش سے میرا مقصد یہ ہے کہ میں دکھاؤں کہ ہندوستان کے کن علاقوں پر درۂ خیبر سے اُٹھنے والی موجوں کا براہ راست یا بالواسطہ اثر کب پڑا اور ہمارے مضمون کا تعلق ہندوستان کے کس علاقہ سے کس وقت تک ہے -

سنہ ۱۲۱۳ھ تا ۱۰۲۳ع

پنجاب

سنہ ۵۸۲ھ تا ۱۱۸۶ع

سندھ

سنہ ۵۸۹ھ تا ۱۱۹۳ع

دہلی، قنوج، اودھ، بنارس

سنہ ۹۵-۵۹۳ھ تا ۱۱۹۵-۹۹ع

بہار و بنگال

سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ وہ محمود سے سیکڑوں برس پہلے ہندوستان آچکے تھے اور جگہ جگہ ان کی نو آبادیاں قائم تھیں -

اسلام کے بعد عربوں اور مسلمانوں میں نسبی حیثیت سے سب سے بڑا درجہ سادات یعنی سیدوں کا ہے - موجودہ سادات خاندانوں کا بہت بڑا حصہ حضرت امام حسین کے صاحبزادہ حضرت امام زین العابدین کی نسل سے ہے - حضرت زین العابدین کی ماں عرب نہ تھیں - ایرانیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ ایرانی تھیں اور خاندان شاہی سے تھیں - مگر مورخوں میں سے بعض نے ان کو سندھ کی بتایا ہے (۱) - اگر یہ اخیر قول صحیح ہو تو اس کے ماننے میں کیا عذر ہو سکتا ہے کہ عرب و اسلام کے سب سے شریف و مقدس خاندان کے پیدا کرنے میں ہندوستان کا بھی حصہ ہے ؟ اور یہ کہنا بھی صحیح ہوگا کہ اور مسلمان ہوں یا نہ ہوں مگر سادات آل زین العابدین علی ہمیشہ سے نیم ہندوستانی ہیں -

شمالی ہندوستان میں درہ خیبر سے آنے والے مسلمان ترکوں اور افغانوں کا زمانہ چوتھی صدی ہجری کا آغاز ہے چنانچہ محمود نے لاہور سنہ ۳۱۸ھ میں فتح کیا - لیکن جنوبی ہندوستان ملیبار اور کاروندل سے گجرات تک کا علاقہ اس کے سیکڑوں برس بعد تک بھی مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں

(۱) دیکھو کتاب الماریت ابن قتیبہ اور ابن خلکان تذکرۃ علی بن حسین

زین العابدین رضی اللہ عنہما ۴

عربوں کا راستہ یہ تھا کہ وہ مصر و شام کے شہروں سے چل کر خشکی خشکی بحر احمر (ریڈ سی) کے کنارے کنارے حجاز کو طے کر کے یمن تک پہنچتے تھے اور وہاں سے بادبانی کشتیوں پر بیٹھ کر کچھ تو افریقہ اور حبشہ کو چلے جاتے تھے اور کچھ وہیں سے سمندر کے کنارے کنارے حضرت موت، عمان، بحرین، اور عراق کے کناروں کو طے کر کے خلیج فارس کے ایرانی ساحلوں سے گذر کر یا تو بلوچستان کی بندرگاہ تیز میں اتر پڑتے تھے یا پھر آگے بڑھ کر سندھ کی بندرگاہ دیبل (کراچی) میں چلے آتے تھے، اور پھر اور آگے بڑھ کر گجرات اور کاتھیاوار کی بندرگاہ تھانہ (بمبئی) کھمبایت چلے جاتے تھے۔ پھر آگے بڑھتے تھے اور سمندر سمندر کالی کت اور راس کماري پہنچتے تھے، اور پھر کبھی مدراس کے کسی کنارے پر ٹھہرتے تھے اور کبھی سرانڈیپ، اندمان ہو کر پھر سیدھے مدراس کی مختلف بندرگاہوں پر چکر لگاتے ہوئے خلیج بنگال میں داخل ہو جاتے تھے، اور بنگال کی ایک دو بندرگاہوں کو دیکھتے ہوئے برہما اور سیام ہو کر چین چلے جاتے تھے اور پھر اسی راستہ سے لوٹ آتے تھے۔

الغرض اس نقشہ سے معلوم ہوگا کہ ان کے جہازات ہندوستان کے تمام دریائی شہروں اور جزیروں میں برابر چکر لگایا کرتے تھے اور تاریخ کی یاد سے پہلے سے ان کی مسلسل آمد و رفت جاری تھی۔

دنیا کی پہلی دریائی تاجر قوم کا نام فیئیشین ہے۔ یہ یونانی نام ہے۔ عبرانی میں ان کا نام کنعانی ہے اور

دکن (دیوگیر) سنہ ۶۹۳ھ تا ۱۲۹۳ع

گجرات سنہ ۶۹۷ھ تا ۱۲۹۷ع

مہاراشٹر، مدراس سنہ ۷۱۲ھ تا ۱۳۱۲ع

اس لئے عربوں اور ہندوؤں کے باہمی تعلقات کی تشریح میں ہر صوبہ کے متعلق اس کے خیبر سے آنے والی قوموں کے ہاتھوں سے منبج ہونے تک ہم اس کے حالات بیان کر سکتے ہیں -

ہندوستان اور عرب دنیا کے وہ ملک ہیں جو ایک حیثیت سے ہمسایہ اور پڑوسی کہے جاسکتے ہیں - ان دونوں کے بیچ صرف سمندر حائل ہے جس کی سطح پر ایسی وسیع اور لنبی چوڑی سرکیں نکلی ہیں جو ایک ملک کو دوسرے سے باہم ملاتی ہیں - یہ دونوں ملک ایک سمندر کے دو آمنے سامنے کے خشکی کے کنارے ہیں - اس جل تہل سمندر کا ایک ہاتھ اگر عربوں کے ارض حرم کا دامن تھامے ہے تو اس کا دوسرا ہاتھ ہندوؤں کے آریاورد کے قدم چھوتا ہے - دریا کنارے کے ماک فطرة تجارتی ہوتے ہیں - یہی پہلا رشتہ ہے جس نے ان دونوں قوموں کو باہم آشنا کیا - عرب تاجر ہزاروں برس پہلے سے ہندوستان کے ساحل تک آتے تھے اور یہاں کے بیوپار اور پیداوار کو مصر اور شام کے ذریعہ یورپ تک پہنچاتے تھے اور وہاں کے سامان کو ہندوستان، جزائر ہند، چین، اور جاپان تک لے جاتے تھے -

(طبع ۱۱) کے مضمون سنسکرت کا لکھنے والا یہاں کی ابتدائی
تصریر کی تاریخ ان الفاظ میں بیان کرتا ہے -

”ہندوستانی حرور کی ابتداء کا مسئلہ ابھی شکوک سے گھرا ہوا ہے -
ہندوستانی تحریر کے قدیم ترین نمونے وہ کتبائے ہیں جو چٹانوں پر کندہ ہیں -
یہ پالی زبان (وہ پراکرت جو جنوبی بودھ مذہبی تحریروں کے لئے استعمال
کی جاتی تھی) کے وہ مذہبی احکام ہیں جن کو سنہ ۱-۲۵۳ ق م میں موریہ خاندان
کے شہنشاہ اشوک نے کندہ کرایا تھا - اور یہ شمالی ہند میں، شمالی مغربی سرحد پر،
پشاور کے مضافات، اور گجرات میں گرنار سے لیکر مشرقی ساحل پر، کنک کے
ضلع میں، جو گادہ اور دھولی تک پھیلے ہوئے ہیں اٹھارے مغرب کے وہ کتبائے
جو کپوردا گدھی یا شہباز گدھی اور منصورہ کے قرب و جوار میں ہیں دوسرے کتبائے کے
حرور تھیں سے بالکل جداگانہ حرور میں لکھے گئے ہیں - وہ داہنی جانب سے
بائیں جانب پڑھے جاتے ہیں - ان کو عموماً ”آرین پالی“ کہا جاتا ہے - یہ حرور
یونانی اور ایتھیا کے ہندی ستھین حکمرانوں کے سکوں میں بھی استعمال کئے گئے ہیں -
رہے دوسرے حرور جو بائیں جانب سے داہنی جانب پڑھے جاتے ہیں
”ہندی پالی“ حرور کہلاتے ہیں - مقدم الذکر نے جن کو کپوروشٹی (خروشتی)
یا گندھارا (لیبی) حرور بھی کہا جاتا ہے اور جو بظاہر کسی سامی (اور شاید آرمی)
زبان سے ماخوذ ہیں ہندوستان کی بعد کی تحریروں میں کوئی اثر نہیں چھوڑا ہے -
دوسری طرف ہندی پالی (یا براہمی) حرور جن سے موجودہ ہندوستانی حرور ماخوذ
ہیں بہت زیادہ مشکوک الاصل ہیں - اور اگرچہ اشوک کے وقت تک اس خط نے بہت
زیادہ ترقی کر لی تھی اور اس کو علمی مقاصد میں حیرت انگیز طور پر استعمال
کیا جانے لگا تھا تاہم اس کے بعض حرور کا قدیم فیثیقی حرور سے (جو شاید
خود مصری ہیروغلیفی خط سے ماخوذ تھے) تشابہ یہ خیال پیدا کرتا ہے کہ شاید یہ
بھی سامی الاصل ہوں - اس کے اپنے ملک میں روشناس ہونے کے وقت اور ذریعہ کا پتہ
شاید اب کبھی بھی نہ چلے - بہر حال پروفیسر بولر (Prof. Buhler) نے یہ نظریہ
پیش کیا ہے کہ شاید عراق کے تاجروں نے آٹھویں صدی ق م میں ان حرور کو یہاں

آرامی بھی ان کو کہتے ہیں - اہل عرب ان کو آدم کہتے ہیں ، اور یہی نام قرآن پاک ہمیں ہے عاد آدم ذوالعماد دہ بڑے بڑے ستونوں اور عمارتوں والے عاد آدم - اور اسی مذاہبت سے عربی تخیل کے ذریعہ سے دہ بہشت آدم - ہماری زبان میں بھی بولتے ہیں -

یہ کون قوم تھی ؟ محققین کا بیان ہے کہ یہ عرب تھے جو ساحل بحرین کے پاس سے اُٹھ کر شام کے ساحل پر جا بسے تھے - بحرین گویا مشرق میں مشرقی ملکوں کی بندرگاہ ان کی تھی ، اور تائر شام میں بحر روم (میڈیٹیرینین سی) کے کڈارہ ان کی مغربی بندرگاہ تھی جہاں سے وہ یونان کے جزیروں میں اور یورپ کے شہروں اور شمالی افریقہ کے کناروں تک چلے جاتے تھے - اور ادھر مشرق میں وہ ایران ، ہندوستان ، اور چین تک کی خبر لیتے تھے - اسی قوم کے ذریعہ سے یونان میں تہذیب و تمدن کا آغاز ہوا اور شمالی افریقہ کے کڈارے کارتھج کی بنیاد پڑی - لیکن ان کے جو اثرات مشرقی ملکوں میں پڑے ان کا پورا اندازہ نہیں لگایا گیا ہے - یہ سب کو معلوم ہے کہ ہندوستان کی تمام تحریریں بلکہ تمام آدین تحریریں باڈیں طرف سے لکھی جاتی ہیں - لیکن اس آریادوت کی ابتدائی تحریریں حیرت سے سنا جائے گا کہ سامی طرز تحریر کی طرح داہنی طرف سے شروع ہوتی تھیں - علاوہ اس کے گنتی کے لکھنے کا طریقہ بھی اسی تاجر قوم سے شاید سیکھا گیا تھا - انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا

(پہلا پرو، ادھیایہ ۱۴۷) میں لکھا ہے کہ مہابھارت میں جب کوروؤں نے لاکھ کا گھر بنا کر پاندوؤں کو اس کے اندر جلا کر پھونک دینا چاہا تو ودرجی نے یدھشتھر کو عربی زبان میں بتایا اور یدھشتھر جی نے اسی عربی زبان میں ان کو جواب دیا۔ - اگر یہ بیان صحیح ہے تو عربوں اور ہندوؤں کا رشتہ کتنا ثابت ہوتا ہے -

عربوں اور ہندوؤں کے درمیان تعلقات کا ایک اور ذریعہ بھی تھا - اس کی صورت یہ تھی کہ شہنشاہ ایران کا قبضہ بلوچستان اور سندھ پر اکثر رہا - اس قبضہ کے تعلق سے سندھ کے بعض جنگجو قبیلوں کے فوجی دستے ایرانی فوج میں داخل تھے - ان جنگجو قبیلوں میں سے دو کا ذکر عربوں نے کیا ہے اور وہ جات (زط) اور میتھ ہیں - یہ دونوں سندھ کی مشہور قومیں تھیں - ایک حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود صحابی نے آنحضرت صلعم کے ساتھ ایک خاص شکل و صورت کے لوگوں کو دیکھا تھا جن کی نسبت انہوں نے یہ بتایا کہ وہ ان کا چہرہ جاتوں کی طرح تھا (۱) - اس سے معلوم ہوگا کہ اہل عرب چھٹی صدی عیسوی میں بھی جاتوں سے واقف تھے - ایرانیوں کو جب شکست ہوئی تو یہ بہادر جات ہوا کا رخ دیکھ کر چند شرطوں کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر سے آکر مل گئے - سپہ سالار اسلام نے ان کی بڑی عزت کی اور ان کو

روشفاںس کرایا ہو۔ تاہم موریتہ اور اندھرا کتبہات میں ان حروف نے جو مکمل شکل اختیار کرلی ہے اور جس وسیع حلقہ میں وہ پھیلے ہوئے ہیں ان چیزوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے تسلیم کرنے میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ ہندوستان میں اشوک کے بہت پہلے فن کتابت کا مختلف اغراض و مقاصد کے لئے استعمال و رواج موجود تھا۔ یہ واقعہ کہ اس عہد کے ادبیات میں تحریر کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے شاید اس بنا پر ہو کہ بڑھوں اپنی مقدس تصانیف کو ضبط تحریر میں لانا پسند نہیں کرتے تھے۔

اب رہا ہندوستان میں اعداد کا سوال تو عیسوی سنہ کے ابتدائی دور میں خروشتی کتبہات میں جو طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ ابتدائی تین عدد لکیزوں کے ذریعہ سے ظاہر کئے جاتے ہیں۔ ۲ ایک جھکے ہوئے کراس (صلیب) کی طرح ہے۔ اور ۵—۹ تک اس طرح : ۲ (+) ۱ وغیرہ تا ۲ (+) ۲ (+) ۱ - اس کے علاوہ ۱۰، ۲۰، اور ۱۰۰ کے لئے خاص اعداد ہیں۔ اور باقی دہائیوں کو دس ملاکر یوں لکھا جاتا ہے۔ مثلاً ۵۰ = ۲۰ (+) ۳۰ (+) ۱۰ - اس طریقہ کے متعلق ثابت ہوچکا ہے کہ یہ سامی اور شاید ارامی ہے۔ براہمی کتبہات میں چھٹی صدی عیسوی تک ایک دوسری قسم کے اعداد استعمال کئے گئے ہیں۔ ایک سے ۳ تک کے لئے آری لکیریں ہیں، پھر ۲—۹ تک اکائیوں اور ۱۰، ۲۰، ۳۰، ۴۰، ۵۰، ۶۰، ۷۰، ۸۰، ۹۰ کے لئے خاص علامات ہیں۔ یہ طریقہ بہت ممکن ہے کہ مصر سے ماخوذ ہو اور کسور اعشاریہ کے لئے یہ طریقہ جو سب سے پہلے گجرات کے کتبہ میں ملتا ہے شاید یہیں کے منجمدین یا ریاضی دانوں کی ایجاد ہو۔“

لیکن اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ مہابھارت کے زمانہ میں بھی ہندوستان میں ایسے لوگ تھے جو عربی زبان سے واقف تھے۔ گو مشکل سے اس کا یقین آسکتا ہے تاہم چونکہ ایک بڑے پندت نے اس کو مانا ہے اس لئے مجھے اس کے انکار کی جرات نہیں۔ ”دستیار تھے پرکاش“ کے مصنف سوامی دیانند جی نے گیارہویں سولہاس

ہند قرار دیا - اور آخر یہی نام تمام دنیا میں مختلف صورتوں میں پھیل گیا - اور ء کا حرف الف ہو کر فرنیچ میں اند اور اندیا، اور اس کی مختلف صورتیں ہو کر تمام دنیا میں مشہور ہو گیا - اور خیبر سے آنے والی قوموں نے اس کا نام ”ہندو استھان“ رکھا جو فارسی تلفظ میں ”ہندوستان“ بولا جاتا ہے - یہ عجیب حیرت انگیز بات ہے کہ ”ہند“ کا لفظ عربوں کو ایسا پیارا معلوم ہوا کہ انہوں نے ملک کے نام پر اپنی عورتوں کا یہ نام رکھا - چنانچہ عربی شاعری میں یہ نام وہ حیثیت رکھتا ہے جو فارسی میں لیلیٰ اور شیرین کی ہے -

ہندوستان پر عربوں کے حملے

الغرض یہ دوہرے تہرے تعلقات تھے جن کے سبب سے اسلام کے بعد عربوں کو ہندوستان کی طرف توجہ ہوئی اور انہوں نے ایران کی فتح کے بعد اس کی نوآبادیات اور دوسرے مقبوضات کو اپنے تصرف میں لانا ضروری سمجھا، اور اس طرح مکران اور بلوچستان کے بعد سندھ کی سرحد ان کے سامنے تھی - پھر ان کو اپنے تجارتی جہازوں کی حفاظت کے لئے ہندوستان کے کسی ساحلی بندرگاہ کی تلاش تھی - چنانچہ حضرت عمر کے زمانہ حکومت میں عرب جہازوں کے بیڑے کسی معقول بندرگاہ کے قبضہ کے لئے ہندوستان کے سواحل پر متدللانے لگے - آج بمبئی کا پر ورتی شہر جہاں آباد ہے اسی کے قریب تھانہ (تانہ) جو اب

اپنے قبیلوں میں داخل کر لیا - حضرت علی نے جنگ جمل کے موقع پر بصرہ کا خزانہ انہیں جاتوں کی نگرانی میں چھوڑا تھا (۱) - امیر معاویہ نے ان کو رومیوں کے مقابلہ کے لئے شام کے ساحلی شہروں میں لے جا کر بسایا اور ولید بن عبدالملک نے اپنے زمانہ میں ان کو انطاکیہ میں لے جا کر آباد کیا (۲) -

لفظ ہند

مسلمانوں کی آمد سے پہلے اس پورے ملک کا کوئی ایک نام نہ تھا - ہر صوبہ کا نام الگ الگ تھا - باہر ریاست کا نام اس کی راجدھانی کے نام سے مشہور تھا - اہل فارس نے جب اس ملک کے ایک صوبہ پر قبضہ کیا تو اس دریا کا نام جس کو اب دریائے سندھ کہتے ہیں اور جس کا نام عربوں کی زبان میں مہران ہے ہندھو رکھا - پرانی ایرانی زبان اور سنسکرت میں س اور ہ آپس میں بدلا کرتے ہیں - اس کی متعدد مثالیں ہیں - اس لئے فارس والوں نے اس کو ہندھو کہہ کر پکارا - اور اس سے اس ملک کا نام ہند پڑ گیا - عربوں نے جو سندھ کے علاوہ اس ملک کے دوسرے شہروں سے بھی واقف تھے انہوں نے سندھ کو سندھ ہی کہا - لیکن اس کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے شہروں کو

(۱) تاریخ طبری -

(۲) بۃ ذری - ذکر اساطیر -

(سنہ ۴۲۲ھ) سومنات اور کچھہ بحرہی ڈاکوؤں کی سب سے بڑی جا پناہ تھی (۱)۔ بہر حال واقعہ یہ ہے کہ لڈکا میں کچھہ عرب سوداگر تجارت کرتے تھے۔ ان کا وہاں انتقال ہو گیا۔ لڈکا کے راجہ نے ان کی عورتوں اور بچوں کو ایک جہاز پر سوار کر کے عراق روانہ کیا۔ راستہ میں سندھ کی بندرگاہ دیبل کے قریب ڈاکوؤں نے اس پر چھاپہ مارا اور عورتوں کو پکڑ لیا۔ ان عورتوں نے اس مصیبت کے وقت حجاج کی دھائی دی۔ حجاج کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے سندھ کے راجہ داہر کو لکھ بھیجا کہ ان عورتوں کو حفاظت کے ساتھ میرے پاس بھجوا دو۔ راجہ نے معذرت کی کہ یہ دریائی ڈاکوؤں کا کام ہے جو ہمارے قبضہ میں نہیں۔ عراق کے نائب نے اس معذرت کو قبول نہ کیا۔ اسی دوران میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ مکران سے کچھہ عرب مجرم اور باغی بھاگ کر سندھ میں پناہ گزیں ہوئے اور انہوں نے راجہ داہر کی مانگتنی میں اپنا ایک جتھا بنا لیا۔ اس واقعہ نے بھی حجاج کو مشتعل کیا۔ چنانچہ اس نے اپنے نوجوان بھتیجے محمد بن قاسم کی سرکردگی میں شیراز سے چھ ہزار فوج سندھ روانہ کی اور کچھہ فوج مع سامان کے دریائی راستہ سے سندھ کی طرف بھیجی اور اس کی کمک کے لئے ایران کے پرانے راستہ سے خشکی کی طرف سے بھی فوجیں بھیجیں۔

بھی موجود ہے چھوٹا سا بندر تھا - سب سے پہلے سنہ ۱۵ھ (سنہ ۶۳۶ع) میں اسی 'بندرگاہ' پر عربوں نے بکترین کے گورنر کے حکم سے پہلا حملہ کیا - اس کے بعد بھروچ (بروص) پر فوج کشی کی - اور اسی زمانہ میں ایک دوسرے عرب مغیرہ نام نے دیبل پر جو سندھ کی بندرگاہ تھی اور جو تھتھہ یا موجودہ کراچی کے قریب تھا حملہ کیا - اس کے چند برس کے بعد حضرت عثمان کے زمانہ میں ایک دریائی دستہ ان بندرگاہوں کی دیکھ بھال کر کے واپس چلا گیا - حضرت علی کے عہد میں سنہ ۳۹ھ (سنہ ۶۶۰ع) سے ایک عرب سردار باقاعدہ ان اطراف کی نگرانی کرنے لگا - اور آخر وہ سنہ ۴۲ھ (سنہ ۶۶۳ع) میں مارا گیا - سنہ ۴۴ھ (سنہ ۶۶۵ع) میں امیر معاویہ نے مہلب نامی سردار کو سندھ کی سرحد کا نگران بنا کر بھیجا اور اس کے بعد عربوں کی حکومت میں یہ ایک مستقل عہدہ قرار پا گیا -

سنہ ۸۶ھ (سنہ ۷۰۵ع) میں دمشق کے تخت شاہی پر جب ولید اموی بیٹھا اور اس کی طرف سے حجاج عراق و ایران و مکران و بلوچستان یعنی حکومت کے مشرقی مقبوضات کا نائب مقرر ہوا تو اس نے ہندوستان اور ہندوستان کے جزیروں کے ساتھ اپنے تعلقات اور مضبوط کئے - عرب تاجر برابر آتے جاتے رہتے تھے مگر ساتھ ہی ساتھ ہندوستان کے اکثر ساحلوں سے بکری قزاق ان جہازوں پر ڈاکہ ڈالا کرتے تھے - چنانچہ البیرونی کے زمانہ تک

بہر حال اس کے بعد مختلف گورنر یہاں مقرر ہو کر آتے رہے۔ سنہ ۷۱۰ھ میں جنید گورنر ہو کر آیا۔ یہ بلند حوصلہ افسر تھا۔ اس نے سندھ سے کچھ پر حملہ کیا۔ پہلے مرہٹہ آیا اور یہاں سے مانندل اور پھر دھبیچ پہنچا۔ اور وہاں سے بھروچ کی بندرگاہ تک گیا اور اس کے ایک افسر نے اُجپن (مالو) تک دھاوا کیا اور وہاں سے پھر سمید اور بھیل مال کو فتح کرتا ہوا گجرات پہنچا۔ اور وہاں سے پھر سندھ واپس آ گیا۔ مگر یہ تمام فتوحات کی حیثیت ایک گذر جانے والی آندھی سے زیادہ نہیں۔ سنہ ۱۳۳ھ (سنہ ۷۵۱ع) میں عربی حکومت کے دفتر کا ورق الٹ گیا۔ امویوں کی جگہ عباسی آئے، شام کی بجائے عراق سلطنت کا صوبہ قرار پایا، اور حکومت کا مرکز دمشق سے ہٹ کر بغداد چلا گیا۔ اس انقلاب نے ہندوستان کو عرب سلطنت کے مرکز سے بہت زیادہ قریب کر دیا۔ سنہ ۱۳۰ھ (سنہ ۷۵۹ع) میں ہشام سندھ کا گورنر ہو کر آیا۔ اس نے عمر بن جسل نام ایک افسر کو جہازوں کا ایک بیڑا دے کر گجرات بھیجا۔ وہ لوٹ مار کر چند روز میں ناکم واپس آ گیا۔ اور آخر ہشام نے خود ایک بیڑا لے کر بھروچ کے قریب گندھار پر قبضہ کیا، اور یہاں اس نے اپنی فتح کی یادگار میں ایک مسجد بنوائی۔ یہ اس ملک گجرات میں اسلام کا پہلا قدم تھا اور سندھ کے علاوہ ہندوستان میں یہ پہلی مسجد تھی۔

منصور کے بعد مہدی خلیفہ ہوا۔ اس کے حکم سے عبدالملک نے گجرات پر پورا حملہ کیا اور سنہ ۱۶۰ھ

سنہ ۹۳ ھ میں محمد بن قاسم سندھ پہنچا اور تین برس کے عرصہ میں چھوٹے کشمیر کی سرحد ملتان سے (عرب پنجاب کو چھوٹا کشمیر کہتے تھے) لیکر کچھ تک اور ادھر مالوہ کی سرحد تک قبضہ کر لیا اور پورے سندھ میں اس نے نہایت عدل و انصاف اور امن کی سلطنت قائم کر دی -

راجہ داہر کے ساتھ ملکر جن ہندی سپاہیوں نے عربوں کا سب سے زیادہ مقابلہ کیا ان کا نام بلاذری نے جس نے سنہ ۲۵۵ ھ (۸۵۵ ع) میں اپنی کتاب لکھی ہے تذکرہ بتایا ہے جو ”تھا کر“ کی عربی جمع ہے - سنہ ۹۶ ھ میں ولید نے وفات پائی اور اس کی جگہ تخت پر سلیمان بیٹھا - اس کو حجاج اور اس کے خاندان اور کارندوں کے ساتھ ذاتی عداوت تھی - اس لئے اس سال حجاج کے مقرر کردہ دوسرے افسروں کے ساتھ محمد بن قاسم کو بھی اس نے سندھ سے واپس بلا لیا اور بالآخر اپنے ذاتی انتقام کے نشہ میں اس کو قتل کرا دیا - اس قتل کے اسباب میں راجہ داہر کی دو بیٹیوں کا افسانہ ذکر کے قابل نہیں کہ اس کی تردید بارہا ہو چکی ہے - بلکہ یہ واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب قاسم سندھ سے واپس جانے لگا تو سندھ کی رعایا نے اپنے نیکدل اور عادل فاتح کی جدائی میں آنسو بہائے - اور اس کی یادگار میں اس کا بت بنا کر کھڑا کیا (۱) -

جس کے ذریعہ سے دنیا میں ہر قوم دوسری قوم کی محکوم بنی ہے - عربوں کے بیانات سے یہ قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت یعنی پہلی صدی ہجری کے آخر اور آٹھویں صدی عیسوی کے اول میں سندھ میں بودھ مذہب کا رواج تھا - اہل عرب بودھوں کو سمنیہ کہتے تھے (اس لفظ پر آئندہ بحث ہوگی) - تمام جغرافیہ نویسوں نے یہاں بدھ (۱) نام ایک آبادی کا ذکر کیا ہے جس کا صحیح نام چچ نامہ میں بدھپور ہے (۲) - پھر یہاں نو و بہار (۳) نام پرستشگاہ کا ذکر ملتا ہے جو خاص بودھ معبد کا نام ہے - ان کے پجاری کا نام سمنیہ ملتا ہے جو برہمنوں کے حریف تھے - الہیت صاحب بھی اس دعویٰ میں کہ اس وقت سندھ کا مذہب بودھ تھا ہمارے ہم آواز ہیں - کہتے ہیں :-

”چونکہ بودھ مت سندھ میں اس وقت مساعی طور پر رائج تھا جب مسلمانوں کو پہلے پہل ہندوستانی قوم پرستی سے سابقہ پڑا - اس لئے لازمی طور پر اس نام (بد) کا ماخذ بودھ ہے نہ کہ فارسی لفظ بد (یت) جو غالباً خود بھی لفظ بودھ کی معروف شکل ہے - بہت سے آثار اس بات کے موجود ہیں کہ بودھ مت اس عہد میں وادی سندھ میں پھیلا تھا - نہ صرف مخصوص طور پر چینی سیاحوں کے تذکرے اور ابن خردادبہ کا بیان اس کی تائید کرتا ہے بلکہ عرب مصنفین کے چند ضمنی اشارات و تلمیحات

(۱) بشاری مقدسی اور ابن حوقل ذکر سندھ -

(۲) الہیت جلد اول صفحہ ۱۳۸ -

(۳) ایضاً صفحہ ۱۰ -

(سنہ ۷۷۸ء) میں باربد کو جس کا ہندی نام بہار بہوت ہے اور جو بھروچ کے قریب ہے اس کو فتح کیا، لیکن فوج میں اتفاقاً وبا پھوٹ گئی جس میں ایک ہزار سپاہی مر گئے۔ اس سانحہ سے پریشان ہو کر عرب اُلتے پاؤں پھر گئے۔

بغداد کی سلطنت معتصم باللہ عباسی تک جس کی وفات سنہ ۲۲۷ھ میں ہوئی مضبوط رہی، اور اس کے بعد روز بروز ایسی کمزور ہوتی گئی کہ اس کا تعلق سندھ اور ہندوستان سے ٹوٹ گیا۔ کچھ دن تک عرب امراء یہاں خود مختار بنے رہے لیکن بالآخر ہندو راجاؤں نے پھر قبضہ کر لیا۔ اور بعد کو صرف دو مشہور عرب ریاستیں یہاں قائم رہ گئیں جن میں ایک ملتان میں تھی اور دوسری سندھ کے عربی شہر منصورہ میں۔ یہاں یہ واقعہ ذکر کے قابل ہے کہ ان ہندو راجاؤں نے بھی مسلمان رعایا کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کیا اور ان کی مسجدوں کو اسی طرح اپنی جگہ پر برقرار رکھنے دیا (۱)۔

سندھیوں کی شکست کا راز

اس سے پہلے کہ آگے بڑھیں یہ معلوم کرنا ہے کہ چند ہزار عربوں کی فوج جو دور دراز راستوں سے آئی ہو ایک ہی حملہ میں اس ملک پر کیونکر قابض ہو گئی۔ سندھیوں کی شکست بھی میرے نزدیک اسی ایک سبب کا نتیجہ ہے

بنا پر سندھ کے راجاؤں کے حالات پڑھ کر مجھے یہ فیصلہ کرنا پڑا ہے کہ راجہ چیچ ہندو برہمن تھا - اس نے چھوٹے چھوٹے بودھ راجاؤں کو لڑبھڑ کر مٹا دیا یا باجگزار بنا لیا تھا (۱) - یہ راجہ چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں سندھ میں فرمانروا تھا - اس کے بعد راجہ چندر اس کا بھائی راجہ ہوا - یہ بودھ مت کا پر جوش پیرو تھا اور جن لوگوں نے اپنا مذہب پہلے چھوڑ دیا تھا ان کو بزور اس نے بودھ بنایا (۲) - ہندو برہمنوں نے یہ دیکھ کر سر اُٹھایا - ناچار وہ معرکوں میں نکلا مگر کامیاب نہیں ہوا - اس کے بعد چیچ کا بیٹا راجہ داہر اس کی جگہ بیٹھا - یہ مجھے ہندو برہمن معلوم ہوتا ہے -

تاریخ قیاسات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت جب مسلمان سندھ کی سرحد پر تھے ملک میں ان دونوں مذہبوں کے اندر جنگ برپا تھی اور بودھ برہمنوں کے مقابلہ میں اپنے کو بے دست و پا پا کر مسلمان کی طرف صالح و محبت کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں - ہم دیکھتے ہیں کہ عین اس وقت جب محمد بن قاسم کی فاتح فوج شہر نیروں میں پہنچتی ہے تو وہاں کے باشندوں نے اپنے سنہیوں یعنی بودھ پجاریوں کو پیش کیا اور معلوم ہوا کہ وہ انہوں نے اپنے سفراء خاص عراق حجاج کے پاس بھیج کر

(۱) چیچ نامہ الیٹ ج ۱ ص ۱۲۲ و ۱۰۲ -

(۲) ایضاً ۱۰۲ و ۱۰۳ -

بھی ہیں جن میں خاص طور پر کوئی تذکرہ برہمنوں اور بودھوں کا بھیثیت ایک دوسرے کے حریف ہونے کے نہیں ہے ، کیونکہ ان دونوں کا امتیاز باہمی (خصوصاً طرز عبادت ، ایصال ثواب) قصص مذہبی عام طور پر اس قدر نازک ہے کہ ناراضگی اور مغرور بدیسیوں کی توجہ مشکل سے ادھر منحرف ہو سکتی تھی ۔ چنانچہ جہاں کہیں پجاریوں کا تذکرہ ہے عموماً ان کو ”سمنی“ کہا گیا ہے ۔ سلطنت کا ہاتھی سپید ہوتا تھا جو ایک نہایت معنی خیز بات ہے ۔ ایک ہزار برہمن (پجاری) جس نام سے کہ ان کا عربی کتابوں میں تذکرہ ہے اور جو چاہتے تھے کہ اپنے قدیم مذہبی معتقدات اور رسم و رواج کو قائم رکھیں ان کو محمد بن قاسم نے خلیفہ وقت کی اجازت سے فرمان دیا تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں میں کچھ کر لیں ہر صبح کو در بدر پھر کر اپنی رزوی حاصل کریں ۔ اور یہ ایک مخصوص مذہبی رسم ہے جو بودھ پجاریوں میں جاری ہے ۔ اور سب سے آخر یہ کہ مجھے بتا کر یا کسی اور طور پر اپنے فائدوں کی جسمانی یادگار قائم کرنا ، یہ تمام امور بودھوں کے خصائص مذہبی کی طرف اشارہ کرتے ہیں نہ برہمنوں کی ۔ ان اثباتی دلائل کے علاوہ مغنی شہادت بھی اس امر سے ہوتی ہے ، کہ کوئی تذکرہ سنی ، جئیو ، گاو پوجا ، اشنان (یا نہان) ، ہون ، پجاریوں کے ہتھکنڈوں اور دوسرے پیشروانہ تہکات ، جڑیائے نفس کشی ، یا دیگر رسوم و اعمال ، نا نہیں ملتا ۔“

سندھ کی سب سے پہلی پرانی اسلامی تاریخ جو عام طور پر چیچ نامہ کے نام سے مشہور ہے (اور جس کے دوسرے نام تاریخ الہند والسند اور منہاج المسالک ہیں) کے مطالعہ سے پوری طرح واضح ہو جاتا ہے ۔ سندھ میں بودھوں اور برہمنوں کے درمیان اختلاف اور مخالفت برپا تھی ۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں مذہب بعض گہرائیوں میں اس طرح بھی پھیلے ہوئے تھے کہ ایک ہندو ہے تو دوسرا بودھ ہے ۔ اسی

اور اپنی کتابوں کی پیشینگوئی اس کو سناتا ہے محمد بن قاسم اس کو بہ عزت تمام لیتا ہے اور اس کو اور اس کے ساتھیوں کو انعام و اکرام اور خلعت سے سرفراز کرتا ہے - اسی طرح راجہ داہر کے بہت سے مخالف افسر (غالباً بودھ) خود آکر اطاعت کرتے ہیں (۱) -

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سندھ کے بودھوں نے ایک طرف مسلمانوں کو اور دوسری طرف برہمنوں کو تولا تو ان کو مسلمان بہتر نظر آئے - اور دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس سے پہلے ترکستان و افغانستان کے بودھوں کے ساتھ مسلمانوں نے جو حسن سلوک کیا اور ان لوگوں نے جس کثرت اور سرعت کے ساتھ اسلام کو اختیار کیا اس کا اثر اس ملک کے بودھوں پر بھی پڑا -

ہندوستان کے عرب سیاح اور جغرافیہ نویس

اس وقت عربی زبان میں جغرافیہ کی سب سے پہلی کتاب جس میں ہندوستان کا کچھ حال ملتا ہے وہ ابن خردادزہ (سنہ ۲۵۰ھ) کی کتاب المسالک والممالک ہے -

۱ - ابن خردادزہ سنہ ۲۵۰ھ

یہ نویں صدی عیسوی میں معتمد خلیفہ عباسی کے زمانہ میں ذاک اور خنیفہ اطلاعات کے متحکمہ کا افسر تھا -

امان حاصل کر لی ہے ” چنانچہ نیروں کے لوگوں نے محمد کا شاندار استقبال کیا۔ اس کے لئے رسد کا انتظام کیا اور اس کو اپنے شہر میں داخل کیا اور صلح کی پوری پابندی کی۔ اس کے بعد جب اسلامی فوج نہر سندھ کو عبور کر کے ہندوستان پہنچتی ہے تو پھر سمنیہ بودھ لوگ صلح کے قاصد بنتے ہیں (۱)۔ اسی طرح سیوستان میں ہوتا ہے کہ سمنی لوگ (بودھ) بچے رائے اپنے راجہ کو چھوڑ کر بخوشی مسلمانوں کا ساتھ دیتے ہیں اور ان کو بدل قبول کرتے ہیں۔ سندھ میں کاکا کوٹی مشہور عقلمند اور سیاستدان تھا۔ جات روسا اس کے پاس جاکر مشورہ کرتے ہیں کہ کیا مسلمانوں کی فوج پر شبخون مارا جائے؟ وہ جواب میں کہتا ہے ”اگر تم ایسا کر سکو تو بہتر ہے“ مگر سنو ہمارے پلندتوں اور جوگیوں نے چنتر دیکھ کر یہ پیشینگوئی کردی تھی کہ اس ملک کو ایک دن مسلمان فتح کر لیں گے۔“ لوگ اس کی بات نہیں مانتے اور نقصان اُتھاتے ہیں۔ کاکا نے کہا ”تم خوب جانتے ہو کہ میرا ارادہ اور عزم مشہور ہے لیکن بودھوں کی کتابوں میں پیشینگوئی پہلے ہی لکھی جاچکی ہے کہ ہندوستان کو مسلمان فتح کر لیں گے۔ اور میں بھی یقین رکھتا ہوں کہ درحقیقت ایسا ہی ہونے والا ہے۔“ اس کے بعد کاکا محمد بن قاسم کے پاس چلا جاتا ہے اور جاتوں کے ارادہ سے اس کو آگاہ کرتا ہے

ابن خردادزبہ کہتا ہے کہ ”ہندوستان میں ۷ ذاتیں ہیں : (۱) شاکشری (چھتری) - یہ اُس ملک کے شرفاء ہیں - انہیں میں سے بادشاہ ہوتے ہیں ، ان کو سب سجدہ کرتے ہیں ، وہ کسی کو سجدہ نہیں کرتے - (۲) براہمہ (برہمن) - یہ شراب اور نشہ کی چیز نہیں پیتے - (۳) کستری (کھتری) - یہ تین پیالوں تک پی لیتے ہیں - برہمن ان کی بیٹی لے لیتے ہیں مگر ان کو دیتے نہیں - (۴) شودر - یہ کھیتی والے ہیں - (۵) بیش (ویش) - یہ پیشوں والے ہیں - (۶) شندال (چندال) - یہ کھلاڑی اور کلاونٹ ہیں - ان کی عورتیں خوبصورت ہوتی ہیں - اور (۷) ذنب (دوم) - یہ گائے بجاتے ہیں - ہندوستان میں ۴۲ قسم کے مذہب جاری ہیں - کوئی خدا اور رسول دونوں کو مانتا ہے ، کوئی ایک کو مانتا ہے ، کوئی کسی کو نہیں مانتا ہے - ان کو اپنی جادوگری اور جنتر منتر پر بڑا ناز ہے -“ (ص ۷۱) -

۶ - سلیمان تاجر سنہ ۲۳۷ھ

یہ سب سے پہلا عرب سیاح ہے جس کا سفرنامہ ہم تک پہنچا ہے - سنہ ۱۸۲۵ع میں پیرس میں سلسلۃ التواریخ کے نام سے یہ چھپا ہے - یہ ایک سوداگر تھا جو عراق کی بندرگاہ سے چین تک سفر کیا کرتا تھا - اور اس طرح یہ ہندوستان کے پورے ساحل کا چکر لگایا کرتا تھا - اس نے اپنے یہ مختصر حالات سنہ ۲۳۷ھ میں لکھے ہیں جس کو آج قریب قریب گیارہ سو برس ہوتے ہیں -

اس لئے اس نے بغداد سے مختلف ملکوں کی مسافتوں اور آمد و رفت کے راستوں کی تشریح میں یہ کتاب لکھی ہے۔ اس میں اس نے ہندوستان کے بری اور بحری تجارتی راستوں کی تفصیل بیان کی ہے اور یہاں کی مختلف زبانوں کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ گو خود ہندوستان نہیں آیا مگر اُس کے عام معلومات کی بنیاد بطليموس کے جغرافیہ پر ہے اور خاص خاص معلومات اُس کے محکمہ کے سرکاری اطلاعات پر مبنی ہیں اور تاجروں اور مسافروں سے اپنے عہدہ کی وجہ سے اُس کی ملاقاتیں برابر ہوتی رہتی تھیں۔ اس لئے اُس کے یہ ذاتی معلومات گویا ایک ہندوستانی سیاح کے برابر تھے۔ اس کی کتاب سنہ ۱۸۸۹ء میں مطبع بریل لیڈن میں دی غوجی (De Goeje) نے شائع کی ہے۔

ابن خردادبہ نے سندھ کے تحت میں جن شہروں کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب بلوچستان کے بعد سے لیکر گجرات تک سب کو سندھ سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس نے سندھ کے یہ شہر گنائے ہیں: قیستان، بندہ، مکران، مید، قندھار، قصار، بوقان، قندابیل، قنزیور، ارمابیل، دیبل، قبلی، کلبایاد، کہمبایت، سہبان، سدوسان، راسک، روز، ساوندری، ملتان، مندل، بیلسان، سرشت، کیرج، مرمد، قالی (کالی)، دھبج، بروص (بھروچ) - (ص ۵۵) - پھر ہندوستان کے مشہور شہروں کے نام لئے ہیں: شامل، ہورین (اجین)، قالون، قندھار (گندھارا)، کشمیر (کشیر) - (۶۸)

عرب کا بادشاہ، یہ شہنشاہ اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ سب سے دولت مند ہے اور ایک بڑے مذہب کا بادشاہ ہے -
 پھر چین کے بادشاہ کا نمبر ہے - پھر روم کے بادشاہ کا - پھر
 ہندوستان کے راجہ بلہرا (ولہہہ رائے گجرات کا راجہ) کا -

اس نے ہندوستان کے سواحل کے ۴ بادشاہوں کا ذکر کیا ہے جن میں پہلا نام راجہ بلہرا کا ہے - ۵۵ جو سب راجاؤں کا راجہ ہے - اس کے فوجی وظیفوں کا نظام عربوں کی طرح ہے - اس کے سکے بھی ہیں - اس پر راجہ کا سنہ راجہ کی مسند نشینی سے شروع ہوتا ہے - ہندوستان کے سب راجاؤں سے زیادہ یہاں کے راجہ عربوں سے محبت رکھتے ہیں - ان کا اعتقاد ہے کہ اسی لئے ان کے راجاؤں کی عمریں بڑی ہوتی ہیں - ۵۰ ، ۵۰ برس تک وہ راج کرتے ہیں - ان کے ماک کا نام کمکم (کوکن) ہے ۵۵ جو سمندر کے کنارے ہے - اس پاس کے راجاؤں سے اس کی لڑائیاں رہا کرتی ہیں - لفظ بلہرا کی اصلیت پر ابتدائی محققوں میں کچھ اختلافات رہے مگر اب یہ بہ تحقیق ثابت ہو گیا ہے کہ بلہرا در اصل ولہہہ رائے کی خرابی ہے اور کمکم کوکن کی بگڑی ہوئی شکل ہے - ولہہہ رائے کا خاندان یہاں مدتوں تک حکمران رہا ہے -

ولہہہ رائے کے بعد جزر کے بادشاہ کا ذکر ہے - جزر، اصل میں گجر ہے - گوجر راجہ گجرات کے راجہ تھے - کہتا ہے کہ ۵۵ اس راجہ کے پاس فوجیں بہت ہیں ، اس کے پاس جیسے گھوڑے ہیں ویسے کسی راجہ کے پاس نہیں - لیکن

یہ سب سے پہلا ماخذ ہے جس میں بحر ہند کا نام دریائے ہرگند ہم کو ملتا ہے اور پھر اسی نام سے اہل عرب نے اس کو یاد کیا ہے۔ ہرگند سمندر کے اُس حصہ کو کہتے تھے جو جنوبی ہند کے کناروں سے بہتا ہے۔ سلیمان کہتا ہے کہ وہ مشہور ہے کہ اُس میں ۱۹ سو کے قریب جزیرے ہیں۔ ان جزیروں پر ایک عورت کی حکومت ہے۔ ان میں عنبر اور ناریل کے درختوں کی کثرت ہے۔ ایک جزیرہ دوسرے جزیرے سے دو تین فرسخ پر واقع ہے۔ یہاں کے لوگ بڑے صنّاع ہیں۔ یہ کرتے دونوں آستینوں دامنوں اور گریبان کے ساتھ بن لیتے ہیں اور اسی طرح جہاز بناتے ہیں۔ سب سے آخری جزیرہ کا نام سراندیپ ہے۔ اور ان میں سے ہر جزیرہ کا نام دیپ ہے۔ اسی سراندیپ میں حضرت آدم کا نقش پا ہے۔ ان سب سے پیچھے جزیرہ اندمان ہے۔ یہاں کے لوگ وحشی ہیں، بد صورت اور کالے ہوتے ہیں۔ گھونگریلے بال، دراوڑی چہرے، لمبے پاؤں، ننگ دھڑنگ، آدمی کو زندہ پکڑ کر کھا جاتے ہیں۔ خیریت ہے کہ ان کے پاس کشتیاں نہیں ہیں، ورنہ ادھر سے جہازوں کا گزرنا مشکل ہوتا۔ جنوبی ہند کے بعض ساحلوں کے متعلق لکھتا ہے کہ وہ صرف ایک لنگوٹی باندھتے ہیں۔

اس نے ایک عجیب بات یہ نقل کی ہے جس سے اس زمانہ کے لوگوں کی تنقیدی نظر تمام دنیا کے متعلق معلوم ہوتی ہے کہ وہ اہل ہند اور اہل چین کا متفقہ بیان ہے کہ دنیا میں صرف چار بادشاہ ہیں۔ سب سے اول

ہاتھ پر پان کے سات پتے رکھ کر لوہا رکھ دیا جاتا ہے اور وہ اس کو لیکر آئے پیچھے چلتا ہے - پھر وہ اس لوہے کو گرا دیتا ہے اور اس کے ہاتھ کو کھال کی ایک تھیلی میں رکھ کر بادشاہی مہر اس پر کردی جاتی ہے - تین دن کے بعد دھان لا کر اس کو دئے جاتے ہیں کہ وہ ان کو چھیل کر چاول نکالے - تو اگر اس کے ہاتھ پر اثر نہیں ہوتا تو وہ سچا سمجھا جاتا ہے اور مدعی پر جرمانہ کر کے خزانہ شاہی میں داخل کیا جاتا ہے - کبھی گرم لوہے کے بجائے لوہے یا تانبے کے برتن میں پانی گرم کیا جاتا ہے اور اس میں ایک لوہے کی انگوٹھی چھوڑ دی جاتی ہے اور اس کو کہا جاتا ہے ، کہ ہاتھ ڈال کر انگوٹھی اُس میں سے نکال لے ” - سلیمان کہتا ہے کہ ” میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ بالکل صحیح و سالم نکل آئے ” - یہ بھی کہتا ہے کہ ” یہاں مردے جلائے جاتے ہیں - صندل ، کافور اور زعفران اس میں ڈالتے ہیں اور راکھ اُن کی ہوا میں اُڑا دیتے ہیں - یہاں یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب راجہ مرتا ہے تو اس کے ساتھ اُس کی سب رانیاں بھی چل کر سٹی ہو جاتی ہیں - لیکن یہ صرف خواہش پر موقوف ہے کوئی جبر نہیں ہے ” - (۵۰)

یہ بھی وہ بیان کرتا ہے کہ ” یہاں سلطنت موروثی ہے اُن کے ولی عہد ہوتے ہیں - اسی طرح یہاں جو دوسرے عہدے اور پیشے ہیں وہ بھی موروثی ہیں - اور یہاں کے کل راجہ مل کر ایک بڑے راجہ کے ماتحت نہیں بلکہ

یہ عربوں کا سخت دشمن ہے - اس کا ملک بھی سمندر کے دھانے پر ہے - اس کے پاس مویشی جانور بہت ہیں - ہندوستان کے تمام ملکوں میں سے سب سے زیادہ یہ ملک چوری سے محفوظ ہے -

”اس کے بعد طافن کا بادشاہ ہے - اس کا ملک بہت تھوڑا ہے - یہاں کی عورتیں بہت خوبصورت ہیں - یہاں کا راجہ سب سے صلح رکھتا ہے اور عربوں سے محبت رکھتا ہے -“ لفظ طافن کی اصلیت میں یورپین محققوں کا اختلاف ہے - یہ لفظ طافن کے بجائے طاقن بھی بعض نسخوں میں ملا ہے - اس کو بعضوں نے موجودہ اورنگ آباد دکن کے قریب بتایا ہے - بعض اس کو کشمیر کے پاس لے گئے ہیں، لیکن میرے نزدیک یہ طاقن لفظ ہے اور یہ دکن کی خرابی ہے -

”اس کے بعد دھمی کا راجہ ہے جس کے پاس راجہ بلہرا اور دوسرے راجاؤں سے زیادہ فوج ہے - اس کی فوج کے ساتھ پچاس ہزار ہاتھی ہوتے ہیں - اس کے ملک میں ایسے سوتی کپڑے ہوتے ہیں جو کہیں اور جگہ نہیں ہوتے -“ کپڑوں کی تعریف کی بنا پر سمجھا جاتا ہے کہ یہ دھاکہ کے قریب کسی راما نام راجہ کی حکومت تھی -

اس نے ہندوستان کے بہت سے قوانین بھی لکھے ہیں - مثلاً یہ کہ ”جب ایک دوسرے پر کوئی دعویٰ کرتا ہے تو ملزم کے سامنے لوہا گرم کر کے رکھا جاتا ہے - اور اس کے

کے لئے سب سے تعجب کی بات ہے کہ کسی ملک میں چھوہارا نہ ہو - ہمارے عرب سیاح کو بھی یہی تعجب ہے - کہتا ہے کہ ”ہندوستان میں چھوہارے کا درخت نہیں اور سب پھل ہیں - اور ایک پھل ایسا ان کے پاس ہے جو ہمارے یہاں نہیں -“ (۵۶) - ہو نہ ہو یہ آم ہوگا - ہندوستان میں انگور بھی نہیں - انار البتہ ہیں - ہمارے تکلف پسند سیاح کو اس پر تعجب ہے کہ ”ہندوستان میں زمین پر فرش بچھانے کا رواج نہیں“ (۵۴) - ”بیوی رکھنے کی تعداد بھی یہاں مقرر نہیں - جتنی چاہے رکھے“ - ”ان کی غذا چاول ہے“ - (۵۴) - ”چین کے مذہب کی اصل ہندوستان ہی سے ہے - بودھوں کے متجسسے پوجتے ہیں - طب، نجوم اور فلسفہ ہندوستان میں ہے“ - (۵۷) - ”جانوروں میں یہاں گھوڑے کم ہیں“ - (۵۷)

چین ہندوستان سے زیادہ صاف ستھرا ملک ہے - دونوں ملکوں میں بڑے بڑے دریا ہیں - ہندوستان میں جنگل بہت ہیں اور چین پورا آباد ہے - اہل ہند کا لباس یہ ہے کہ ایک کپڑا کمر سے باندھتے ہیں اور دوسرا اوپر ڈال لیتے ہیں - مرد اور عورت سب سونے اور جواہرات کے زیور پہنتے ہیں -“

۳ - ابوزید حسن سیرانی سنہ ۲۶۴ھ

سیراف خلیج فارس کی مشہور بندرگاہ تھی - ابوزید یہیں کا رہنے والا تھا - سنہ ۲۶۴ھ کا سنہ اس کی کتاب

ہر ایک کا راج علیحدہ علیحدہ ہے - کوئی کسی کے ماتحت نہیں - لیکن ولیمہ رائے (بلہرا) سب راجاؤں میں بڑا ہے - " (۵۱)

دہلیہاں شادی بیاہ سے پہلے لڑکا اور لڑکی والے پہلے پیام و سلام کرتے ہیں - پھر تحفہ تحائف بھیجتے ہیں - اور شادی میں خوب ڈھول، جھانچھ بجاتے ہیں - اور جسقدر ممکن ہو دان دیتے ہیں - " (۵۲) - تمام ہند میں بدکاری کی سزا دونوں ملزموں کا قتل ہے - اسی طرح چوری کی سزا بھی قتل ہے - ہندوستان میں اس کا طریقہ یہ ہے کہ چور کو ایک نوکیلی مخروطی لکڑی پر بٹھاتے ہیں - اور وہ لکڑی نیچے سے حلق تک چلی آتی ہے - " (۵۳)

آج یہ سن کر تعجب ہوگا کہ ہندوستان میں لوگ کبھی لمبی لمبی ڈازھیاں بھی رکھتے تھے - ہمارے سیاح کا بیان ہے کہ "دہلیہاں میں نے تین تین ہاتھ کی ڈازھیاں دیکھیں" - (۵۵) - جب کوئی مرتا ہے تو اس کے عزیز ڈازھی اور مونچھ کا بھدر کراتے ہیں - جب کوئی قید کیا جاتا ہے تو ۷ دن تک اس کو کھانا پانی نہیں دیتے - یہاں ہندو جج بیٹھ کر مقدمات فیصل کرتے ہیں - ڈاکو کی سزا بھی قتل ہے - جانور کو ذبح کرکے نہیں بلکہ اس کو کسی چیز سے مار کر کھاتے ہیں - اہل ہندو دوپہر کے کھانے سے پہلے نہاتے ہیں، مسواک کرتے ہیں، بے مسواک کئے نہیں کھاتے - " (۵۶) - ایک عرب

سامنے ایک پتے پر یہ چاول رکھ دئے جاتے ہیں۔ راجہ اس میں سے ذرا سا اٹھا کر کھاتا ہے۔ پھر ایک ایک آدمی راجہ کے سامنے جاتا ہے۔ راجہ ان کو تھوڑے تھوڑے چاول اپنے سامنے سے دیتا جاتا ہے۔ یہ کل آدمی راجہ کے ساتھی ہوتے ہیں۔ جب راجہ موتا ہے تو یہ سب بھی اس کے ساتھ اس دن آگ میں جل جاتے ہیں۔ اس قسم کے متعدد واقع ہمارے سیاح نے بیان کئے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ یہاں بارش زیادہ ہوتی ہے۔ اور اسی پر یہاں کی کھیتی کا مدار ہے۔ (۱۲۶)۔ پھر وہ بھکشو یعنی بودھے فقیروں کا ذکر کرتا ہے جو ننگے بدن سر اور بدن کے بال بڑھائے اور ناخن بڑھائے گلوں میں انسانی کھوپڑیوں کا مالا پہنتے۔ دیس دیس پھرتے دھتے ہیں۔ جب ان کو بھوک لگتی ہے تو کسی کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ (۱۲۷)۔ ساتھ ہی اُس نے جنوبی ہند کی دیوداسیوں کا بھی تذکرہ کیا ہے (۱۲۸)۔ اس کے بعد ملتان کے مشہور بت کا حال لکھا ہے، پھر ناریل والے ملک کا ذکر کرتا ہے اور اُس کی تجارت کا حال بیان کرتا ہے اور آخر میں کہتا ہے کہ وہ ہندوستان کے راجہ کانوں میں سونے کے بالے جن میں بڑے بڑے قیمتی موتی ہوتے ہیں پہنتے ہیں، اور گلے میں مالا پہنتے ہیں۔ جن میں بیش قیمت جواہرات ہوتے ہیں۔ اور یہی موتی اور جواہرات ان کی دولت اور خزانہ ہیں اور اسی طرح درجہ بدرجہ فوجوں کے سپہ سالار اور افسر بھی اسی قسم کے زیور پہنتے ہیں۔

میں ملتا ہے - اور مسعودی سیاح سنہ ۳۰۰ھ میں سیراف میں اس سے ملا تھا - یہ بھی ایک عرب تاجر تھا - اس نے سلیمان تاجر کے سفرنامہ کو پڑھکر اس کے ۲۵، ۳۰ برس کے بعد اس کا تذکرہ لکھا ہے - وہ بھی سیراف اور ہندوستان اور چین کے درمیان دریائی تجارتی سفر کیا کرتا تھا - وہ لکھتا ہے کہ وہ ہمارے زمانہ میں چین کے سیاسی انقلابات کے سبب سے وہاں سے اب لوگوں کے تجارتی کاروبار بند ہو گئے ہیں - اس نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ میں پہلا شخص ہوں جس نے یہ دریافت کیا کہ ہندوستان اور چین کا سمندر اوپر سے پھر کر بندر متوسط (میڈیٹیرینین) میں مل گیا ہے - (۸۸) - یہ سب سے پہلا عرب سیاح ہے جو جاوے کے بادشاہ مہراج کا ذکر کرتا ہے اور اس کے مقابل میں ملک قمار (راس کمار) کا نام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہاں کا راجہ مہراج کا ماتحت ہے اور یہاں بدکاری اور شراب دونوں منع ہیں - یہاں ان کا نام و نشان نہیں - (۹۴) - ہندوستان اور چین دونوں جگہ تفسیح کا عام اعتقاد اتنا پختہ ہے کہ لوگ جان دے دینا معمولی کام سمجھتے ہیں - (۱۰۱) - اور کہتا ہے کہ واجہہ رائے اور دوسرے راجاؤں میں کوئی کوئی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جان بوجھ کر اپنے کو آگ میں جلا دالتے ہیں - (۱۱۵) - یہاں راجہ بناتے وقت یہ کرتے ہیں کہ راجہ کے باروچی خانہ میں چاول پکائے جاتے ہیں اور تین سو چار سو آدمی اپنی خوشی سے آتے ہیں - راجہ کے

خلاصے ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں اور یاقوت نے معجم البلدان میں اور قزوینی نے آثارالبلاد میں دئے ہیں ، وہ دیکھے ہیں - اس نے ملتان کے بتخانہ کا مفصل تذکرہ کیا ہے - اسی طرح مدراس کی پیداوار اور مصنوعات کا ذکر کیا ہے - غالباً یہ پہلا عرب سیاح ہے جو ہندوستان میں خشکی کے راستے سے داخل ہوا -

۵ - بزرگ بن شہر یار سنہ ۳۰۰ھ

یہ ایک جہازراں تھا جو اپنے جہازات عراق کی بندرگاہ سے ہندوستان کے ساحلوں اور جزیروں سے لے کر چین اور جاپان تک لے جانا اور لے آتا تھا - اس نے عجائب الہند کے نام سے اپنے اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے دریائی مشاہدات عربی میں قلم بند کئے ہیں جن میں جنوبی ہند اور گجرات کے متفرق واقعات ملتے ہیں - ان میں سب سے اہم واقعہ ایک ہندو راجہ کا قرآن کا ہندی میں ترجمہ کراکر سننا ہے - اس نے ہندوستان کے شہروں میں سے کولم ، کلہ ، کشمیر زیریں (پنجاب) ، صیمور (چیمور) ، سوہارہ ، تھتھہ ، تھانہ ، مانکیر (مہانگر) ولہہ رائے کی (اجدھانی) اور سیلون کا نام لیا ہے - یہاں کے جوگدووں ان کی ریاضتوں ، اور اپنے آپ کو مار ڈالنے اور جلا ڈالنے کے بہمت سے قصے لکھے ہیں - اس کتاب میں عجیب بات یہ ہے کہ جابجا تاجروں اور سوداگروں کے لئے ہنیاہ کا لفظ استعمال کیا ہے جو صریحاً ہندی لفظ ہنیا ہے - اس زمانہ میں

یہاں امیر لوگ آدمی کی گردن پر سوار ہوتے ہیں - اس کے ہاتھ میں چترہ (چھتر) ہوتا ہے - جس میں مور کے پر لگے ہوتے ہیں“ (۱۴۵) -

اس سیاح کو یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ یہاں دو آدمی بھی ایک ساتھ مل کر نہیں کھاتے ، اور نہ ایک دسترخوان پر کھاتے ہیں ، اور اس کو برا عیب سمجھتے ہیں - راجاؤں اور امیروں کے یہاں یہ دستور ہے کہ ناریل کی چھال کا تھالی سا کوئی برتن روز بنتا ہے اور وہ ہر ایک کے سامنے رکھا جاتا ہے - کھانے کے بعد جھوٹا کھانا مع اس چھال کی تھالی کے پھیک دیا جاتا ہے“ (۱۶۴) - وہ یہ بھی شہادت دیتا ہے کہ ”یہاں کے اکثر راجا اپنی رانیوں کو پردہ نہیں کراتے ، جو بھی ان کے دربار میں جائے وہ ان کو دیکھ سکتا ہے“ (۱۶۷) -

۲- ابودلف مسعر بن مہملہل یزبوعی سنہ ۳۳۱ھ

یہ بڑا عرب سیاح ہے - اس کا زمانہ سنہ ۳۳۱ھ سے سنہ ۳۷۷ھ تک یقیناً ثابت ہے - یہ بغداد سے ترکستان آیا اور شاہ بخارا ، نصر سامانی المتوفی سنہ ۳۳۱ھ سے ملا - وہاں سے ایک چینی سفیر کے ساتھ چین روانہ ہو گیا - پھر چین سے نکل کر ترکستان ، کابل ، تبت ، اور کشمیر ہو کر ملتان ، سندھ اور ہندوستان کے جنوبی سواحل (کولم) تک پہنچا - اس کی کتاب کا کچھہ تکرہ برلن میں سنہ ۱۸۴۵ع میں لاطینی ترجمہ کے ساتھ چھپا ہے مگر میری نظر سے نہیں گذرا ہے - البتہ کچھہ اس کے

تمام دنیا کی قوموں کی اجمالی تاریخ ہے ، منجملہ اس کے ہندوستان بھی ہے - اس نے دریاؤں کے حالات بہت مفصل لکھے ہیں - اس کے بیان سے یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح آج جہازوں کمپنیوں اور ان کے جہازات کے نام ہوتے ہیں اسی طرح جہازوں کے مالکوں کی نسبت سے بھائیوں اور بیٹوں اینڈ برادرز اینڈ سنز کے طریقہ سے ان جہازوں کے نام بھی رکھے جاتے تھے جو بحر ہند میں آتے جاتے تھے - اس نے سب سے پہلے دریائے رائد (راوی) اور گنگا کا اور پنجاب کے پانچوں دریاؤں کا بار بار نام لیا ہے (۳۷۲) ، اور یہ بتایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کہاں کہاں سے نکلا ہے - قنوج جو مشہور قنوج کے علاوہ سندھ میں واقع تھا اور جس کے راجہ برورہ کے نام سے مشہور تھے اس کا ذکر کیا ہے اور اس کا موقع بتایا ہے - یہ لکھا ہے کہ دد تبت کے پہاڑوں سے زیادہ بڑے پہاڑ نہیں دیکھے “ - (۳۸۹) - ان پہاڑوں سے ظاہر ہے کہ کوہ ہمالیہ مراد ہے - یہ بھی لکھا ہے کہ دد ہندوستان میں بہت سی بولیاں بولی جاتی ہیں “ (۳۸۱ - ۱۹۳) - عجیب بات یہ ہے کہ اس نے قندھار کو دھبوت (راجپوتوں) کا ملک بتایا ہے (۳۷۲) - کہنبایت میں وہ سنہ ۳۰۳ھ میں پہنچا تھا - وہ اس وقت راجہ ولبہہ رائے کے ماتحت ایک برہمن بنیا (۹) کے زیر حکومت تھا - (۲۵۴) - ملتان سنہ ۳۰۰ھ کے بعد اپنا پہچنا وہ ظاہر کرنا ہے اور وہاں کے مسلمان عرب بادشاہ اور وزراء کے نام بتانا ہے - (۳۷۹)

چھوٹی کشتی کو عرب ملاح بارجہ کہتے تھے - یہ لفظ ہندی لفظ 'دہ بیڑا' ہے - اس کی عربی جمع بوارج ہے - مگر اس کتاب میں بوارج کا لفظ دریائی قاکوں کے لئے بھی بار بار بولا گیا ہے - ہندول دولی اور دولہ کے معنی میں اور بلنج پلنگ کے معنی میں اس میں استعمال ہوا ہے - ہندوں کے چھوت چھات کا بھی اس میں ذکر ہے - (۱۱۸) -

کتاب سنہ ۱۸۸۶ع میں لیڈن میں چھپی ہے - اس کا فرنچ ترجمہ تو اسی کے ساتھ شائع ہوا ہے مگر انگریزی ابھی اسی مہینہ میں چھپ کر نکلا ہے -

۶ - مسعودی سنہ ۳۰۳ھ

مسعودی جس کا نام ابوالحسن علی تھا ایک بلند پایہ مؤرخ، جغرافیہ نویس اور سیاح کی حیثیت سے مشہور ہے - اس نے اپنی عمر کے پچیس برس سیر و سیاحت میں بسر کئے - اس نے اپنے وطن بغداد سے سفر شروع کیا اور عراق و شام و آرمینیا، روم (ایشیائے کوچک)، افریقہ، سودان، زنگ کے علاوہ چین، تبت، ہندوستان اور سرانڈیپ کا سفر کیا - اور تری میں اس نے ہندوستان، چین، عرب، حبش، فارس، روم کے دریاؤں کی سیر کی - اس کی متعدد ضخیم کتابوں میں سے صرف دو تاریخی کتابیں موجود ہیں، ایک کتاب التنبیہ و الاشراف ہے جو مختصر ہے، دوسری اس سے بڑی ہے اس کا نام 'دہ مروج الذهب و معادن الجواهر' ہے - یہ دوسری کتاب زیادہ پر معلومات ہے - یہ گویا اسلام کی تاریخ ہے - مگر اس کے مقدمہ میں

۸ - ابن حوقل سنہ ۳۳۱ ھ (سنہ ۹۴۳ ع) سنہ ۳۵۸ ھ

(سنہ ۹۷۹ ع)

یہ بغداد کا ایک تاجر تھا - سنہ ۳۳۱ ھ مطابق سنہ ۹۴۳ ع کو اس نے بغداد چھوڑا ، اور یورپ ، افریقہ اور ایشیا کے ملکوں کا سفر کیا - اسپین اور سسائی سے لے کر ہندوستان تک کی زمین اس نے چھان ماری - اس نے بھی ملکوں کے نقشے تیار کئے مگر انسوس ہے کہ اس کے مطبوعہ نسخہ میں یہ نقشے نہیں دئے ہیں - مگر الیٹ صاحب نے اس کا ایک قلمی ناقص نسخہ شاہ آودھ کے کتب خانہ میں دیکھا تھا - اس نسخہ سے انہوں نے اپنی کتاب میں سندھ کا وہ نقشہ لکا دیا ہے جو ان کو ابن حوقل کے اس قلمی نسخہ میں ملا تھا - یہ نقشہ غلط غلط ہونے پر بھی غالباً ہندوستان کے کسی صوبہ کا پہلا جغرافیہ نقشہ ہے جو دنیا میں تیار ہوا - اس نقشہ میں گجرات سے لے کر سیستان تک کی آبادیوں کا متعل وقوع دکھایا ہے - یہ پہلا عرب سیاح اور جغرافیہ نویس ہے جس کی کتاب میں ہندوستان کی پوری لمبائی چوڑائی بتانے کی کوشش کی گئی ہے - کہتا ہے ”ہندوستان کے ملک میں سندھ ، کشمیر اور تبت کا حصہ داخل ہے“ (۹) - ”ہندوستان کی سر زمین کے پورب فارس کا دریا ہے اور اس کے پچھم اور دکھن اسلامی ملک ہیں اور اس کے اتر میں چین ہے“ (۱۰) - ”ہندوستان کی سرزمین کی لمبائی مکران سے منصورہ ، بدھ اور تمام صوبہ سندھ سے

مسعودی نے اپنی کتاب مزوج الذهب سنہ ۳۳۲ھ میں سیر و سیاحت ختم کرنے کے بعد لکھی ہے - پیرس میں نو جلدوں میں یہ کتاب فرنیچ ترجمہ کے ساتھ شائع ہوئی اور مصر میں کئی دفعہ شائع ہو چکی ہے -

۷ - اصطخری سنہ ۳۲۰ھ

ابو اسحاق ابراہیم بن محمد فارسی مشہور اصطخری کے نام سے ہے - بغداد کے محلہ کرخ کا رہنے والا تھا - بہت بڑا سیاح تھا - ایشیا کے اکثر ملکوں کی سیاحت کی تھی - جغرافیہ میں اس کی دو کتابیں ہیں کتاب الاقالیم اور کتاب مسالک الممالک - پہلی کتاب سنہ ۱۸۳۹ع میں گوتھا میں اور دوسری کتاب سنہ ۱۸۷۰ع میں لیڈن میں چھپی ہے - اس میں عرب اور ایران کے بعد ماوراء النہر ، کابلستان ، سندھ اور ہندوستان کا ذکر ہے - بحر ہند کا جس کو وہ بحر فارس کہتا ہے مفصل تذکرہ کیا ہے - وہ ہندوستان سنہ ۳۲۰ھ (سنہ ۹۵۱ع) میں آیا تھا - وہ اپنے ہم عصر سیاح ابن حوقل سے یہیں ملا تھا - اس نے بوی ولجہ رائے کے شہر مہانگر کا تذکرہ کیا ہے - لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس سلطنت کے ٹکڑے ہو چکے تھے - لکھتا ہے کہ اس کے ماتحت بہت سے راجہ ہیں - اس کے علاوہ ملتان ، منصورہ ، سمند ، الور ، دریائے سندھ کا ذکر کیا ہے - اس کا کارنامہ صرف ملکوں کا حال لکھنا نہیں بلکہ دنیا کا نقشہ تیار کرنا ہے جس میں سندھ کا نقشہ بھی ہے -

۱ - البیرونی سنہ ۴۰۰ھ

کتاب الہند کے مصنف سے لوگ اس قدر واقف ہیں کہ اس کا حال بیان کرنے کی ضرورت نہیں ، صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ البیرونی جو اصل میں خوارزم (خیمو) کا رہنے والا تھا وہ جب ہندوستان آیا تو محمود غزنوی کے حملے غالباً شروع نہیں ہوئے تھے - مگر اس نے اپنی کتاب محمود کے دو برس بعد لکھی ہے - اس نے کتاب الہند کے علاوہ اور بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں سے قانون مسعودی خاص ذکر کے قابل ہے جو اب تک چھپی نہیں - اُس میں ہندوستان کے بہت سے شہروں کے نام لکھے ہیں - اور ان کا طول بلد اور عرض بلد مقرر کیا ہے -

کتاب الہند کی اصل عربی پھر اس کا انگریزی اور ہندی ترجمہ تک شائع ہو چکا ہے - اس میں ہندوستان کا پورا جغرافیہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے -

۱۱ - ابن بطوطہ سنہ ۷۷۹ھ (سنہ ۱۳۷۷ ع)

یہ سیاح مراکش کا باشندہ تھا اور محمد تغلق کے زمانہ میں ہندوستان آیا تھا اور اس کے چپہ چپہ کو اُس نے دیکھا تھا - اس نے اپنے سفرنامہ عجائب الاسفار میں جس خوبی سے اپنے مشاہدات کا ذکر کیا ہے وہ کہانی سب کو معلوم ہے - ہمارے لئے اس کے بیان کا سب سے

لے کر یہاں تک کہ قنوج تک ختم ہو ، پھر اس سے آگے بڑھ کر تبت تک چار مہینوں کا راستہ ہے ، چوڑائی فارس کے دریا سے لے کر قنوج تک تین مہینوں کا راستہ ہے ” - یہ بیان کتنا ہی ناقص ہو مگر ہندوستان کی حد بندی کی یہ پہلی کوشش ہے -

۹ - بشاری مقدسی سنہ ۳۷۵ ھ

شمس الدین محمد بن احمد بشاری شام کے ملک میں بیت المقدس کا رہنے والا تھا - اس نے اپنی کتاب سنہ ۳۷۵ ھ میں ختم کی ہے - اس نے صرف اپنے زمانہ کی دنیائے اسلام کا سفر کیا ، ہندوستان بھی آیا مگر سندھ سے آگے نہیں بڑھا - اس کی کتاب کی خاص خصوصیت ملکوں کے نقشے تھے مگر وہ مطبوعہ کتاب میں نہیں - اس کی کتاب کا نام ” احسن التقاسیم فی معرفة الاقالیم ” ہے - کتاب کا آخری باب سندھ پر ہے - ہمارے سامنے اس کا وہ نسخہ ہے جو دوسری دفعہ سنہ ۱۹۰۶ء میں لیڈن میں چھپا ہے -

مقدسی کی کتاب کی ایک اور خاص بات ہے کہ اس نے ملک کی تقسیم صوبوں پر اور صوبوں کی شہروں پر کی ہے پھر ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا ہے اور ہر جگہ کی تجارت ، پیداوار ، صنعت ، مذاہب اور سکون کا حال لکھا ہے - اس لئے اس کتاب کو خاص اہمیت حاصل ہے - اس طرح سندھ کا حال اس نے ۱۴ صفحات میں لکھا ہے -

ادریسی کے مختلف ٹکڑے اور نہایت الارب کی ۵ جلدیں اور مسالک الابرار کی صرف ایک ایک جلد مصر میں چھپی ہے - ان سب میں ہندوستان کا کچھ نہ کچھ حال ہے - اگر ان تمام کتابوں سے ہندوستان کے متعلقہ حالات و بیانات کو یکجا کر دیا جائے تو الہیت صاحب کے ادھورے کام کی تکمیل ہو جائے اور قرون وسطیٰ کے ہندوستان کے متعلق بہت سے نئے معلومات ہمارے سامنے آجائیں - اس کا افسوس ہے کہ یورپین مؤرخوں نے قدیم ہندوستان کے بیان میں یونانی بیانات کو جو اہمیت دی ہے اور اُس کی بال کی کھال نکالنے اور جھوٹ کو سچ کر دکھانے اور ایک ایک نام کی تطبیق و تحقیق میں جو محنت کی ہے اگر اس کا کچھ حصہ عربوں کے بیانات پر بھی وہ صرف کرتے تو یونانی اور فارسی تاریخوں کے درمیان جو چند صدیوں کا غار رہ جاتا ہے وہ بہت کچھ پتہ جاتا -

اہم حصہ جنوبی ہند کے اُس وقت کے حالات ہیں جب مسلمانوں نے اُس کو فتح نہیں کیا تھا -

۱۲ - دوسرے مورخین اور جغرافیہ نویس

اوپر کی سطروں میں صرف اُن صاحبوں کا میں نے ذکر کیا ہے جو ہندوستان خود آئے - مگر ان کے علاوہ بہت سے ایسے عرب جغرافیہ نویس یا ایسے عرب مؤرخ ہیں جنہوں نے ہندوستان کا حال لکھا ہے ، جن میں سے ایک ابن رستہ (سنہ ۲۹۰ھ) ، دوسرا قدامہ بن جعفر (سنہ ۲۹۹ھ) ، پھر بلاذری (سنہ ۲۷۹ھ تا ۸۹۲ع) ہے جس کی فتوح البلدان بہت قیمتی کتاب ہے ، نیز ابن ندیم بغدادی (سنہ ۳۷۰ھ) کی کتاب الفہرست -

یہ تو شروع کے لوگ ہیں اور آخر کے لوگوں میں صوفی دمشقی (سنہ ۷۲۸ھ سنہ ۱۳۲۶ع) ہے ، جس کی کتاب عجائب البر والبحر ہے ، سسلی کا عرب جغرافیہ نویس ادریسی (سنہ ۵۹۰ھ سنہ ۱۱۶۵ع) ہے ، ایران کا زکریا قزوینی (سنہ ۹۸۲ھ سنہ ۱۲۸۳ع) ہے ، جس کی کتاب آثار البلاد ہے ، ابوالفدا (سنہ ۷۳۲ھ سنہ ۱۳۳۱ع) جس کی کتاب تقویم البلدان ہے ، یاقوت (سنہ ۶۲۷ھ سنہ ۱۲۲۹ع) جس کی ضخیم کتاب معجم البلدان ہے ، مصر کا نویری (سنہ ۷۳۳ھ سنہ ۱۳۳۱ع) ہے جس کی کتاب نہایۃ العرب فی فنون الادب ہے ، اور شہاب الدین عمری (سنہ ۷۴۸ھ سنہ ۱۳۴۶ع) جس کی کتاب کا نام مسالک الاصبار و ممالک الامصار ہے -

نک آتے جاتے دیکھتے ہیں - اس وقت ہمارے پاس دنیا کی بین الاقوامی تاریخ کی سب سے پرانی کتاب نوراۃ ہے - اس میں حضرت ابراہیم کی دو ہی نسل بعد حضرت یوسف کے زمانہ میں ہم اس تجارتی قافلہ کو اسی راستہ سے گذرتے ہوئے پاتے ہیں - اور یہ دھبی کارواں ہے جو حضرت یوسف کو مصر پہنچاتا ہے - (پیدائش ۳۷ : ۲۵) - اس راستہ کا ذکر یونانی مؤرخوں نے بھی کیا ہے - الغرض حضرت یوسف کے عہد سے لیکر مارکوپولو اور واسکو ڈی گاما کے زمانہ تک ہندوستان کی تجارت کے مالک عرب ہی تھے - (۱)

یونانیوں نے جب مصر پر قبضہ کر لیا تو انہوں نے اس تجارت کو براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لیا ، کیونکہ مصر سے شام تک کا راستہ اُن کے لئے پر امن تھا ، اور اس طرح عربوں کی تجارت کی وہ پہلی روزی باقی نہیں رہی - انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا ”عرب“ کا مضمون نگار لکھتا ہے :

”جنوبی مغربی عرب (حضرموت اور یمن) کی خیر و برکت کا سب سے بڑا سبب اس زمانہ میں یہہ تھا کہ مصر اور ہندوستان کے درمیان کا تجارتی سامان پہلے سمندر کی راہ سے یہاں آتا تھا اور پھر خشکی کی راہ سے مغربی ساحل پر جاتا تھا - یہ تجارت اس زمانہ

تجارتی تعلقات

عربوں کا ملک تین طرف سے سمندروں سے گھرا ہے - ملک میں آبادی کے مطابق کافی سرسبز اور شادابی بھی نہیں - ایسا ملک قدرتی طور سے تجارتی ہوگا - پورے خوش قسمتی سے اُس کی چاروں طرف دنیا کے بڑے بڑے ملک واقع ہیں - ایک طرف عراق ، دوسری طرف شام ، تیسری طرف مصر اور افریقہ ، سامنے ہندوستان ، ایک رخ پر ایران - ان تمام ملکوں سے عربوں کے براہ راست پرانے تعلقات تھے - یہاں ہم کو صرف ہندوستان سے بحث ہے - بحریں ، عمان ، حضرموت ، یمن ، حجاز ، یہ مقامات ہیں جو بحر احمر ، بحر ہند ، اور خلیج فارس پر آباد ہیں ، اور قدرۃ انہیں کو اس بحری تجارت کا موقع حاصل تھا - اُس سے پہلے عربوں کی ہندوستانی بحری آمد و رفت کا نقشہ دکھایا گیا ہے کہ ہندوستان کے ساحل سے جہازات چل کر یمن کی بندرگاہ میں پہنچتے تھے اور وہاں سے اُن کا سامان اونٹوں پر لدکر خشکی کے راستہ سے بحر احمر کے کنارے کنارے شام اور مصر آتا تھا اور وہاں سے بحر روم ہوکر یورپ چلا جاتا تھا -

ہم کو جب سے دنیا کے تجارتی حالات کا علم ہے ہم عربوں کو کار و بار میں مصروف پاتے ہیں - اور اسی راستہ سے اُن کے قافلوں اور کاروانوں کو شام اور مصر

اس قسم کے اور دوسرے بیانات سے بھی یہ ثابت ہے کہ عرب اس زمانہ میں بالکل مت نہیں گئے بلکہ یونانیوں کے ساتھ ساتھ ان کا کام بھی باقی رہا - (۱)

ہندوستان اور عرب کا دوسرا راستہ جو خلیج فارس کے ذریعہ تھا وہ ہمیشہ کھلا رہا اور سواحل کے پارسی اور عرب خشکی اور تری سے ہمیشہ اپنا سامان لاتے اور لے جاتے رہے - وہ ہندوستان کے پورے ساحلی مقامات اور بکر ہند کے ایک ایک جزیرہ کو دیکھتے بھالتے بنگال اور آسام ہو کر چین کو چلے جاتے آتے اور پھر وہاں سے اسی راستہ سے واپس آجاتے تھے -

یورپ اور ہندوستان کا راستہ نہایت اہم تھا اور ہے ، اور اسی کے ذریعہ تاریخ میں بڑے بڑے انقلابات ہوئے ہیں - گذر چکا ہے کہ یہ راستہ پہلے خالص عربوں کے ہاتھوں میں تھا ، جب یونانیوں نے حضرت مسیح سے تقریباً ۳ سو برس پہلے مصر پر قبضہ کیا ، تو وہ اس دریائی شاہراہ پر قابض ہو گئے - حضرت مسیح کے ۶ سو برس بعد جب اسلام آیا اور عربوں نے عروج پایا تو چھٹی صدی مسیحی میں وہ مصر سے لے کر اسپین تک چھا گئے اور ساتھ ہی بکر روم پر بھی وہ قبضہ پا گئے اور بکر روم کے اہم جزیروں کریٹ اور سائپرس وغیرہ کو بھی انہوں نے اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا -

(۱) الفسٹن صاحب کی یہی بھی تحقیق ہے - دیکھو ان کی تاریخ ہند

میں بعد ہو گئی ، کیونکہ مصر کے بطلموسی بادشاہوں نے ہندوستان سے اسکندریہ تک براہ راست ایک راستہ بنا لیا ۴۴ - (۱)

معلوم ہوتا ہے کہ اس مقصد کے لئے یونانیوں نے جزیرہ سقططہ پر قبضہ کر کے وہاں نوآبادی قائم کر لی تھی جس کی یادگار مسلمان عرب جہازرانوں کو وہاں بعد کو بھی نظر آئی - (۲)

مگر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تجارت بالکلیہ یونانیوں کے ہاتھوں میں نہیں چلی گئی کیونکہ حضرت مسیح سے دو صدی پہلے آگاہرشیدس یونانی مؤرخ بیان کرتا ہے کہ ”جہازات ہندوستان کے ساحل سے سبا (یمن) آتے ہیں اور وہاں سے مصر پہنچتے ہیں“ - (۳)

اسی طرح آرٹی میڈروس جو مسیح سے ۱۰۰ برس پہلے تھا وہ کہتا ہے ”سبا (یمن کی ایک قوم) اس پاس کے لوگوں سے تجارتی اسباب خریدتے ہیں اور وہ اپنے ہمسایوں کو دیتے ہیں اور اسی طرح دست بدست وہ سباب شام اور جزیرہ تک پہنچ جاتا ہے - (۴)

(۱) طبع گیارہواں جلد ۲ ص ۲۶۴ -

(۲) سفر نامہ ابوزید ص ۱۳۴ طبع پیرس -

(۳) الفہست کی تاریخ ہند جلد اول صفحہ ۱۸۲ سنہ ۱۹۱۶ء -

(۱) ڈنکر Duncker کی تاریخ قدیم (History of Antiquities) جلد اول

تمام جزائر ہند اور سواحل کی تجارت اہل یورپ کے ہاتھ میں آگئی۔ مدراس کے عرب تاجروں کو جن کو موپلا کہتے ہیں جو اُس وقت ہندوستان کے اُس گوشہ اور جزیروں کی تجارت کے مالک تھے ان کے جہازوں کو ہر طرح تباہ و برباد کر دیا گیا۔

اس کے بعد بھی بھر روم کے قریبتر راستہ کی ملکیت کا خیال اہل یورپ کے دل سے دور نہیں ہوا، چنانچہ اس کو اور قریبتر کرنے کے لئے بھر احمر (ریڈ سی) اور بھر روم کے درمیان کی پتلی خشکی کھود کر نہر سویز نکالی گئی، اور پھر مصر اور سویز پر قبضہ ضروری خیال کیا گیا، تاکہ یورپ اور ہندوستان کا یہہ اہم تاریخی راستہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے۔

یہہ وہ واقعات ہیں جو ہندوستان اور اُس کے جزائر پر یورپین قوموں کے تاجروں کی آمد و رفت کے سلسلہ میں ہندوستان کی ہر تاریخ میں لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ ان واقعات سے عربوں اور ہندوؤں کے تجارتی تعلقات کی تاریخ کے مختلف دور نمایاں ہوتے ہیں۔

ہندوستان اور عرب کا دوسرا تجارتی راستہ جس کا تعلق خلیج فارس سے تھا وہ بدستور عربوں کے ہاتھوں میں ہمیشہ نظر آتا رہا ہے۔ البتہ عمان، حضرموت، اور عراق میں مختلف سلطنتوں کے ادلے بدلے اور بندرگاہوں کے ٹوٹنے اور بننے سے تجارتی مرکز اِس شہر سے

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں تجارت اور سوداگری کی یہ سب سے بڑی سڑک عربوں کے ہاتھ میں آگئی اور صدیوں تک وہ اس پر قابض رہے - چودھویں صدی عیسوی میں یورپ کی عیسائی قوموں نے عربوں کو رومی سرزمینوں سے نکالنے کی پوری کوشش کی مگر عین اس وقت جب وہ اسپین اور شمالی افریقہ میں کامیاب ہو رہے تھے اور راستہ کو صاف کر رہے تھے کہ ایشیائے کوچک سے ترکوں نے سر نکالا اور پھر بھر روم کا یہ راستہ مسلمانوں ہی کے پاس رہ گیا - اس وقت نے یورپ کی قوموں کو مجبور کیا کہ وہ ہندوستان کا کوئی دوسرا راستہ پیدا کریں - اسی کوشش کا نتیجہ ہے کہ شمالی افریقہ اور بھر روم کو چھوڑ کر جنوبی افریقہ کے راستہ سے ہندوستان کا سراغ لگایا گیا - اس راستہ میں قچ اور پرتگال اور بعد کو انگریز اور فرانسیسی بھی شریک ہو گئے اور ہندوستان کی وہ تجارت جو عربوں کے ہاتھوں میں تھی اس کو ان سے لے بھڑ کر چھیننے لگے - اس کشمکش میں اہل مغرب اور اہل مشرق کی ایک سخت دریائی جنگ بھی ہندوستان کے سواحل پر ہوئی - اس جنگ میں مشرق کو شکست ہوئی اور یہی شکست اہل مشرق کی تمام آئندہ شکستوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی - اس جنگ میں مصری عربی اور دکن کی مختلف ہندو اور مسلمان سلطنتوں کے جنگی جہازوں کے بیڑے ایک ساتھ مل کر یورپین جہازوں کی قوموں کے جہازوں سے لڑتے تھے - اس شکست کا یہ نتیجہ ہوا کہ تقریباً اس زمانہ سے آج تک

عراق کی فتح کے بعد حضرت عمر کو فکر ہوئی کہ عراق کی یہہ بندرگاہ بھی عربوں کے قبضہ میں آئے ، چنانچہ سنہ ۱۴ ھ میں آپ نے اُس پر قبضہ کرنے کا حکم دیا اور لکھا کہ ”اس کو مسلمانوں کا تجارتی شہر (قیروان یعنی کاروان) بنا دیا جائے“ (۱) - چنانچہ اُس وقت سے لے کر سنہ ۲۵۶ ھ تک یہہ بندرگاہ قائم رہی (۲) - رنگون کی لڑائی میں سنہ ۲۵۶ ھ میں یہہ تباہ ہو گئی - عراق کی دوسری مشہور بندرگاہ بصرہ کے نام سے سنہ ۱۴ ھ ہی میں عربوں نے بنالی تھی مگر وہ اُبلہ کی تجارتی حیثیت کو فنا نہ کر سکا - اور اُس کی وجہ غالباً یہ ہوئی کہ بصرہ خالص تجارتی مرکز ہونے کے بجائے عربوں کا جنگی اور سیاسی مرکز زیادہ بن گیا - مگر اُس پر بھی ہندوستان ، چین ، اور حبشہ کی تجارت کا رخ رفتہ رفتہ اُدھر مڑنے لگا ، اور اُس نے سیاسی انقلابات کے باوجود بڑی رونق حاصل کر لی ، خصوصاً پہلی صدی ہجری کے آخر میں سندھ پر عربوں کے قبضہ ہو جانے کے سبب سے یہہ ہندوستان کی آمد و رفت کا مرکز بن گیا - کشتیوں اور جہازوں کے داخلہ کا محصول اُس قدر بڑھ گیا تھا کہ وہ بغداد کی خلافت کا بڑا مالیہ ہو گیا - آخر میں سنہ ۳۰۶ ھ میں مقتدر باللہ کے زمانہ میں اُس کی سالانہ میزان ۲۲۵۷۵ دینار رہ گئی تھی -

(۱) معجم البلدان یا قوت جلد ۲ صفحہ ۱۹۶ (مصر) -

(۲) تاریخ بصرہ الاعظمی (بغداد) حاشیہ صفحہ ۱۱ -

اُس شہر یا اُس بندرگاہ سے اُس بندرگاہ میں منتقل ہوتا رہا -

بندرگاہ اُبلہ

عربوں کے سنہ ۱۲ھ میں عراق پر قبضہ کرنے سے پہلے ایرانیوں کے زمانہ میں ہندوستان کے لئے اخلیج فارس کا سب سے بڑا اور مشہور بندرگاہ اُبلہ تھا جو بصرہ کے قریب واقع تھا - اُبلہ سے ہندوستان کی تجارتی آمد و رفت اس کثرت سے تھی کہ اہل عرب اُبلہ کو ہندوستان ہی کا ایک تکرر سمجھتے تھے - چین اور ہندوستان سے آنے والے جہازات یہیں ٹھہرتے تھے اور یہیں سے روانہ ہوتے تھے - (۱)

ہندوستان کے بیوپار اور پیداوار کو عربوں کی نگاہ میں جو اہمیت حاصل تھی اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ حضرت عمر نے ایک عرب سیاح سے پوچھا کہ ہندوستان کے متعلق تمہاری رائے کیا ہے ؟ اس نے تین مختصر فقرہ میں اس بلاغت کا جواب دیا جس سے زیادہ بلیغ کوئی جواب نہیں ہو سکتا - اس نے کہا ”بصرہا در و جبلہا یاقوت و شجرہا عطر“ اُس کے دریا موتی ہیں ، اُس کے پہاڑ یاقوت ہیں ، اور اُس کے درخت عطر ہیں - (۲)

(۱) ابلہ کے حالات کے لئے دیکھو الاخبار الطوال ابو حنیفہ دینوری سنہ ۲۲۸ھ

صفحہ ۱۳۳ (لیڈن) و معجم البلدان یاقوت رومی ج ۱ ص ۸۸ و ج ۲ ص ۱۹۶ -

(مصر) ، تاریخ بصرہ نعمان اعظمی (بغداد) حاشیہ ص ۱۱ -

(۲) الاخبار الطوال دینوری ص ۳۲۶ (لیڈن) -

ہیں ، ایک ایک گھر کی قیمت ایک ایک لاکھ دوہم سے زیادہ ہے ” - (۱)

اسی زمانہ کے قریب اصطخری نے اس کو دیکھا تھا - کہتا ہے : ” یہہ بڑائی میں شیراز کے برابر ہے ، اس کی عمارت سال کی لکڑی کی ہے - یہہ لکڑی زنگستان افریقہ سے دریا کی راہ سے آتی ہے - دریا کے کنارے کئی کئی منزلوں کے مکانات ہیں - یہاں کے باشندے عمارت پر بڑی رقم خرچ کرتے ہیں یہاں تک کہ ایک ایک تاجر ۳۰ ، ۳۰ ہزار اشرفی ایک ایک مکان پر خرچ کرتا ہے ، سامنے باغ ہوتے ہیں ، پانی پہاڑ سے آتا ہے ” - (۲)

بشاری کا بیان ہے کہ دیلمیوں کی سلطنت کے کسی انقلاب سے اور زلزلہ کے سبب سے سنہ ۳۶۶ھ میں وہ برباد ہو گیا تھا - اس کے بعد لوگوں نے اس کو پھر آباد کرنا چاہا (۳) ، اور کیا بھی ، اور کچھ روز اور اس کو کامیابی حاصل بھی ہوئی - یاقوت حموی نے چھٹی صدی ہجری کے آخر میں اس کو دیکھا تھا - اس کا بیان ہے کہ وہ اس زمانہ میں وہاں ٹوٹے پھوٹے پرانے نشانات کے سوا کچھ نہیں - کچھ غریب غربا وہاں آباد ہیں ، اور اس کی بربادی کا

(۱) احسن التقاسیم (لیتین) ص ۲۲۶ -

(۲) بحوالہ معجم البلدان یاقوت جلد ۵ ص ۱۹۳ (مصر) -

(۳) احسن التقاسیم ص ۲۶۲ -

سیراف

ہندوستان کے لئے خلیج فارس کا اس کے بعد سب سے بڑی بندرگاہ سیراف ہوئی۔ یہہ بصرہ سے سات دن کی مسافت پر ایرانی حدود میں واقع تھی۔ تیسری صدی ہجری میں اس کے اقبال کا ستارہ طلوع ہوا، بڑے بڑے جہازانوں، بحری تاجروں اور دریائی سوداگروں کا مقام بن گیا۔ ہندوستان اور چین کو یہیں سے جہازات روانہ ہوتے تھے اور وہاں سے جو جہازات سامان لے کر آتے تھے وہ یہیں آتے تھے۔ تیسری صدی ہجری میں اس بندرگاہ کی جو کیفیت تھی اس کا حال ابوزید کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے ”یہ فارس کی بہت بڑی بندرگاہ ہے“ اور یہ بہت بڑا شہر ہے۔ جہاں تک نظر کام کرتی ہے اُس میں صرف عمارتوں کا سلسلہ نظر آتا ہے۔ اُس میں کھیتی یا زراعت خود نہیں ہوتی بلکہ سب چیزیں دریا کی راہ سے باہر سے آتی ہیں“ (۱)

چوتھی صدی ہجری کے بیچ میں بشاری مقدسی نے جب اس کو دیکھا ہے تو وہ اس کا یہ حال بیان کرتا ہے : ”میں نے یہاں کی عمارتوں سے زیادہ خوبصورت عمارتیں تمام اسلامی دنیا میں نہیں دیکھیں۔ یہ عمارتیں سال کی لکڑی اور اینٹوں کی بنی ہیں، نہایت بلند

نام بڑھ جاتے ہیں اور پھر آخر تک وہی قائم رہتے ہیں ، جن میں سے عربوں کے نزدیک خلیج فارس کے بعد سب سے پہلے بلوچستان کی بندرگاہ تیز ، پھر سندھ کی بندرگاہ دیبل تھا ، گجرات میں تھانہ ، کھنبایت ، سوہارہ ، جیمور ، مدراس میں کولمہلی ، ملیبار ، راس کمارہی (قمار) ، اس کے بعد یا جزائر میں چلے جاتے تھے یا بنگال ہو کر پھر وہاں سے قامرون (قامروپ یا کامروپ) یعنی آسام چلے جاتے تھے ، پھر وہاں سے چین - انہیں بندرگاہوں کے نام عربی جغرافیہوں میں آیا کرتے ہیں - ابن حوقل نے دسویں صدی عیسوی میں سندھ کی بندرگاہ دیبل کی نسبت لکھا ہے کہ یہ تجارت کی بہت بڑی مندی ہے اور یہاں مختلف قسم کی تجارتیں ہوتی ہیں - (۱)

دریائی تجارتی راستے

سلیمان تاجر تیسری صدی ہجری میں ان جہازوں کے راستے اس طرح بتاتا ہے کہ پہلے بصرہ اور عمان سے تمام سامان سیراف آ جاتا ہے ، اور یہاں سیراف میں وہ جہازوں پر لادا جاتا ہے ، اور یہیں سے پینے کا میتھا پانی ساتھ لے لیا جاتا ہے - یہاں سے لنگر اٹھا تو مستط آکر لنگر ڈالتے ہیں - یہاں سے پھر پینے کا پانی لیتے ہیں - اس کے بعد یہاں سے جہاز ہندوستان کو روانہ

سبب یہ ہوا کہ ابن عمیرہ نے جزیرہ قیس کو آباد کر کے اس کی اہمیت متادی -

قیس

قیس یا کیش - یہہ خلیج فارس میں عمان کے پاس ایک جزیرہ تھا - اس نے سیراف کو متاثر ہندوستان اور چین کی تجارت پر قبضہ کر لیا - اس کا حاکم عمان کا بادشاہ تھا - یاقوت نے چھٹی صدی ہجری میں جب اس کو دیکھا ہے تو یہہ چھوٹا سا جزیرہ ہندوستانی تجارت کی بدولت نہایت خوبصورت اور سرسبز و شاداب بن گیا تھا - ہندوستان کے تمام جہازات یہیں آکر ٹھہرتے تھے - اس جہازی آمد و رفت کا نتیجہ یہہ تھا کہ یاقوت کہتا ہے کہ وہ اس چھوٹے سے جزیرہ کے عرب حاکم کی قدر و منزلت ہندوستان کے راجاؤں میں بہت بڑی ہے ، کیونکہ اُس کے پاس جہاز اور کشتیاں بہت ہیں “ (۱) - قزوینی (سنہ ۹۸۶ھ) کہتا ہے کہ وہ قیس ہندوستان کی تجارت کی مندی اور اُس کے جہازات : بندر ہے - ہر عمدہ چیز جو ہندوستان میں ہوتی ہے وہ یہاں لائی جاتی ہے - “ (۲)

ہندوستان کی بندرگاہیں

ہندوستان کی بندرگاہوں کے نام ہم ان کو پہلی صدی ہجری سے ملنے شروع ہوتے ہیں اور تیسری صدی تک بکثرت

(۱) معجم البلدان یاقوت جلد ۷ ص ۱۲۶ (مصر) د ج ۵ ص ۱۹۳ -

(۲) آثار البلاد قزوینی مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۶۱ -

ابن خردادزبہ جو تیسری صدی کے شروع میں تھا جدہ کی تجارتی تعریف میں کہتا ہے کہ ”یہاں سندھ“ ہندوستان، زنجبار، حبشہ اور فارس کی چیزیں ملتی ہیں۔“ (۱) ساتھ ہی وہ بصرہ سے ہندوستان کے راستہ اور مسافتوں کی تفصیل اس طرح کرتا ہے -

بصرہ سے جزیرہ خارک	۵۰ فرسنگ
جزیرہ خارک سے جزیرہ لاوان	۸۰
جزیرہ لاوان سے جزیرہ ایرون	۷
جزیرہ ایرون سے جزیرہ خین	۷
جزیرہ خین سے جزیرہ کیش	۷
جزیرہ کیش سے جزیرہ ابن کاوان	۱۸
جزیرہ ابن کاوان سے جزیرہ هرمز	۷
جزیرہ هرمز سے ثارا	۷ دن کی راہ

کہتا ہے کہ یہی ثارا فارس اور سندھ کی حد فاصل ہے - یہاں سے جہاز دیبل روانہ ہوتا ہے -

ثارا سے دیبل	۸ دن کی راہ
دیبل سے دریائے سندھ کا دھانہ	۲ فرسنگ
دریائے سندھ سے اوتگین	۴ دن کا راستہ
کہتا ہے کہ اوتگین سے ہندوستان کی سرحد شروع ہوتی ہے -	
اوتگین سے کولی	۲ فرسنگ
کولی سے سندان	۵ دن ۱۸ فرسنگ

ہو جاتے ہیں ، اور ایک مہینہ میں کولم ملی پہنچتے ہیں ۔ یہاں سے چین جانے والے جہازات چین چلے جاتے ہیں ۔ کولم ملی جہازوں کے بنانے اور درست کرنے کا کارخانہ ہے ۔ اور یہاں سے میٹھا پانی بھی لے لیتے ہیں ۔ اس کا محصول چینی جہازوں سے ایک ہزار درہم اور دوسرے جہازوں سے دس دینار سے لے کر ایک دینار تک لیتے ہیں ۔ (۱)

سلیمان کے ۲۵ برس کے بعد ابوزید سیرافی بیان کرتا ہے : ” ہندوستان کے داہنے ہاتھ عمان کو جہاز پہنچتا ہے ۔ یہاں سے عدن ، عدن سے جدہ ، جدہ سے جار (شام کا ساحل) ، پھر قلزم ۔ یہاں سمندر ختم ہو جاتا ہے ۔ اس کے بعد بربر کے سواحل پر سمندر پھرتا ہے اور جشہ جاتا ہے ۔ سیراف والوں کے جہازات جب جدہ پہنچ جاتے ہیں تو یہاں سے آگے نہیں بڑھتے ۔ مصر جانے والے جہازات یہاں تیار رہتے ہیں ۔ سیراف کے جہازوں سے سامان اتار کر مصری جہازوں میں لادے جاتے ہیں ، اور وہ ان کو قلزم لے جاتے ہیں ۔ سیراف والے ہندوستان اور چین کے سمندروں سے زیادہ واقف ہیں ۔ اس کے علاوہ ہندوستان اور چین کی بحری تجارت میں جو نفع ہے وہ دریائے قلزم کی تجارت میں نہیں ۔ (۲)

(۱) سفرنامہ سلیمان تاجر ص ۱۵ ، پیوس سنہ ۱۸۱۱ء ص ۱۵ ، ۱۶ -

(۲) سفرنامہ ابوزید ص ۱۳۶ - پیوس سنہ ۱۸۱۱ء -

قوم ایسی تھی جو درمیانگی کا کام کرتی تھی - وہ اسلامی ملک میں اہل کتاب تھے اور یورپ سے یونانیوں ہی کے زمانہ سے آشنا تھے - طرابزند جو بصر اسود (بلیک سی) کے ساحل پر ایشیائے کوچک اور روس کی سرحد ہے وہ مسلمان اور عیسائی تاجروں کے ملان کی جگہ تھی - وہ اُس سے آگے نہیں بڑھتے تھے (۱) - لیکن یہودی تاجر بڑی آسانی سے اسلامی اور عیسائی دونوں دنیاؤں کو ایک ساتھ عبور کر لیتے تھے - ابن خردادبہ لکھتا ہے کہ یہہ عربی، فارسی، لاطینی، فرنگی، اسپینی، اور سلاوی زبانیں بولتے ہیں - یہہ یورپ سے پچھم اور پچھم سے یورپ، خشکی اور تری میں دوڑتے پھرتے ہیں - یہہ لونڈی، غلام، دیبا، ریشم کے کپڑے، سمور، پوستیں اور تلوار بیچتے ہیں - یہہ فرنگستان سے سوار ہوکر بصر روم کے مصری ساحل پر آتے ہیں - وہاں خشکی پر اتر کر تجارت کے سامان کو جانوروں کی پیٹھوں پر لاد کر قلزم (ریق سی) لاتے ہیں - یہاں پھر جہاز پر بیٹھکر جدہ آتے ہیں، اور یہاں سے سندھ، ہندوستان اور چین جاتے ہیں - اور وہاں سے پھر اسی راستہ سے لوت آتے ہیں - دوسرا راستہ یہ اختیار کرتے ہیں کہ یورپ سے چل کر بصر روم سے نکل کر انطاکیہ (شام) آتے ہیں اور پھر خشکی کی راہ یہاں سے جابیہ (عراق)

۵ دن کی راہ

سندھان سے ملی

۲ دن

ملی سے بلین

بلین سے راستے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں - تو جو جہاز
ساحل کے کنارے کنارے چلتے ہیں وہ بلین سے پاپتن جاتے
ہیں جو دو دن کا راستہ ہے -

۱ دن کی راہ

پاپتن سے سمنجلی اور کیشکان

۳ فرسنگ

یہاں سے گوداوری کا دھانہ

۲ دن

یہاں سے کیلکان

۱۰ فرسنگ

یہاں سے سمندر

۱۲ فرسنگ

یہاں سے اورنچپین

دوسرے جہازات بلین سے سرانڈیپ پھر جاوہ چلے جاتے
ہیں - اور بعض بلین ہی سے براہ راست چین چلے جاتے
ہیں - (۱)

یورپ اور ہندوستان کے تجارتی راستے

سلطنت عرب ہو کر

مصر و شام و عراق و ایران اور بحر روم و قلم و
بحر ہند پر عربوں کے قبضہ ہو جانے سے بھی مشرق و
مغرب کی تجارتی آمد و رفت بند نہیں ہوئی - مسلمان
تاجر یورپ نہیں جاتے تھے اور رومی ان ملکوں میں نہیں
آتے تھے - مگر ان دونوں قوموں کے درمیان یہودیوں کی

پھر فارس ، پھر کرمان ، پھر (بلوچستان ہوکر) سندھ ، پھر
ہندوستان ، پھر چین - (۱)

خراسان سے ہندوستان کا کاروان

مسعودی جو ہندوستان سنہ ۳۰۵ھ کے قریب آیا تھا اور بلخ و خراسان سے بھی گزرا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ وہ خراسان سے چین کو خشکی کا راستہ بھی ہے اور ہندوستان کا ملک خراسان سے مل جاتا ہے - اور سندھ سے ایک طرف ملتان پر اور دوسری جانب منصورہ پر ملتان ہے ، اور قافلے خراسان سے سندھ کو اور اسی طرح ہندوستان کو برابر آتے جاتے رہتے ہیں - جہاں یہہ ملک زابلستان (افغانستان) سے مل جاتا ہے “ (۲) - ابن حوقل جو مسعود غزنوی سے ۵۰ برس پہلے تھا کہتا ہے کہ وہ کابل اور غزنین ہندوستان کی تجارت کی نکاسی کی جگہ ہیں “ - (۳) اسپہان جس کو عرب عسیفان کہتے ہیں پنجاب میں ایک ہندو ریاست تھی ، وہاں بھی مسلمان تاجر تھے “ - (۴)

ہندوستان کے بحری سفر کا زمانہ

مسعودی نے بحر ہند کے اتار چڑھاؤ اور تلاطم اور سکون کے زمانے مقرر کئے ہیں اور اُس حساب سے جہازات کی

(۱) ابن خردادبہ صفحہ ۱۵۳ و ۱۵۴ -

(۲) مروج الذهب مسعودی -

(۳) ابن حوقل ص ۳۲۸ (یورپ)

(۴) فتوح البلدان بلاذری ص ۲۴۶ (لیپٹن) -

چلے جاتے ہیں اور وہاں سے نہر فرات میں سوار ہو کر بغداد آتے ہیں - پھر جہاز میں سوار ہو کر دجلہ کی راہ سے ابلہ پہنچتے ہیں اور یہاں سے عمان، سندھ و ہندوستان اور چین چلے جاتے ہیں - (۱)

دوسی تاجر

یہودیوں کے علاوہ ابن خردازبہ نے دوسی تاجروں کا ذکر کیا ہے جو تری اور خشکی دونوں میں سفر کرتے ہیں اور عیسائی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں (دوسی دسویں صدی عیسوی میں عیسائی ہوئے ہیں) - ابن خردازبہ کا بیان ہے کہ یہہ لوگ سلاوی (صقالیہ) نسل کے ہیں - یہہ سلاویا سے نکل کر بحر روم میں سوار ہوتے ہیں - قیصر روم ان سے دسواں حصہ (عشر) لیتا ہے - یہاں سے وہ بتھر جرجان (کیسپین سی) کے کسی ساحل پر آکر اترتے ہیں - وہاں سے خشکی کی راہ اونٹوں پر بغداد آتے ہیں اور یہاں عیسائی بن کر جزیہ ادا کرتے ہیں -

یہہ پورا راستہ کبھی خشکی سے بھی طے کرتے ہیں - وہ اسپین یا فرانس سے سوس الاقصی (شمالی افریقہ) آتے ہیں، وہاں سے طنجہ، وہاں سے الجزائر، ٹیونس اور طرابلس ہو کر مصر، مصر سے رملہ (شام) ہو کر دمشق، دمشق سے کوفہ، پھر بغداد، پھر بصرہ، پھر اہواز،

کہتے ہیں ، (۵) عربی مدن ج سے بدل جاتی ہے) اور اس کی جمع ”ہوارج“ آتی ہے - اور چونکہ سواحل ہند کے بکری ڈاکو انہیں کشتیوں پر ڈاکے ڈالتے تھے اسلئے بعد کو ”ہوارج“ ہندوستانی بکری ڈاکوؤں کو کہنے لگے (۱) جس طرح بکر روم کے دریائی ڈاکوؤں کو ”قرصان“ کہتے ہیں - اور آج کل کی عربی زبان میں بارجہ جنگی جہازوں کے پھرہ کو کہتے ہیں -

دوسرا لفظ ”دونیج“ ہے جس کی جمع ”دوانیج“ آتی ہے (۲) - یہہ ہندی ”دونگی“ کی عربی شکل ہے - تیسرا لفظ ”ہوری“ اب بھی بسبئی والے ہوتی بولتے ہیں - تین لفظ اور ہندوستان یا ہندوستانی چیزوں کی پیداوار ہیں جن کی اصلیت ٹھیک نہیں معلوم - ”بلیج“ جہاز کی چہت کو کہتے ہیں - ”جوش“ کشتی کے رسے کو اور ”کنیر“ ناریل کی چھال کی رسی کو جو جہازوں کے باندھنے اور تختوں کے سہلے میں کام آتی تھی - یہہ الفاظ ہندی الاصل ہیں (۳) - ایک لفظ ایسا ہے جو اس زمانہ کی مشرقی بین الاقوامی بکری تجارت کی مختصر تاریخ ہے - یہہ لفظ عربی میں ناخوذہ ہے ، اور اس کی جمع ناخوذہ ہے -

(۱) کتاب الہند بیرونی ص ۱۰۲ (لغت) عجائب الہند بزرگ ص ۱۱۳

(پیوس) -

(۲) یاقوت حموی کی معجم البلدان لفظ قیس ج ۷ و عجائب الہند بزرگ

ص ۶۹ مطبع بریک لیٹن -

(۳) دیکھو سواد السبیل فی المولد والدخیل ڈاکٹر آرٹلہ -

روانگی کے مہینے قرار دئے ہیں - لکھا ہے کہ ”ہمارے یہاں (شاید بغداد) اور ہندوستان میں موسموں کا فرق ہے - ہمارے یہاں سے گرمی میں لوگ ہندوستان سردی گزارتے جاتے ہیں ، کہ جون (تیر ماہ) کے مہینے میں ہندوستان جہاز کم جاتے ہیں ، اور جو جاتے ہیں ، وہ بہت ہلکے ہوتے ہیں اور ان میں زیادہ سامان نہیں لادا جاتا ، اور ان جہازوں کو تیر ماہی (جون والے) جہاز کہتے ہیں “ - (۱)

ابوزید سیرانی کا بیان ہے کہ برسات کے زمانہ میں جہازات نہیں چلتے ، ہندوستان والے اس زمانہ میں بیٹھکر کھیتی باڑی کرتے ہیں یا کوئی پیشہ کرتے ہیں - اسی برسات پر اُن کا گزارا ہے - اس میں چاول پیدا ہوتا ہے جو اُن کی خوراک ہے - (۲)

عربی میں جہازرانی کے بعض ہندی الفاظ

عربوں کے ہندوستانی سواحل پر دریائی آمدورفت کا یہہ اثر ہوا کہ عربی سفرناموں اور جغرافیوں میں اور عرب اور فارسی ملاحوں کی زبانوں پر جہاز اور متعلقات جہاز کے ہندی نام زبانوں پر چڑھ گئے - ان میں سے ایک لفظ ”بارجہ“ ہے - بیرونی نے بتایا ہے کہ یہہ اصل میں ہندی لفظ ”بیرہ“ ہے جس کو عرب بارجہ

(۱) مروج الذهب مسعودی

(۲) سفرنامہ ابوزید سیرانی صفحہ ۱۲۶ -

زمین کا فضلہ مشک اور زیادہ (ایک جانور کا خوشبودار پسینہ) ہے۔ (۱) -

ابن خردادزہ (سنہ ۲۵۰ھ) جو آٹھویں صدی عیسوی کے کچھ بعد تھا، وہ ہندوستان کی اُن پیداواروں اور بیویاؤں کی جو عرب اور عراق جاتی تھیں، یہ فہرست دیتا ہے: خوشبو لکڑیاں، صندل، کافور، لونگ، جوزبوا (جائے پھل)، کباب چینی، ناریل، اور سن کے کپڑے، اور روئی کے مستحلی کپڑے اور ہاتھی، اور سراندیپ سے ہر قسم کے یاقوت، موتی، بلور، اور سفیداج جس سے جواہرات درست کئے جاتے ہیں، اور ملیبار سے سیاہ مرچ اور گجرات سے سیسہ، اور دکھن سے بکم اور واڈی اور سندھ سے کت (ایک دوا)، اور بانس اور بید - (۲)

مسعودی (سنہ ۳۰۳ھ) اور بشاری (سنہ ۷۳۰ھ) دونوں نے کھمبایت (کاٹھیاواڑ) کے چوتوں کی تعریف کی ہے، جو یہاں سے بن کر باہر جاتے تھے (۳) - تھانہ (بمبئی) کے کپڑے مشہور تھے وہ یا یہیں بنتے تھے یا اندر ملک سے آتے تھے، مگر اسی بغدراگہ سے باہر جاتے تھے - بہر حال اُن کو تھانہ کے کپڑے کہتے تھے - (۴)

(۱) ابوزید سیرانی ص ۱۳۵ پیرس سنہ ۱۸۱۱ع -

(۲) کتاب المسالك والممالك ابن خردادزہ ص ۷۱ (لیدن) -

(۳) مروج الذهب مسعودی جلد اول صفحہ ۳۵۳ پیرس، و احسن التقاسیم

بشاری (لیدن) صفحہ ۲۸۲ -

(۴) تقویم البلدان ابوالفدا صفحہ ۳۰۹ -

لیکن ہندوستان اُس کی فارسی شکل سے زیادہ واقف ہے ، یعنی ناخدا - یہہ اصل میں ناؤخدا ہے ، ناؤ ہندی ہے ، خدا مالک کے معنی میں فارسی ہے - حافظ کہتے ہیں : ما خدا داریم مارا ناخدا درکار نیست -

ہندوستانی پیداوار اور بیوپار

یہ عرب سوداگر ہندوستان اور ہندوستان کے جزیروں سے اپنے ملک کو کیا لے جاتے تھے اُس کا سرسری اندازہ اُس بیان سے ہوگا جو سنہ ۱۴ھ میں ایک عرب سیاح نے حضرت عمر سے کیا تھا کہ وہ ہندوستان کا دریا موتی ، اُس کا پہاڑ یاقوت ، اور اُس کا درخت عطر ہے - اس سے معلوم ہوگا کہ چھٹی صدی عیسوی میں اہل عرب ہندوستان سے موتی ، جواہرات اور خوشبو کی چیزیں لے جاتے تھے - نویں صدی عیسوی میں ایک عرب سیاح اُس کا سبب بیان کرتا ہے کہ سیراف کے جہاز بحر احمر ہوکر مصر کیوں نہیں جاتے اور جدہ سے لوٹ کر ہندوستان کیوں چلے جاتے ہیں ؟ کہتا ہے وہ اس لئے کہ وہ چین اور ہندوستان کے سمندر کی طرح جس کے پانی میں موتی اور عنبر ہوتا ہے اور جس کے پہاڑوں میں جواہرات اور سونے کی کانیں ہیں اور جس کے جانوروں کے منہ میں ہاتھی دانت ہیں ، اور جس کی پیداوار میں آبلوس ، بید ، عود ، کافور ، لونگ ، جوزبوا (جائ پھل) بکم ، صندل ، اور ہر قسم کی خوشبو کی چیزیں ہوتی ہیں اور جس کے پرندوں میں طوطا اور مور ہیں اور جس کی

الائچچی

الائچچی جس قدر مفرح اور دل پسند چیز ہے، اُسی قدر اس کی لغوی اصلیت بھی دلچسپ ہے۔ کارومندل اور ملیبار کے بیچ میں ایک داس کا نام داس ہیلی ہے (۱)۔ الائچچی کا معنٰی یہی ہے۔ خیال یہ ہے کہ سنسکرت میں اس کو ایل اور فارسی میں اس کو جو ہیل کہتے ہیں، وہ نام اسی داس ہیلی سے لیا گیا ہے۔ اُسی ایل سے اردو میں ایلائچچی (الائچچی) کہتے ہیں جس طرح عود کا نام جو مندل (کارو مندل) سے جاتا تھا، عربوں میں مندل ہو گیا۔ (۲)

دسویں صدی عیسوی کے آخر میں مسعودی کہتا ہے کہ ددیپ (مالدیپ اور سنگلدیپ وغیرہ جزائر ہند) سے ناریل اور یہیں سے بقم (بکم) کی لکڑی، بید، اور سونا تاجر لے جاتے ہیں“ (۳)۔ مہراج کے جزیروں کی دولت اس طرح وہ بیان کرتا ہے کہ وہ ان جزیروں میں طرح طرح کی خوشبوئیں ہیں۔ یہیں سے کافور، عود، لونگ، جائے پھل، کبابچینی، جاوتری، بڑی الائچچی، وغیرہ لے جاتے ہیں“ (۴)۔ اور بعض ان جزیروں سے چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر بیٹھ کر جو صرف ایک لکڑی کو کھود کر بنا لیتے ہیں ناریل، گنے، کیلے، اور ناریل کا

(۱) ابن بطوطہ ج دوم، و تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۵۴۔

(۲) آثار البلاد قزوینی (گوئنگین) صفحہ ۸۲۔

(۳) مروج الذهب باب ۱۶۔

(۴) ایضاً۔

مسعر بن مہملہل جو سنہ ۳۳۱ھ میں ہندوستان آیا تھا اور جنوبی ہندوستان کی اُس نے سیر کی تھی وہ کولم (واقع تروانکور مدراس) کے حال میں لکھتا ہے : ”یہیں وہ مٹی کے برتن (غضائر) (۱) تیار ہوتے ہیں جو ہمارے ملک میں چینی کر کے بکتے ہیں، لیکن دراصل وہ چینی نہیں ہیں کیونکہ چین کی مٹی کولم کی مٹی سے سخت ہوتی ہے“ اور آگ پر زیادہ دیر ٹھہر سکتی ہے۔ کولم کی مٹی (غضائر) کا رنگ میلا ہوتا ہے اور چینی مٹی کا سفید اور دوسرے رنگ۔ یہاں ساگون کی لکڑی اتنی لمبی ہوتی ہے کہ کبھی ۱۰۰ ہاتھ تک پہنچ جاتی ہے۔ نیز بقم (بکم) بید، نیزہ کی لکڑی بھی وہاں بہت ہے، اور ریوندچینی، تیزیات جو نہایت کمیاب ہے اور جو آنکھوں کی بیماری میں بہت مفید ہے، اور یہیں سے عود، کافور اور لویان بھی تاجر لے جاتے ہیں۔ (۲)

ہندوستان سے ایک قسم کا زھر بھی باہر جاتا تھا جس کا نام قزوینی نے ”بیش“ لکھا ہے۔ یہ ”دیس“ کی خرابی ہے جو ہندی میں زھر کو کہتے ہیں۔ (۳)

(۱) غضائر کا واحد غضارہ ہے، اس کے معنی خوشبو مٹی کے ہیں، مگر غالباً بعد کو یہاں چینی کے برتنوں کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ (دیکھو مسجم البلدان یا قوت ج ۸ ص ۳۲۸ لفظ نہروان۔)

(۲) آثارالبلاد قزوینی ص ۷۰، گولڈنچس (سنہ ۱۸۲۸ء)۔

(۳) ایضاً ص ۸۵۔

شکل و صورت کا پتا لگایا جائے تاکہ آج اُن کے اہل وطن اُن کو اپنے گھر کے عزیزوں کی طرح پہچان سکیں -

عربی نام	ہندی	اردو
صندل	چندن	صندل
مسک	موشکا	مشک
تنبول	تامبول	پان (تنبول)
کافور	کپور	کافور
قرنفل	کنک پھل	لونگ
فلفل	پہلی ، پیلا	گول مرچ (اسی سے غالباً انگریزی لفظ پپر بھی ہے -
فوفل	کوبل	سپاری ، دلی
زنجبیل	زرنجاییزا	سونتھہ ، ادک
نیلوفر	نیلو پھل	نیلوفر
ہیل	ایل	ایلائچی (الائچی)

(دوائیں)

جائفل	جائے پھل	جائے پھل
اٹریفل	تری پھل	اٹریفل
شخصیرہ	شکھر	توتیا
بلبلیم	بہیرا	بہیرا
ہلبلیج	ہرہ	ہلبلیج
بلادر	بھلائکھ	بھلاورہ

پانی لے کر آتے ہیں اور لوہا تبادلہ میں لیتے ہیں - (۱)

ابن الفقیہ ہمدانی (سنہ ۳۳۰ھ) میں لکھتا ہے کہ
 ”ہندوستان اور سندھ کو اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت
 دی ہے کہ وہاں ہر قسم کی خوشبر، جواہرات جیسے
 یاقوت اور الماس وغیرہ، اور گیندا اور ہاتھی اور مور
 اور عود، عنبر، لونگ، سنبل، خولنجان، دار چینی،
 ناریل، ہڑ، توتیا، بکم، بید، صندل، ساگون کی لکڑی،
 اور سیاہ مرچ پیدا ہوتی ہے - (۲)

لغت عربی کی قدیم شہادت

اس بات کے جاننے کے لئے کہ ہندوستان سے اہل
 عرب کیا کیا چیزیں اپنے وطن لے جاتے تھے خود عربی
 زبان کی لغت میں بعض ذرائع موجود ہیں - عرب میں
 ہندوستان کی بنی ہوئی تلواریں مشہور تھیں - اسی لئے
 تلوار کا نام ہندی، ہندوانی، مہند، عام طور سے عربی میں
 مستعمل ہیں - حسب ذیل الفاظ عربی میں ہندی الاصل
 ہیں جو اپنی اصلیت اور وطن کا خود پتہ دیتے ہیں -
 یہ زیادہ تر مسالوں اور خوشبوؤں اور دواؤں سے متعلق
 ہیں - ہم نے کوشش کی ہے کہ ان کی اصل ہندی

(۱) سلیمان تاجر ص ۱۸ -

(۲) کتاب البلدان ابن الفقیہ الہمدانی ص ۲۵۱ (لیڈن) -

ہندی	عربی
لیسو (اسی سے انگریزی	لیسون
لیسن ہے)	

یہہ الفاظ اپنی زبان حال سے خود ظاہر کر رہے ہیں کہ کس دیس میں وہ پیدا ہوئے تھے اور کہاں جا کر یہہ نیا رنگ و روپ پیدا کیا -

قرآن پاک میں تین ہندی لفظ -

اس مسئلہ میں اچھا خاصہ علماء میں اختلاف رہا ہے کہ قرآن پاک میں کسی غیر زبان کا لفظ ہے یا نہیں ؟ لیکن فیصلہ یہی ہوا کہ غیر زبان کے ایسے الفاظ موجود ہیں جو عربوں کی زبان میں آکر مستعمل ہو گئے تھے اور وہ اپنی پہلی صورت بدل کر عربی زبان کے لفظ بن گئے - حافظ ابن حجر اور حافظ سیوطی نے قرآن پاک کے اس قسم کے لفظ جمع کئے ہیں - ہم ہندیوں کو بھی فخر ہے کہ ہمارے دیس کے بھی چند لفظ ایسے خوش نصیب ہیں جو اس پاک اور مقدس کتاب میں جگہ پا سکے - پہلے علماء نے جن الفاظ کا ہندی ہونا ظاہر کیا تھا وہ تو لغو و بے بنیاد تھے - مثلاً ”د ابلعی“ کی نسبت یہہ کہنا کہ ہندی میں اس کے معنی ”د پینے“ کے ہیں یا ”د طوبی“ کو ہندی کہنا ، جیسا سعید بن جبیر سے روایت ہے (۱) ، بے بنیاد ہے - مگر اس میں شک نہیں

عود ہندی ، قسط ہندی (کت) ، سادج ہندی (تیزپات) ،
 قرطم ہندی ، اور تمر ہندی (ہندوستانی کھجور) یعنی املی ،
 یہہ خود اپنی نسبت اپنے ساتھ رکھتی ہے - عود چونکہ
 کارومندل سے جانی تھی اسلئے عربوں نے اُس کا نام ہی
 مندل رکھ دیا - (۱)

(کپڑوں کے اقسام)

عربی	ہندی
قرفس	کرپاس
شیت	چھینٹ
فوطہ	پت لنگی وال رومال

(رنگ)

نیلیج	نیل
قرمز	کرماج

(پھل)

موز	موشہ	کیلا
نارجیل	ناریل	
انبج	آم	

خود یمن میں پیدا ہوتے تھے مگر آبدار فولاد (تلوار) ، تیزپات ، اور مسالوں کا ملک ہندوستان ہی تھا ، اور تلوار ، تیزپات اور مسالوں کا ملک وہی آج بھی ہے - اس سے صاف ظاہر ہے کہ عربوں کے ہندوستان کے تجارتی تعلقات مسیح سے کم از کم دو ہزار برس پہلے سے ہیں -

ہندوستان کی پیداوار اور بیوپار

عرب سیاحوں کی نظر میں

ہندوستانی پہلوں میں سب سے پہلی چیز ان کی نظر میں ناریل ہے - نویں صدی عیسوی کا عرب سیاح ابو زید کہتا ہے کہ وہ عمان کے عرب یہہ کرتے ہیں کہ وہ ان مقامات میں جہاں ناریل ہوتے ہیں بڑھئیوں کے اوزار لے کر چلے جاتے ہیں - پہلے وہ ناریل کا درخت کاٹ کر سوکھنے کو چھوڑ دیتے ہیں ، جب وہ سوکھ جاتا ہے تو اس کے تختے کاٹ دالتے ہیں ، اور ناریل کی چھال کو بت کر رسی تیار کرتے ہیں ، اور اسی سے تختوں کو سی کر کشتی تیار کرتے ہیں اور اسی کا مستول بناتے ہیں ، اور اس کے جھونچے کو بن کر پال تیار کرتے ہیں - جب یہہ جہاز بن کر تیار ہو چکے ہیں ، تو پھر ان میں ناریل بھرتے ہیں ، اور ان کو بھر کر عمان لاتے ہیں ، اور بڑی دولت حاصل کرتے ہیں - ” (۱)

کہ جنت کی تعریف میں اس جنت نشان ملک کی تین خوشبوؤں کا ذکر ضرور ہے یعنی مسک ، (مشک) ، زنجبیل (سونتھہ یا ادرك) اور کافور (کپور) -

تورات کی شہادت

عربوں کی ہندوستانی تجارت کی قدامت پر

اوپر کے بیانات اور الفاظ کی لغوی تحقیق کو سامنے رکھ کر تورات کے ان مختلف حوالوں پر غور کرو - مسیح سے دو ہزار برس پہلے جو عرب تاجر بارہا مصر کو جاتے دکھائی دئے ہیں اُن کا سامان یہہ تھا - بلسان ، صنوبر ، اور دوسری خوشبودار چیزیں (۱) - یمن کی ملکہ حضرت سلیمان کے لئے جو تحفہ سنہ ۹۵۰ ق م میں شام لائی تھی وہ بھی ”خوشبو کی چیزیں“ بہت سا سونا ، اور بیش قیمت جواہر “ (۲) - حزقیال نبی (سنہ ۵۲۸ ق م) کے زمانہ میں اوزال (یمن) سے فولاد ، تیزیات ، اور مسالہ ، عرب ہی ملک شام کو لے جاتے تھے - حزقیال نبی کہتے ہیں کہ ”اوزال (یمن) سے تیرے بازار میں آبدار فولاد ، تیزیات ، اور مسالہ بیچنے آتے ہیں“ (۳) - یہہ اچھی طرح معلوم ہے کہ لبان اور قسم قسم کے خوشبو پھول

(۱) پیدایش ۳۷ : ۲۶ -

(۲) درم ایام ۹ : ۹ -

(۳) حزقیال ۲۷ : ۱۹ -

منصورہ، جس کا پرانا نام برہمن آباد ہے - یہاں لیموں اور آم ہیں اور گنے بھی ہیں، نرخ سستے ہیں سرسبز ہے -

آلور، بڑائی میں ملتان کے برابر ہے، شہر پناہ ہے، دریائے سندھ کے کنارے ہے، نہایت سرسبز و شاداب اور بڑے بیوپار کی جگہ ہے -

دیبل، دریائے سندھ کے پورب سنڈر پر ہے - یہہ بہت بڑی منڈی ہے، اور مختلف قسم کی یہاں تجارتیں ہیں، یہہ اس ملک کا بندرگاہ ہے، غلے بھی ہیں، یہاں کی آبادی صرف تجارت اور بیوپار کی وجہ سے ہے -

کامہل - کامہل سے مکران تک بودھوں اور میدیوں کا ملک ہے - یہاں دو کوهان والے اونٹ ہوتے ہیں جن کی خراسان اور فارس میں نسل لینے کے لئے بڑی قدر ہے -

قندابیل - یہہ بودھوں کا تجارتی شہر ہے، مکانات چھپروں اور جھونپڑیوں کے ہیں -

جیمور اور کھنڈایت (گجرات و کاتھیاواڑ) - یہاں زیادہ تر چاول ہے، اور شہد بھی بہت ہے -

کلوان - یہاں غلوں کی کثرت ہے، پھل کم ہیں، جانور اور مویشی زیادہ ہیں -

کیزکانان (قزدار کا پایہ تخت) - ارزانی ہے - یہاں انگور اور انار اور سرد میوے ہیں، کھجوریں نہیں ہیں -

نازیل کے بعد وہ لیموں اور آم کے نام بہت تعجب سے لیتے ہیں - ابن حوقل (سنہ ۳۵۰ھ) سندھ کے ذکر میں کہتا ہے ”اُن کے ملک میں سیب کے برابر ایک پھل ہوتا ہے جس کو ”لیموں“ کہتے ہیں جو بہت کہتا ہوتا ہے، اور ایک اور میوہ اُن کے یہاں ہوتا ہے جو شفتالو کی طرح ہوتا ہے، اُس کا نام ”انج“ یعنی آم ہے، جس کا مزہ بھی شفتالو کے قریب ہوتا ہے -“ (۱)

آم کے ہندی عاشق ذرا آم کی یہ عربی قدردانی ملاحظہ فرمائیں -

مسعودی کا بیان ہے کہ ”نارنگی اور لیموں بھی ہندوستان کی خاص چیزیں ہیں - یہہ عرب میں تیسری صدی ہجری میں ہندوستان سے لائے گئے، اور پہلے عمان میں، پھر وہاں سے عراق و شام تک پہنچے، یہاں تک کہ وہ شام کے ساحلی شہروں اور مصر میں گھر گھر پھیل گئے“ - مگر اُن میں مسعودی کہتا ہے کہ ”وہ ہندوستان کا مزہ نہیں -“ (۲)

ابن حوقل (سنہ ۳۵۰ھ) سندھ کے گجرات کی پیداوار اور بیوپار کا یہہ حال بیان کرتا ہے :

(۱) ابن حوقل ص ۲۲۸ -

(۲) مروج الذهب جلد ۲ ص ۲۳۸ یورپ -

طوران سے فانیڈ حلوا ، سنددان سے چاول اور کپڑے جاتے ہیں - اور پورے سندھ میں فرش فروش بہت اچھے تیار ہوتے ہیں ، باریک کپڑے اور نازیل ، اور منصورہ سے کھنڈایت کے بنے ہوئے جوتے ، اور سندھ سے ہاتھی اور ہاتھی دانت اور بیش قیمت چیزیں اور عمدہ دوائیں باہر جاتی ہیں - اور یہاں کی خاص پیداوار دو پھل ہیں - ایک کا نام لیموں ہے ، اور دوسرے کا آم ، جو بہت لذیذ ہوتا ہے - مشرق اور فارس میں جو عمدہ بلخھی اونٹ ہوتے ہیں - وہ سندھی ہی اونٹوں سے نسل لے کر تیار کئے جاتے ہیں ، اور یہہ سندھی اونٹ جن کو پالہ (فالنج) کہتے ہیں اُن کے دو کوهان ہوتے ہیں اور وہ اتنے قیمتی ہوتے ہیں کہ دوسرے ملکوں میں صرف بادشاہ ہی کی سواری میں وہ کام آتے ہیں - اسی طرح کھنڈایت کے جوتوں کی بھی قدر ہے - (۱)

مسعودی نے ہندوستان کے مور کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ وہ گم ہندوستان سے لے جا کر عراق وغیرہ میں اُن کی نسل لے جائی گئی اور تیار کی گئی مگر وہ ہندوستان کا قد و قامت اور رنگ و روپ اُن میں نہیں - (۲)

(۱) احسن التتاسیم فی معرفة الاقالیم ، بشاری مقدسی ص ۳۷۳-۳۸۲

(لیڈن) -

(۲) مروج الذهب جلد ۲ ص ۳۳۸ (لیڈن) -

قندھجور - مکران کا سب سے بڑا شہر ہے - یہاں گنے ،
چھوہارے اور فانیڈ (ایک قسم کا حلوا) بنتا ہے جو
یہاں سے تمام دنیا میں جاتا ہے -

قنداہیل - یہہ ہندوستان کے غلوں کی بڑی منڈی ہے -

اس کے بعد یشاری مقدسی (سنہ ۳۷۵ھ) کا بیان نہایت
مفصل ہے - وہ ایک ایک شہر کا حال بیان کرتا ہے -

ویہند - یہہ منصورہ سے بڑا شہر ہے ، نہایت پاک و
صاف شہر ہے ، نہایت اچھے پھل ، بڑے بڑے درخت ،
ارزاں نرخ ، شہد ایک درہم کا تین من (عربی میں من
بہت چھوٹا ہوتا تھا) ، روٹی اور دودھ کی ارزانی کا حال
مت پوچھو ، اخروت اور بادام کے درخت بکثرت ہیں -

قنوج (ملتان کے پاس) - بڑا شہر ہے ، شہر پناہ ہے ،
یہاں گوشت بہت سستا ہے - باغ بکثرت ہیں ، منڈی
بہت نفع بخش ہے ، کیلے یہاں سستے ہیں مگر گیہوں
بہت کم ہے - اُن کی غذا زیادہ چاول ہے -

ملتان - منصورہ کے برابر ہے - وہاں سے زیادہ یہاں پھل
نہیں ، لیکن ارزانی وہاں سے زیادہ ہے - روٹی ایک درہم میں
۳۰ من ، فانیڈ حلوا ایک درہم کا ۳ من ، تجارت میں
یہاں کے تاجر جھوٹ نہیں بولتے ، یہاں کی تجارت کا
حال بہت اچھا ہے -

تھے (۱) - کالا نمک بھی ہندوستان سے باہر جاتا تھا - (۲)

پان (تنبول) کا مفصل بیان عربوں میں مسعودی نے کیا ہے جو تقریباً آج سے نو سو برس پہلے کا بیان ہے - کہتا ہے ”پان (تنبول) ایک قسم کا پتہ ہوتا ہے جو ہندوستان میں پیدا ہوتا ہے - اس کو چونا اور دلی ملا کر جب کھاتے ہیں تو انار کے دانوں کی طرح دانت لال ہو جاتے ہیں اور منہ خوشبو ہو جاتا ہے اور قلب میں فرحت ہوتی ہے اور اہل ہند سپید دانت اور جو پان نہیں کھاتا اس کو ناپسند کرتے ہیں“ - خیر پان کا بیان تو یہاں ضمنی ہے ، اُس زمانہ میں پان جیسی نازک چیز عرب نہیں پہنچ سکتی تھی ، مگر دلی برابر پہنچتی تھی - سنہ ۳۰۵ھ میں مسعودی کہتا ہے کہ ”اب آج کل یمن اور حجاز میں مکہ میں لوگ دلی بڑی کثرت سے کھانے لگے ہیں“ (۳) - اب آج ہمارے زمانہ میں تو پان عدن تک سرسبز و شاداب اور مکہ میں سوکھے کثرت سے پہنچنے لگے ہیں - یہ ہندوستانیوں کی وضعداری کی برکت ہے - بہر حال دلی ہندوستان سے عرب اُسی زمانہ سے جا رہی ہے - عود عرب میں داس کماري کا

(۱) تحفة الاحیاء ابو حامد غرناطی صفحہ ۲۹ (پیرس) -

(۲) مفاتیح العلوم خوارزمی صفحہ ۲۵۹ (لیپن) -

(۳) مردج الذهب ج ۲ ص ۸۲ (پیرس) -

ہندوستان کے باریک کپڑوں کی تعریف ہمیشہ سے ہے ،
 اور ہر قوم کے بیانات سے اُس کا ثبوت ملتا ہے کہ یہاں
 نہایت باریک کپڑے بنے جاتے تھے ۔ کہا جاتا ہے کہ
 مصری مسی جن باریک کپڑوں میں لپیٹی ہوئی ملتی ہے وہ
 ہندوستان ہی کی ساخت کے ہیں ۔ بہر حال یہہ تو
 قیاس ہے مگر آٹھویں صدی عیسوی کا ایک عرب سیاح
 سلیمان ہندوستان کے ایک مقام کی نسبت لکھتا ہے کہ
 ”یہاں جیسے کپڑے بنے جاتے ہیں ویسے کہیں نہیں بنے
 جاتے اور اتنے باریک ہوتے ہیں کہ ایک ”پورا کپڑا“
 (یا تھان) ایک انگوٹھی میں آجاتا ہے ۔ یہہ کپڑے
 سوتی ہوتے ہیں ۔ اور ہم نے وہ کپڑے خود بھی دیکھے
 ہیں۔“ (۱)

عرب گیندے کی سیلنگہ بھی یہاں سے چین لے جاتے
 تھے ۔ اُس میں تصویریں بن جاتی تھیں ۔ اُس کی پیٹی
 بنتی تھی جو اُس قدر بیش قیمت ہوتی تھی کہ
 ایک ایک کی قیمت چین میں دو دو تین تین ہزار
 اشرفی ہوتی تھی ۔ (۲)

ایک جانور جس کے پسینہ سے خوشبو نکالتے تھے
 اُس کو عرب تاجر ہندوستان سے مراکش تک لے جاتے

(۱) سفرنامہ سلیمان تاجر صفحہ ۳۰ (پیرس) ۔

(۲) ایضاً صفحہ ۳۱ ۔

تھا یہاں مانگ تھی (۱) - شراب بھی مصر سے یہاں آتی تھی (۲) ' اور روم سے دیشمی کپڑے اور سمور اور پوستیں اور تلواریں آتی تھیں (۳) ' فارس سے گلاب کا عرق جو مشہور تھا ہندوستان آتا تھا (۴) - بصرہ سے دیہل (سندھ) کی بندرگاہ میں کھجوریں آتی تھیں (۵) ' کارومندل میں عرب سے گھوڑے آتے تھے - (۶)

کیا اہل ہند بھی جہازاں تھے ؟

ہندوستان کی خشکی اور تری کی ہر قسم کی بیرونی تجارت کے بیان میں کہیں ہندوؤں کا نام نہیں آتا ' اور نہ ہندوؤں کا نام دریائی سفر کرنے والوں اور جہاز چلانے والوں میں کسی نے ذکر کیا ہے - یونانیوں سے لے کر عربوں تک کی تاریخ جغرافیہ اور سفرنامے اس سے خالی ہیں اور ہر جگہ ہندوستان کے بھری تاجروں کی حیثیت سے یونانیوں ' رومیوں اور عربوں ہی کے نام آتے ہیں یہاں تک کہ مارکوپولو کے سفرنامہ میں بھی عربوں ہی کے نام ہیں '

(۱) سفرنامہ سلیمان و ابوزید ص ۱۲۵ -

(۲) ابن حوقل ص ۲۳۱ -

(۳) ابن خردادبہ ص ۱۵۳ (لیقن) -

(۴) ابن حوقل ص ۲۱۳ -

(۵) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۲۹ -

(۶) ایضاً ص ۳۵۵ -

مشہور تھا ، اور یہیں سے جانا تھا ، (۱) اور چونکہ وہ اس کمار کی کو قمار کہتے تھے اس لئے عود کمار اُن کے ہاں مشہور تھا - مشک تبت سے لاتے تھے ، (۲) الماس کشمیر کے پہاڑ سے آتا تھا - (۳)

ہندوستان کی بحری درآمد

یہہ چیزیں تو خیر ہندوستان سے باہر جاتی تھیں ، مگر ان کے بدلے اہل عرب ہندوستان والوں کو لاکر دیتے تھے - جزائر والے تو اپنی ضرورت کی چیزیں لیتے تھے ، جیسے کپڑے - بعض چیزوں کے متعلق عربوں نے لکھا ہے کہ وہاں لوگ ننگے دھتے ہیں ، وہ کپڑے نہیں لیتے ، لہذا لیتے ہیں - (۴)

تیسری صدی ہجری میں (نویں صدی عیسوی میں) سندھ کے طلائی سکوں کی ہندوستان میں مانگ دھتی تھی - وہاں کی ایک اشرفی یہاں تین تین اشرفی کو بکتی تھی - مصر سے زمرد کی انگوٹھی بن کر یہاں آتی تھی جو تکلف کے ساتھ قبیوں میں رکھی ہوتی تھی - مرجان اور ایک اور معمولی پتھر کی جس کا نام دھنچ

(۱) سفر نامہ سلیمان و ابوزید صفحہ ۹۳ و ۱۳۰ -

(۲) ایضاً صفحہ ۱۱۱ -

(۳) عجائب الہند بزرگ صفحہ ۱۲۸ (پیرس) -

(۴) سفر نامہ سلیمان و ابوزید ص ۹ -

یونانی مؤرخ آراین (Arrian) سکندر کے حال میں بیان کرتا ہے کہ ”ہندوستان میں اُس کو اپنے جہازات خود تیار کرانے پڑے۔“ مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھتا ہے کہ ”ہندوؤں کی چوتھی ذات میں وہ ہیں جو جہاز بناتے ہیں، چلاتے ہیں، یا کھیتے ہیں، (ملاح) ایسے جو دریاؤں کو پار کر لیتے ہیں۔“ (۱)

یونانیوں کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بحر احمر کے دھانہ کے ایک جزیرہ میں جو شاید سقوطرہ ہو، عربوں اور یونانیوں کے ساتھ کچھ ہندوؤں کی بھی آبادی تھی۔ (۲)

اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کہ مالدیپ، لنکا، جاوا اور دوسرے ملائی جزیروں کا اچھا خاصہ حصہ ہندو آبادی پر مشتمل تھا۔ اُن کے رسوم اور مذہب بلکہ اُن کی زبان تک ہندو ہونے کو ظاہر کرتی ہے۔ سیاحوں اور تاجروں نے اسی لئے ان جزیروں کو ہند کا ٹکڑا یقین کیا اور اسی حیثیت سے اُن کا ذکر کیا، بلکہ نویں صدی عیسوی کا سیاح ابوزید کہتا ہے کہ ”اس کماری بھی جاوہ کے مہراج نے فتح کر لیا تھا۔“ (۳)

(۱) الفسائن جلد اول صفحہ ۱۸۲ -

(۲) ایضاً صفحہ ۱۸۳ -

(۳) ابوزید صفحہ ۹۷ -

اور اسی بنا پر الفنسٹن صاحب وغیرہ نے یہہ خیال ظاہر کیا ہے کہ دریائے سندھ اور گنگا میں کشتی اور قونگی اور سمندر کے کنارے کنارے ایک بندر سے دوسرے بندر تک جانے کے سوا ہندوؤں نے سمندر کو پار کرنے کی ہمت نہیں کی یہاں تک کہ سکندر کے زمانہ میں بھی دریائے سندھ میں یونانیوں کو نہ تو جہاز ملے اور نہ جہاز چلانے والے - ہاں ، چھوٹی چھوٹی قونگیوں اور ناؤں پر مچھوے البتہ ان کو ملتے رہے - ہاں ، کارومندل کے لوگ بے شک جزائر جاوہ میں جانے کی ہمت کرسکے - (۱)

لیکن ہمیں ان صاحبوں کی اس تحقیق سے اختلاف ہے - ہمارا خیال ہے کہ کل ہندو نہیں لیکن کم از کم سندھ اور گجرات کے لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں ، بلکہ منوجی کی شاستر میں ایک ایسا فقرہ ہے جو اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اُس زمانہ کے ہندوؤں میں کچھ لوگ ایسے تھے جو سمندر کے سفر سے آگاہ تھے ، وہ فقرہ یہہ ہے (۲) :-

”سمندر کے راستہ میں خیر و عافیت ، ملک ، وقت ، مطلب ، ان چار کے دیکھنے والے جو سود قرار دیں وہ سود لینا -“

(ادھیایہ ۸ : ۱۵۷) -

(۱) الفنسٹن کی تاریخ ہند ، دسواں باب (تجارت) -

(۲) منوشاستر ترجمہ اردو لالا سوامی دیپال ٹولکشر -

بلکہ ایک جگہ اُس نے دو لفظ علیحدہ علیحدہ استعمال کئے ہیں یعنی ”بانانیہ“ اور تاجر“ (۱) جس سے مقصود ہندو بیوپاری اور عرب تاجر ہیں - عرب میں آج تک ہندو بیوپاری اور تاجر ”بانانیہ“ اور جمع کی صورت میں ”بانانیہ“ ہی کہلاتے ہیں، اور عراق، بکریں، عمان، سوڈان، مصوع، پورت سعید، اور قاہرہ (مصر) میں ان کی آج بھی تجارتیں ہیں - حجاز اور مصر کے سفر میں ان بلیوں سے میری ملاقاتیں ہوئی ہیں -

یہ روزمرہ کی بازاری عربی زبان اس خوبی سے بولتے ہیں کہ ہمارے یہاں کے اچھے اچھے مولوی ان کا منہ تاکتے رہیں - یہ لوگ زیادہ تر سندھی، ملتانی، اور گجراتی ہوتے ہیں جو خدا جانے کب سے ان ملکوں میں آمد و رفت رکھتے ہیں - چنانچہ سنہ ۳۴۰ھ میں بھی یہ لوگ عدن کے پاس عرب جہازوں میں بیٹھے نظر آتے ہیں - (۲)

بکر ہند کے جہازات

ہندوستان کے سمندر میں جو جہازات چلتے تھے اور جو بکر روم میں چلتے تھے ان دونوں میں ایک خاص

(۱) عجائب الہند ص ۱۶۵ -

(۲) ایضاً صفحہ ۱۳۷ -

یہ بات خاص خیال کے قابل ہے کہ عربوں نے جاوہ کے بادشاہ کو ہمیشہ مہراج کہا ہے اور اُن جزیروں کو مہراج کی مملکت بیان کیا ہے -

لیکن اُس سے زیادہ یہ کہ نویں صدی عیسوی میں ابوزید سیرافی اُس سلسلہ میں کہ وہ اہل ہند ایک ساتھ مل کر نہیں کہاتے کہتا ہے کہ وہ چنانچہ یہہ ہندو سیراف (عراق کی بندرگاہ) آتے ہیں اور کوئی (عرب) تاجر اُن کی دعوت کرتا ہے ، تو وہ کبھی سو اور کبھی سو سے زیادہ ہوتے ہیں مگر ان کے لئے اُس کی ضرورت ہوتی ہے کہ ہر ایک کے سامنے علیحدہ ایک طبقہ رکھا جائے جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو ” (۱) - اُس فقرہ سے صاف ظاہر ہے کہ عراق کی بندرگاہ میں بکثرت اور بڑی تعداد میں وہ کم از کم عربوں کے عہد میں آنے جانے لگے تھے - ہندوؤں کا کشمیر زیریں (پنجاب) سے سندھ تک دریا کا سفر کرتے رہنا اہل عرب نے بھی بیان کیا ہے - (۲)

اُس سے زیادہ ایک اور ثبوت ہے کہ بزرگ بن شہریار ناخدا نے اپنی کتاب عجائب الہند میں بیسویں مقامات پر وہ بانانیہ ” یعنی بنیا کے نام سے جہاز کے دوسرے مسافروں کی طرح ہندوستانی بھوپاریوں کا نام لیا ہے ،

(۱) ابوزید ص ۱۲۶ -

(۲) عجائب الہند صفحہ ۱۰۴ -

اندازہ نہیں جب گیارہ دن کے بعد تھانہ

(ہمبٹنی) کے نشانات ملے " - (۱)

اس سے اندازہ ہوگا کہ یہہ جہاز اتنے بڑے ہوتے تھے کہ سامان و اسباب اور خلاصیوں اور ملاحوں کے علاوہ چار سو آدمی آرام کے ساتھ سفر کر سکیں - چین جانے والے جہاز اتنے بڑے ہوتے تھے کہ اُن میں صرف جہاز کے تعلق کے ایک ہزار آدمی ہوتے تھے - چھ سو جہاز چلانے کے لئے اور چار سو تیرانداز اور نفلطہ پھینکنے والے سپاہی ، باقی مسافروں کا اندازہ کر لیجئے - ہر بڑے جہاز پر تین چھوٹی کشتیاں وقت بے وقت کے اتفاقات کے لئے ہوتی تھیں - (۲)

ہندوستان کی تجارت کی دولت

بحر ہند کی تجارت سے ہندوستان اور عرب دونوں کو جو فائدے پہنچتے تھے ان کا اندازہ بعض واقعات سے ہوتا ہے - ولجہہ رائے کا پایہ تخت مہانگر "سور" کا شہر " کہلاتا تھا - مہراج کا پایہ تخت (جزیرہ جاوا) کے بازار میں دکانوں کا شمار نہ تھا ، فقط صرافی کی دکانیں اس بازار میں ۸۰۰ تھیں (۳) - عمان میں موتیوں کا ایک تاجر تھا ،

(۱) عجائب الہند ص ۱۶۵ و ۱۳۷ -

(۲) سفر نامہ ابن بطوطہ جلد ۲ (کالی کٹ کا بیان) -

(۳) عجائب الہند ص ۱۳۷ -

فرق تھا۔ بصر روم کے جہازوں کے تختے لوہے کی کیلوں سے جڑے جاتے تھے اور بصر ہند کے جہازوں کے تختے دھڑی سے سڑے جاتے تھے (۱)۔ یہہ جہاز کتنے بڑے ہوتے تھے اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ ان میں دو دو منزلیں ہوتی تھیں، علیحدہ علیحدہ کمرے ہوتے تھے۔ پانی پینے اور کھانے کا ذخیرہ ہوتا تھا۔ مسافروں کے علاوہ سامان تجارت اور اسباب کے گودام ہوتے تھے۔ جہازوں میں کام کرنے والے خلاصی اور ملاح اور حفاظت کرنے والے تیرانداز سپاہی خود ایک ہزار ہوتے تھے (۲)۔ بزرگ بن شہریار ناخدا سنہ ۳۰۶ھ کا ایک قصہ سناتا ہے :-

”سنہ ۳۰۶ھ میں سیراف سے ایک جہاز پر میں ہندوستان چلا، ہمارے ساتھ عبداللہ بن جنید کا جہاز اور سیاح کا جہاز بھی تھا۔ اور یہہ تینوں جہاز بہت بڑے تھے، اور سمندر کے ممتاز جہازوں میں تھے، اور ان کے ناخدا اور ملاح بہت مشہور تھے۔ اور ان تینوں جہازوں میں تاجر، ملاح، بنیا وغیرہ ملاکر بارہ سو آدمی تھے اور ان میں مال و اسباب اس کثرت سے تھا جس کا

(۱) سفر نامہ سلیمان صفحہ ۸۸۔

(۲) سفر نامہ ابن بطوطہ جلد ۲ (سفر چین)۔

بیچی (۱) - ایک اور شخص جو نہایت غربت کی حالت میں عمان سے روانہ ہوا تھا وہ واپس آیا تو پورا جہاز اس کے مال و اسباب سے لدا ہوا تھا جس میں دس لاکھ اشرفی کی تو مشک تھی اور اسی قیمت کے ریشمی کپڑے اور جواہرات تھے - اس سے محصول ۵ لاکھ دینار وصول کیا گیا - (۲)

دوسری طرف ان عرب تاجروں سے ہندوستانی سواحل کے راجاؤں کو بھی بڑی آمدنی ہوتی تھی - اسی لئے وہ ان کی بڑی قدر کرتے تھے (۳) - ابن بطوطہ نے جنوبی ہند کے ساحلی شہروں کا سفر کرتے ہوئے جابجا لکھا ہے کہ یہہ ہندو راجہ ان عرب جہازرانوں کو اس لئے ناخوش نہیں ہونے دیتے کہ ان کے ملک کی آمدنی انہیں کی آمد و رفت سے ہے - کالی کٹ اور کارومندل کے راجہ اس بحری تجارت کی بدولت لاتعداد دولت کے مالک تھے - کارومندل کے ایک راجہ کے مرنے پر اُس کے ایک مسلمان کارکن کو جو سونا اور جواہرات ہاتھ آئے ان کے اٹھانے کے لئے سات ہزار بیلوں کی ضرورت تھی (۴) - اسی کارومندل کو جب علاؤالدین خلجی کے سپہ سالار ملک کافور نے ایک دفعہ فتح کیا تو اُس کو

(۱) عجائب الہند صفحہ ۱۰۸ -

(۲) معجم البلدان یا قوت لفظ قیس -

(۳) ایضاً لفظ قیس -

(۴) جامع التواریخ مندرجۃ الیہ جلد اول صفحہ ۶۹ و ۷۰ و تاریخ وصاف

مندرجۃ الیہ جلد ۲ صفحہ ۳۲ و ۵۳ -

اس نے ایک دفعہ دو نادر روزگار موتی پائے جن کی قیمت بغداد کے خلیفہ نے ایک لاکھ درہم ادا کی (۱) - ایک ناخدا کا بیان ہے کہ ۷۷ سنہ ۳۱۷ ھ میں کلہ (ہند) سے عمان سامان تجارت لے کر گیا، ہمارے جہاز پر اتنا مال و اسباب تھا کہ عمان کے حاکم نے ہمارے جہاز سے ۶ لاکھ دینار ٹیکس لیا۔ یہہ اُس لاکھ دینار کے علاوہ جس کو اُس نے اپنی مہربانی سے معاف کر دیا یا لوگوں نے چوری سے اُس کو چھپا لیا اور ظاہر نہیں کیا (۲) - اسی سال سراندیپ سے ایک اور جہاز آیا جس نے اپنا محصول چھ لاکھ ادا کیا (۳) - عمان میں استحقاق نام ایک یہودی تھا جو دلالی کا کام کرتا تھا - وہ ایک اور یہودی سے لڑ کر ہندوستان چلا آیا، پھر چین چلا گیا اور تیس برس میں اتنی دولت پیدا کی کہ خود جہازوں کا مالک ہو گیا اور آخر کار تیس برس کے بعد سنہ ۳۴۰ ھ میں وہ پھر عمان آیا تو اُس نے عمان کے حاکم کو ایک لاکھ درہم کی رشوت اس لئے دی کہ اس کا اسباب سرکاری طور سے دیکھا بھالا نہ جائے - اس کے پاس مشک کا ذخیرہ اتنا تھا کہ ایک دفعہ اس نے ایک لاکھ مثقال (تولہ) مشک صرف ایک سوداگر کے ہاتھ فروخت کی اور اس کے علاوہ ۶۰ ہزار اشرفی کی مشک دو دوسرے سوداگروں کے ہاتھ

(۱) عجائب الہند ص ۱۳۶ -

(۲) ایضاً صفحہ ۱۳۰ -

(۳) ایضاً صفحہ ۱۵۸ -

بصر روم کے جہازوں کے تختے لوہے کی کیلوں سے جڑے جاتے تھے اور ہندوستانی سمندر کے جہازات مضبوط رسی سے جو کھجور یا ناریل کی چھال سے تیار ہوتی تھی، سی جاتی تھی - سلیمان تاجر جو سنہ ۲۳۷ھ میں تھا جس کا بار بار نام آچکا ہے، وہ اپنے سفرنامہ میں ایک جگہ لکھتا ہے :

”ان باتوں میں جو ہمارے زمانہ میں نئی معلوم ہوئیں اور ہم سے پہلے لوگوں کو ان کا علم نہ تھا ایک یہ ہے کہ کسی کو اس کا پہلے وہم و گمان بھی نہ تھا کہ وہ سمندر جس پر ہندوستان اور چین واقع ہیں وہ کس طرح سے بصر شام (بصر روم یعنی میدیٹیرینین سی) سے ملا ہوا ہے، اور اس پر کوئی دلیل بھی ان کے پاس نہ تھی، مگر ہمارے زمانہ میں یہ ہوا کہ عربوں کے کچھ سٹے ہوئے جہازوں کے تختے جو بصر ہند میں ٹوٹ گئے تھے اور جن کے مسافر دُوب گئے تھے وہ بصر اخفر ہوکر بصر روم میں پائے گئے - اس سے یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ بصر ہند چین پر چکر کھا کر بصر روم میں جا کر مل گیا ہے، کیونکہ سٹے ہوئے جہاز صرف سیراف میں بنتے

سرکاری خزانہ سے دوسری چیزوں کے علاوہ ۵۵ چھپانویں ہزار من سونا (۱) اور پانچ سو من موتی (۲) اور جواہرات ملے ۴۴ موتی اور جواہرات کی قیمت کو چھوڑ کر چھپانویں ہزار من سونا کیا کم چیز ہے ؟ علاؤالدین کے زمانہ میں تیرہ چودہ سیر کے قریب من ہوتا تھا یعنی انگریزی حساب سے ۲۸ پونڈ کے برابر - اس لحاظ سے صرف اس سونے کا حساب ۲۶ لاکھ ۸۸ ہزار پونڈ ہوتا ہے ۔

کارومندل کی تجارت تمام تر عرب ، عراق ، اور فارس کے سواحل سے تھی - تفصیل آگے آئیگی -

بکھر روم سے ہندوستان کا دوسرا بکری
راستہ عربوں نے دریافت کر لیا تھا

اوپر گذر چکا ہے کہ کس طرح پرتگالی جہازرانوں نے بکھر روم کو چھوڑ کر افریقہ کی پشت پر سے ہندوستان کا راستہ پایا ، اور یہہ سمجھا جاتا ہے کہ یہہ دریافت انہیں جہازرانوں کی کوششوں کی مسنون ہے - لیکن یہہ سن کر تعجب ہوگا کہ اس دریافت کی عزت ان سے سیکڑوں برس پہلے ان عرب تاجروں کو حاصل ہے ، جو بکھر ہند میں اپنا جہاز چلایا کرتے تھے - یہہ معلوم ہو چکا ہے کہ ہندوستانی سمندر اور رومی سمندر کے جہازوں کی ساخت میں کیا فرق تھا - بڑا فرق یہہ تھا کہ

(۱) تاریخ ضیاءبائی صفحہ ۳۳۳ - مطبوعہ کلکتہ -

(۲) خزائن الفتح امیر خسرو مطبوعہ علی گڑھ صفحہ ۱۷۸ -

ان کو ہندوستان پہنچا دینا تفصیل کے ساتھ
مذکور ہے -

ع خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہئے -

ہندوستان کی سیاہ مرچیں اور یورپ

یورپ کے ابتدائی مشرقی ناچر جو سترھویں صدی سے
ہندوستان آنا شروع ہوئے سب کو معلوم ہے کہ وہ سیاہ
مرچوں کے زیادہ تر دلدادہ و شیدا تھے ، اور انہیں کو ہندوستان
سے لاد لاد کر لے جاتے تھے - مگر تیرھویں صدی کا ایک عربی
کا جغرافیہ نویس زکریا قزوینی (سنہ ۶۸۶ھ) غالباً
اپنی کسی پیشرو کی کتاب میں دیکھ کر ملیبار کے حال
میں بیان کرتا ہے :-

”یہ سیاہ مرچیں انتہائی مشرق سے لے کر
انتہائی مغرب تک جاتی ہیں ، اور ان
کے سب سے زیادہ شائق اہل فرنگ ہیں ،
جو ان کو شام میں بحیرہ روم سے لے کر
اقصائے مغرب کو لے جاتے ہیں “ - (۱)

غالباً ترکوں نے قسطنطنیہ فتح کر کے اور بحیرہ روم پر
قبضہ کر کے ہندوستان کی انہیں سیاہ مرچوں کے مزے سے

تھے - اور دوم و شام کے جہاز کیلوں سے
جرے جاتے ہیں - (۱)

واسکو دی گاما کو ہندوستان کس نے پہنچایا ؟

اس میں شک نہیں کہ افریقہ کی پشت پر سے ہو کر
پرتگالی جہازران آخر کار بکر ہند میں داخل ہو گئے ، تاہم
انہوں نے ہندوستان کا پتہ نہ پایا - اس کو پرتگالی مانتے
ہیں ، اور خود بدقسمت اہل عرب بھی کہتے ہیں کہ
ان پرتگالیوں کو ہندوستان تک ایک عرب ہی جہازران نے
پہنچایا - اس کا نام ابن ماجد اور اسدالبکر یعنی وہ دریا کا
شیر - اس کا خطاب تھا - بکر ہند کی جہازرانی کے فن
پر اس کی متعدد کتابیں عربی میں کتب خانہ پیرس میں
موجود ہیں - چند سال ہوئے کہ پیرس کے مشرقی کتابوں
کے پبلشر پال گاتھنر نے دو جلدوں میں ان کو شائع کر دیا
ہے - تیسری جلد میں عربوں کے فن جہازرانی اور آلات
جہازرانی پر پوری بحث ہے - اس تیسری جلد میں
دہ البرق الیمانی فی الفتوح العثمانی کے حوالہ سے جو اسی زمانہ
کی یمن کی تاریخ ہے ، پرتگالیوں کے آنے اور ہندوستان کی
تلاش میں ان کی سرگردانی اور ابن ماجد شیر دریا کا ان
پرتگالی لومڑیوں کے پھندے میں پھنس کر نشہ کی حالت میں

لعمریٰ انہا ارض اذا القطر بہا ینزل
یصیر الدر و الیاقوت والدر لمن یعطل

(ترجمہ) مہری جان کی قسم ! یہہ وہ سر زمین ہے کہ جب
اس میں پانی برستا ہے تو دودھہ موتی اور یاقوت اُس سے
اُگتے ہیں، ان کے لئے جو آرائش سے خالی ہیں -

فمنہا المسک و الکافور و العنبر و السندل
و اصناف من الطیب لیستعمل من یتفل

(ترجمہ) اس کی خاص چیزوں میں مسک، کافور، عنبر،
عود اور قسم قسم کی خوشبو ان کے لئے جو میلے ہوں -

و انواع الافادیہ و جوز الطیب و السندل
و منہا العاج و الساج و منہا العود و الصندل

(ترجمہ) اور قسم قسم کے عطریات اور جالے پھل اور سندل اور
ہاتھی دانت اور ساگون کی لکڑی اور خوشبو لکڑی اور صندل -

و ان التوتیہا فیہا کمثل الجبل الاطول
و منہا الببر و النمر و منہا النیل و الدفئل

(ترجمہ) اور اس میں توتیا سب سے بڑے پہاڑ کی طرح ہے،
اور یہاں شیر ببر اور چیتے اور ہاتھی اور ہاتھی کے بچے
ہوتے ہیں -

ان کو محروم کر دیا ، اور آخر انہیں کے لئے جان جوکھوں میں ڈال کر وہ دوسرے دریائی راستہ سے ہندوستان آئے تاکہ یہ تحفہ کسی نہ کسی طرح اپنے ملک پہنچا سکیں -

ایک عرب ہندوستانی کا وطنی گیت

اُس بات کا خانہ ہم ایک عرب ہندوستانی محب وطن کے عربی گیت یا نظم پر کرتے ہیں جو اُس نے کسی معترض کے جواب میں ہندوستان کی خوبیوں اور اُس کی پیداواروں کی تعریف میں لکھی ہے (۱) - اُس شاعر کا نام ابو ضلع سندھی ہے ، اور جس کے وجود کا زمانہ بہر حال سنہ ۶۸۶ھ سے پہلے ہوگا ، اور عجب نہیں کہ تیسری یا چوتھی صدی ہو ، کیونکہ سندھ میں عربوں کے دور کا زمانہ یہیں ختم ہوتا ہے -

لقد انکر استعابی وما ذالک بالامثل

اذا ما مدح الہند و سہم الہند فی المقتل

(ترجمہ) میرے دوستوں نے انکار کیا ، اور یہ بہتر نہیں ، جب ہندوستان کی اور ہندوستان کے تیرے کی معرکہ میں تعریف کی جا رہی تھی -

علمی تعلقات

ماخذ

عرب و ہند کے علمی تعلقات کی تشریح عربی کی
حسب ذیل قدیم مستند کتابوں سے کی گئی ہے -

۱ - جاحظ

سنہ ۲۵۵ھ میں وفات پائی، بصرہ کا رہنے والا تھا،
عربی زبان کا مشہور انشاپرداز، فلاسفر اور متکلم تھا،
اس کی بے شمار چھوٹی بڑی کتابیں ہیں، جن میں
سے کتاب البیان و التبيين، کتاب الحیوان، رسائل جن میں
فرضی مناظرے ہیں، مطبوعہ صورت میں ہیں، اور ابھی
حال میں اس کی ایک کتاب التاج مصر سے شائع ہوئی،
ہے - جاحظ کی کتاب البیان میں ہندوستان کے اصول بلاغت
پر ایک صفحہ ہے، اور رسائل میں سے ایک میں
ہندوستان کی خوبیاں درج ہیں - یہ کتابیں مصر میں
چھپی ہیں -

۲ - یعقوبی

اس کا نام احمد بن یعقوب بن جعفر ہے، عباسی
سلطنت میں یہ دفتر انشا کا افسر تھا، اس نے ہندوستان
اور دوسرے ممالک کی سیر و سیاحت کی تھی - یہ پہلا
مسلمان مؤرخ تھا جس نے تمام دنیا کی قوموں کی

ومنہا الکوک والبیغا والطاؤس والجوزل
و منہا شجر الرایح والساسم والفلفل

(ترجمہ) اور یہاں پرندوں میں کلنگ اور طوطے اور مور اور
کبوتر ہیں، اور درختوں میں یہاں ناریل اور آبنوس اور سیاہ
مرچوں کے درخت ہیں -

سہوف مالہا مثل قد استغنت عن الصیقل
وار ماح اذا اہتزت اہتز بہا الجھنل

(ترجمہ) اور ہتھیاروں میں تلوار ہیں جن کو کبھی صقیل
کی حاجت نہیں اور ایسے نیزے ہیں کہ جب وہ ہلے تو
فوج کی فوج ان سے ہل جائے -

فہل ینکر ہذا الفضل الا الرجل الاخطل

(ترجمہ) تو کیا بیوقوف کے سوا کوئی اور بھی ہندوستان
کی ان خوبیوں کا انکار کرسکتا ہے ؟

۵ - قاضی صاعد اندلسی

یہہ اسپین کا باشندہ تھا ، اس کی کتاب کا نام طبقات الامم ہے - سنہ ۴۶۲ھ (سنہ ۱۰۷۰ء) میں وفات پائی - اُس نے اپنے عہد تک کی تمام متمدن قوموں کے اُن علوم و فنون کی تاریخ لکھی ہے جو عربی کے ذریعہ سے اُس تک پہنچے ہیں - اس میں ہندوستان کا بھی ایک باب ہے - اس کی یہہ کتاب بیروت کے کیتھولک مطبع میں سنہ ۱۹۱۲ء میں چھپی تھی ، یہ مصر میں بھی بچھپ گئی - میرے پیش نظر بیروت کا نسخہ ہے - دارالمصنفین اعظم گدھ نے اس کا اردو ترجمہ بھی شائع کر دیا ہے -

۶ - ابن ابی اصیبعہ موفق الدین

اپنے زمانہ کا مشہور حکیم و طبیب تھا ، اس کا داد سلطان صلاح الدین کا طبیب تھا - سنہ ۵۹۰ھ (سنہ ۱۱۹۳ء) سے سنہ ۶۶۸ھ (سنہ ۱۲۷۰ء) تک اس کا زمانہ ہے اُس نے عیون الانبیاء فی طبقات الاطباء کے نام سے دنیا کی تمام متمدن قوموں کے مشہور طبیبوں کی سوانح عمریاں لکھی ہیں ، دوسری جلد میں ہندوستان کا بھی ایک باب ہے - کتاب مصر میں دو جلدوں میں چھپی ہے -

۷ - حضرة الاستاذ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

انہوں نے تراجم کے عنوان سے ایک مبسوط خطبہ مکتبن ایجوکیشنل کانفرنس علی گدھ میں دیا تھا جو رسائل کے

تاریخ عربی میں لکھی - سنہ ۲۸۷ ھ میں اس کا انتقال ہوا - اس کی دو کتابیں چھپی ہیں، ایک تاریخ دو جلدوں میں، اور دوسری جغرافیہ - تعجب ہے کہ اس نے جغرافیہ میں ہندوستان کا حال نہیں لکھا، مگر تاریخ کی پہلی جلد میں اس نے سب سے پہلی دفعہ اُن کتابوں کا حال لکھا ہے جن کا ہندوستان کی زبانوں سے عربی میں ترجمہ ہوا - یہہ دونوں کتابیں لیڈن میں چھپی ہیں -

۳ - محمد بن اسحاق معروف بہ ابن ندیم

یہہ سنہ ۳۷۷ ھ میں موجود تھا، بغداد کا رہنے والا تھا - اس نے اُن تمام کتابوں کے نام اور احوال لکھے ہیں جو اُس کے زمانہ تک کسی علم و فن میں عربی میں لکھی گئیں، یا کسی دوسری زبان سے ترجمہ ہوئیں - اس میں ہندوستان کا بھی حصہ ہے - یہہ کتاب جرمن فاضل فلوگل (Fluegel) کے اہتمام اور تکشیشہ سے لیپزگ میں سنہ ۱۸۷۱ ع میں شائع ہوئی -

۴ - ابو ریحان بیرونی

الستوفی سنہ ۴۳۰ ھ - اس نے کتاب الہند کے نام سے پوری کتاب ہی ہندوستان کے علوم و فنون پر لکھی ہے - پروفیسر زخاؤ کی محنت سے سنہ ۱۸۸۷ ع میں لیڈن میں چھپی، انگریزی اور ہندی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے -

علمی تعلقات کا آغاز

برامکہ

اس سے پہلے کہ عرب و ہند کے علمی تعلقات پر گفتگو شروع کی جائے اُس خاندان کا ذکر کرنا چاہئے جس کی کوششوں سے یہہ تعلقات وجود میں آئے - عام طور سے عربی زبان میں یہہ خاندان برامکہ کے نام سے مشہور ہے - یہہ وہ خانوادہ ہے جس نے بغداد کی عباسی خلافت میں پچاس سال تک سنہ ۱۳۶ھ سے سنہ ۱۸۶ھ تک نہایت امن و امان، نظم و نسق، جود و کرم اور بخشش و فیاضی کے ساتھ وزارت کے فرائض انجام دئے، یہاں تک کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو یہہ سمجھتے ہیں کہ خلافت عباسیہ کی نیکنامی، شہرت اور حسن انتظام انہیں برمکی وزیروں کی بدولت تھا - انہیں کا ابر کرم تھا جس کی چھینٹوں سے بغداد کبھی باغ و بہار بن گیا تھا - پہلے عباسی خلیفہ سفاح سے لے کر پانچویں خلیفہ ہارون الرشید اعظم تک ان کے خاندان کے مختلف افراد نے وزارت کیا درحقیقت شہنشاہی کی - ان کے خاندان کا آغاز گو سفاح ہی کے زمانہ سے شروع ہوا، مگر ان کے اقبال کا آفتاب ہارون کے عہد میں اوج کمال تک پہنچ گیا، اور ابھی درپہر ہی تھی کہ ہارون کے ہاتھوں یہہ ہمیشہ کے لئے دُوب بھی گیا - ہارون رشید نے اس خاندان کو

ضمن میں چھپ چکا ہے - اس میں تفصیل کے ساتھ اُن کتابوں کا ذکر تھا جو یونانی، فارسی، عبرانی، سریانی، وغیرہ زبانوں سے عربی میں ترجمہ ہوئیں - اسی ضمن میں ایک مختصر بیان اُن کتابوں کے متعلق بھی ہے جو سنسکرت سے عربی اور فارسی میں ترجمہ ہوئیں، مگر اُس وقت تک چونکہ بعض پرانی کتابیں طبع نہیں ہوئی تھیں، اور بعض ناقص تحقیقات کی تکمیل نہیں ہوئی تھی، اس لئے خطبہ کا یہ حصہ نا تمام سا تھا -

ہو گیا۔ مگر کچھ دنوں کے بعد پھر اس کے شعلے بھڑکے، اور آخر سنہ ۵۸۶ (سنہ ۷۰۵ء) میں مشہور مسلمان سپہ سالار خراسان قتیبہ نے ہمیشہ کے لئے اس ملک کو اسلام کے دائرہ حکومت میں داخل کر لیا۔ اس آتشکدہ کے پجاری جو قدیم بادشاہوں کے زمانہ سے بلخ اور اس کے آس پاس کی موقوفہ آبادی کے مالک و حاکم تھے، ان میں کچھ لوگ خود اپنی مرضی سے مسلمان ہو گئے، دمشق چلے آئے، اور پھر جب عربوں کی حکومت کا مرکز سنہ ۱۳۳ھ میں دمشق سے بغداد کو منتقل ہوا تو وہ بھی بغداد چلے آئے اور رفتہ رفتہ سلطنت اور حکومت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج کو طے کرتے ہوئے وزارت کے منصب تک پہنچے، اور کبھی کل دنیاے اسلام پر شاہی کی۔

یہہ خاندان جو اس آتشکدہ کا دستور اعظم تھا، ”برمک“ کے لقب سے مشہور تھا۔ اسی برمک کی جمع ”برامک“ ہے، جس کے ساتھ اس خاندان کی عزت و شہرت و ناموری قائم ہے۔ سوال یہہ ہے کہ لفظ ”برمک“ کی اصلیت کیا ہے؟ قدیم مؤرخوں اور لغت نویسوں نے ادھر توجہ نہیں کی ہے۔ بعد کے فارسی مؤرخوں اور لغت نویسوں نے اس کو ”مکیدن“ (چوسنا) کے فارسی مصدر سے جس پر کبھی ”دبر“ کا زائد لفظ بڑھا کر برمکیدن کہہ سکتے ہیں، اس لفظ کی اصلیت تیار کی ہے، پھر اس لفظ کے سہارے سے ایک بے بنیاد کہانی کی ایک عمارت کھڑی کی ہے۔ کہتے ہیں کہ پہلا برمک

جن اسباب سے تباہ و برباد کیا وہ ہمیشہ زیر پردہ رہے، تاہم مؤرخوں نے یہہ ثابت کیا ہے کہ اس کا سبب صرف یہہ تھا کہ وہ ہرامکہ نے اپنی فیاضی اور نیک نامی سے تمام لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا - ساتھ ہی ملک کی تمام اچھی اور عمدہ زمینیں اپنی جاگیر میں کر لی تھیں، اور سلطنت کے جز و کل پر وہ ایسے حاوی ہو گئے تھے کہ اصل عباسی خاندان صرف انہیں کے رحم و کرم پر گویا باقی رہ گیا تھا - ایسی حالت میں اگر ہرامکہ کی بروقت خبر نہ لی جاتی تو اسلامی دنیا میں ایک عظیم الشان تاریخی انقلاب پیش آتا اور عباسیہ ہمیشہ کے لئے مت جاتے - اس لئے عباسی خاندان کو بچانے کے لئے ہرمکی خاندان کو مٹانا ضروری تھا - اسباب جو کچھ ہوں، مگر بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ ہرامکہ ہی خاندان وہ خاندان تھا - جس کی سر پرستی میں مسلمانوں میں علم کلام، فلسفہ، طب، معقولات اور دوسری قوموں کے علوم کے سیکھنے کا شوق پیدا ہوا -

ہرامکہ کون تھے؟

عام طور سے مشہور ہے کہ ہرامکہ مجوسی تھے، یعنی آتش پرست ایرانی تھے - بلخ میں نوبہار نام منوچہر کا بنایا ہوا ایک آتشکدہ تھا، اُسی آتشکدہ کے یہہ پور مغاں تھے - جب مسلمانوں نے سنہ ۳۱ھ (سنہ ۶۵۱ء) میں بلخ کو فتح کیا تو یہہ آتشکدہ بھی اس آندھی میں سرد

اُن کو ”برمکی“ کہنے لگے (۱) - ایک عرب ادیب نے اُس کی فیلالوجی اُس سے بھی زیادہ دلچسپ بیان کی، کہ بلخ کا یہہ معبد خانہ کعبہ کے جواب میں بنایا گیا تھا، اُس لئے اُس کے افسر کو ”برمکہ“ یعنی مکہ کا حاکم کہتے تھے، اور اسی کا اختصار برمک ہے (۲) - ایک اور تشریح یاقوت کی معتمد البلدان میں ہے کہ ”بر“ کے معنی بیٹا، اور ”برمکا“ کے معنی مکہ کا بیٹا (نو بہار کا لفظ) -

ہماری زبان میں البرامکہ کے نام سے اس خاندان کی مشہور تاریخ لکھی گئی ہے - اُس کے لائق مصنف نے اس لفظ کی اصلیت یہہ ظاہر کی ہے کہ برمک اصل میں برمغ تھا کہ ”مغ“ جس کی جمع اردو شاعری میں بھی مغاں اور پیر مغاں مستعمل ہے، آگ کے پتجاری (آتش پرست) کو کہتے ہیں - اسی کی یونانی شکل مگرس اور عربی مگوس ہے، اور ”بر“ افسر کو کہتے ہیں، اُس لئے ”برمغ“ کے معنی ”رئیس مگوس اور سردار مگوس“ کے ہوئے - ہم کو اُس تشریح کے ماننے میں تامل نہیں، بشرطیکہ یہہ ثابت ہو سکے کہ نو بہار کے علاوہ ملک ایران کے ہزاروں آتشکدروں میں سے کسی ایک کے افسر پتجاری، پروہت، یا دستور کو اُس نام سے پکارا گیا ہے - اس

(۱) برہان قاطع -

(۲) ربیع البوار زمشوری -

مسلمان ہو کر جب خلیفہ کے سامنے حاضر ہوا تو خلیفہ نے اُس کو دانت کر کہا کہ ”تجکو بادشاہوں کے دربار میں آنے کا بھی سلیقہ نہیں“ تو اپنے پاس زہر لے کر دربار میں آیا ہے۔ - میرے پاس ایسے مہرے ہیں جن سے مجکو معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کے پاس زہر ہے۔“ برمک اول نے عرض کی کہ ”یہہ قصور ہے شک ہوا“ میری انگوتھی کے نیچے زہر ہے تاکہ اگر کبھی مجھے پر ایسا وقت آ جائے کہ مجھے اپنی عزت بچانے کے لئے جان دینی پڑے تو میں اس انگوتھی کو چوس لوں“ اور جان دے دوں۔“ چونکہ اُس کی زبان فارسی تھی اس لئے ”چوس لوں“ کو فارسی میں اُس نے ”برمک“ کے لفظ سے ادا کیا۔ اس وقت سے اس کا نام ہی ”برمک“ ہو گیا، (۱)۔ یہہ کہانی تمام تر جھوٹ ہے، اور صرف فارسی قصہ نویسوں کی گپ ہے۔ دمشق کے دربار کی زبان، فارسی نہ تھی، عربی تھی، علاوہ ازیں اس قصہ کا ما حاصل یہہ ہوگا کہ برمک کا لقب سنہ ۸۶ھ میں پیدا ہوا، حالانکہ عربی کے تمام مستند مؤرخوں نے یہی لکھا ہے کہ یہہ بلخ کے افسر پجاری کا پرانا لقب تھا۔

بعض فارسی لغت نویسوں نے برمک کو کسی مقام کا نام قرار دیا ہے جس کی طرف نسبت کر کے لوگ

(۱) تاریخ ضیاء برنی، ’روضۃ الصفا‘ برہان قانع۔

سکندر کو خفیہ ایرانی شاہی نسل سے نہیں قرار دیتے ؟ اور کیا مسلمانوں نے اپنے افسانوں میں رچوتہ شیر دل کو سلطان صلاح الدین ہی کے خاندان کی یادگار نہیں بتایا ؟ یہی حال بگرامکے کا بھی ہوا - ایرانیوں نے تو ان کا نسب و سبب جوڑ کر گستاخ کے وزیر جاماسپ تک پہنچا دیا ہے ، اور ثابت کیا کہ یہہ ایرانی وزارت کا پرانا خاندان تھا (۱) - عربوں نے اس کے برخلاف یہہ دعویٰ کیا کہ جعفر برمکی اول ، جس سے اس نسل کا عروج شروع ہوتا ہے ، وہ خراسان کے عرب سپہ سالار قتیبہ کا بیٹا تھا ، جعفر کی ماں لڑائی میں قتیبہ کے ہاتھ لگی تھی ، اور صلح کے بعد حاملہ ہو کر گھر واپس گئی (۲) -

حسب و نسب کے ان متضاد بیانات سے یکسو ہو کر نفس اس عبادت گاہ کی حالت پر غور کرنا چاہئے کہ کیا ایک آتشکدہ کی خصوصیتیں اس میں پائی جاتی تھیں ؟ آتشکدہ کے لئے سب سے پہلی چیز یہہ ہے کہ وہ آتشکدہ ہو ، یعنی اس میں آگ جلتی ہو - لیکن بلخ کے اس معبد کی نسبت سوائے پچھلے بے احتیاط لوگوں کے اور کسی نے ایسا نہیں لکھا - اس معبد کا سب سے قدیم اور پرانا حوالہ اس وقت ہمارے ہاتھ میں بلاذری ہے ، مگر اس نے اس کی کوئی تفصیل نہیں دی ہے - اس کے بعد

(۱) سیاست نامہ و نزهة القلوب حمد اللہ مستوفی -

(۲) طبری و ابن اثیر -

تشریح کے ساتھ یہہ لفظ فارسی میں اتنا عام ہونا چاہئے تھا کہ اس کا استعمال فارسی شعروں میں بکثرت ہوتا اور اہل لغت کو معلوم ہوتا - مگر ان کی یہہ پریشان گوئی ہی بتا رہی ہے کہ ان کو خود اس لفظ کی اصلیت کا علم نہ تھا - علاوہ اس کے برمغ اس لفظ کو عربی میں برمچ یا زیادہ سے زیادہ برمک کہنا چاہئے تھا ، نہ برمک ، اور نہ اس کی کوئی مثال دی جاسکتی ہے کہ فارسی غ کو عربی میں ک سے بدلا گیا ہے ، چ سے البتہ بدل ہوا ہے ، جیسے چراغ سے سراچ - ترکی نام ہلاکو کی اصل ہلاغو نہیں جیسا کہ سمجھا گیا ہے ، بلکہ ہلا گو ہے ، اور پھر تعجب نہیں کہ اس سفاک اور خونخوار بادشاہ کے نام کے لئے ہلا کو کا غلط تلفظ اسلئے بھی اختیار کیا گیا تاکہ عربی لفظ ہلاک (موت) کی طرف اس میں پرتعن تلمیح پوشیدہ رہے -

حقیقت یہہ ہے کہ اس لفظ کی تشریح اس راز کے فاش ہونے پر موقوف ہے کہ بلخ کا یہہ معبد کیا درحقیقت مجوسیوں کا آتشکدہ تھا ؟ اور کیا اس خاندان کا مذہب اسلام سے پہلے آتش پرستی تھا ؟ اس کا جواب ایرانیوں کی طرف سے تو یہی ملینا کہ ایسا ہی ہے ، یہہ معبد آتشکدہ تھا ، اور ان کا مذہب آتش پرستی تھا -

واقعہ یہہ ہے کہ کسی غیر معمولی انسان کو اپنے میں شامل کرنے کا جذبہ ہر قوم میں ہے ، کیا ایرانی

کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے بھی یہہ عبادت گاہ بنائی ، جس کا نام نو بہار ہوا ، جس کے معنی ”نئے“ کے ہیں ۔ تو عجم (غیر عرب) اس کا حج کرتے تھے ، اس کو ریشم کا کپڑا پہنایا جاتا تھا ، اس پر ایک گنبد تھا ، جس کا نام ”اشبیت“ تھا یہہ گنبد ۱۰۰۰ ہاتھ لंबا ، اور ۳۰ ہاتھ چوڑا تھا ، عمارت کی چاروں طرف اس کے پتھاریوں کے رھنے کے لئے ۳۶۰ حجرے تھے ۔ سال کے ہر دن کے لئے ایک پتھاری ، اور اس کے افسر پتھاری کا لقب برمکا تھا ، یعنی مکہ کا دروازہ اور والی ۔ تو ہر ایک کا لقب برمک ہوتا تھا ۔ چین اور کابل کے بادشاہ اس مذہب میں تھے ، جب وہ یہاں آتے تھے ، تو بڑے بت کو سجدہ کرتے تھے “ (۱) ۔

آپ نے ! خیال فرمایا کہ اس بیان میں بھی اس میں آگ ہونا مذکور نہیں ، بلکہ اس کے بجائے اس میں بتوں کا ذکر ہے ، جن کو آنشکدوں سے کوئی تعلق نہیں ، نہ مجوس و ایرانی بت کو پوجتے ہیں ۔ پھر اس میں یہہ ہے کہ چین اور کابل کے بادشاہ کا وہی مذہب تھا ۔ سب کو معلوم ہے کہ چین اور کابل میں آتش پرستی کبھی نہ تھی ۔

مسعودی (سنہ ۳۳۰ھ) اور ابن الفقیہ ہمدانی کا زمانہ ہے ' پھر معجم البلدان یاقوت (سنہ ۶۲۶ھ) اور آثار البلاد و زکریا قزوینی (سنہ ۶۸۶ھ) کا بیان ہے - ابن الفقیہ اور یاقوت کا ابتدائی بیان حرف حرف ایک ہے ' اور یاقوت کا اپنا بیان عمر بن الازرق سے ماخوذ ہے -

مسعودی کا بیان

مؤرخ مسعودی نوبہار کے حال میں لکھتا ہے کہ :
 "نوبہار کی عمارت نہایت پختہ اور بلند تھی اور اُس کے اوپر نیڑوں پر سبز حریر کے جھنڈے لہراتے تھے ' جن میں سے ہر جھنڈے کا کپڑا سو سو ہاتھ کے برابر ہوتا تھا - . . . اُس کی چاروں طرف کی دیواریں بھی ایسی ہی بلند تھیں - اس کے جھنڈے کا ریشمی کپڑا اتنا بڑا تھا کہ دور تک جاتا تھا " (۱) -

آپ نے دیکھا ' اس میں کہیں آگ کا ذکر نہیں ' اور نہ عمارت کی یہہ ترکیب اور نہ یہہ جھنڈے آنشکدوں میں ہوتے ہیں -

ابن الفقیہ کا بیان

ابن الفقیہ ہمدانی کا بیان یہہ ہے :-
 "نوبہار - یہہ بڑا مکہ کی تعمیر تھی ' اُن کا مذہب بتوں کو پوجنا تھا ' ان کو مکہ کا اور قریش کے مذہب

پھول کے چڑھاوے اور بہار کی خصوصیات یہہ سب فارسی لفظ ”بہار“ کی مناسبت سے گھڑ لی گئی ہیں، تا کہ نو بہار نام کی مناسبت ظاہر ہو۔

قزوینی کا بیان

بلخ کے حال میں لکھتا ہے: ”یہیں وہ عمارت تھی جس کا نام نو بہار تھا جو تمام بت خانوں میں سب سے بڑا بتخانہ تھا“ (اس کے بعد وہی مکہ کی نقل و مشابہت کی کہانی ہے) اس کو ریشم اور جواہرات سے آراستہ کیا گیا تھا، اور اس میں بت کھڑے تھے، اور اہل فارس اور ترکوں کو اس سے عقیدت تھی، اور اس کا حج کرتے تھے، اور نذرانے چڑھاتے تھے۔ اس گھر کی لنبائی ۱۰۰ ہاتھ اور چوڑائی ۱۰۰ ہاتھ اور اونچائی ۱۰۰ ہاتھ سے زیادہ تھی۔ برامکہ یہاں کے اصلی پتجاری تھے ہندوستان کے راجہ اور چین کے خاقان یہاں آتے تھے (۱) اور سجدہ کرتے تھے“

وہار، بدھ

ان تمام بیانات سے اس میں کوئی شک نہیں رہا جاتا کہ یہہ متجوسوں کا آتشکدہ نہیں، بلکہ بودھوں کا وہار تھا، اور اسی وہار کی خرابی بہار ہے۔ نو بہار

یاقوت کا بیان

یاقوت رومی ایک متقدم مصنف کے حوالہ سے نقل کرتا ہے :-

”عمر بن اوزق کرمانی نے کہا ہے کہ برامکہ بلخ میں ہمیشہ سے معزز تھے، اور (سکندر کے بعد) جو طوائف الملوکی یا نراج کا دور ایران میں آیا، اُس سے پہلے سے تھے۔ اُن کا مذہب بتوں کی پوجا تھی، (پھر مکہ کی مشابہت اور مقابلہ میں نو بہار کی تعمیر ہونا جیسا اوپر گذرا ہے بیان کیا ہے)۔ اس میں چاروں طرف بت کھڑے تھے، اور ان کو ریشم کے کپڑے پہنائے جاتے تھے۔ نو بہار کے معنی نئی بہار کے ہیں، کیونکہ ہر نئی بہار میں ان پر پھول کی نئی کلیاں چڑھائی جاتی تھیں۔ اہل فارس ان کا حج کرتے تھے، اور اس کے سب سے بڑے گنبد پر جھنڈے کھڑے تھے، اور اس گنبد کا نام استن تھا، اور اس کی چاروں طرف ۳۶۰ کمرے تھے، جن میں پجاری رہتے تھے۔ ہندوستان، چین، اور کابل وغیرہ کے بادشاہ اس مذہب میں تھے، اور جاترے کو یہاں آتے تھے، اور آکر بڑے بت کو سجدہ کرتے تھے۔ یہ اتنا بلند تھا کہ اس کے جھنڈے کا کپڑا اُڑ کر بلخ سے ترمز جاکر گرتا تھا۔ (۱)

اس یلتین میں شک رہ جاتا ہے کہ بلخ کا یہہ نوبہار بودھوں کا بت خانہ تھا ، مجوسیوں کا آتشکدہ نہیں -

تعجب ہے کہ پرانے مؤرخوں کو چھوڑ کر یورپ کے نئے باخبر مؤرخوں کی بھی ادھر نظر نہ پڑی - وان کریمر نے برامکے کو مزدکی بتایا (۱) ، اور پروفیسر براؤن جیسے متحقق سے بھی یہہ حقیقت چھپی رہی ، وہ بھی نوبہار کو آتشکدہ اور برامکے کو مجوسی کہتے ہیں (۲) ، لیکن دوران تحقیق میں یہہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ زخاؤ نے کتاب الہند کے انگریزی ترجمہ کے مقدمہ (ص ۳۱) میں نوبہار کی اصل ”دہ نو وھار“ اور بودھ خالقہ بتائی ہے - موجودہ مستشرقین یورپ میں سے کم از کم ایک شگفتہ ڈبلیو برتھالڈ (W. Barthold) نے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مضمون برامکے (جلد ۱ ص ۶۶۳) میں چند سطروں میں یہہ اشارہ کیا ہے کہ دہ نوبہار بودھوں کا ”نو وھار“ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ایک چینی سیاح کا بیان ہے - اور ابن فقیہ نے اس عبارت کی جو صورت لکھی ہے اس سے یہہ ثابت ہوتا ہے - لیکن ان میں سے کسی نے نہ تو اس پر کوئی اور دلیل قائم کی ہے اور نہ اور کوئی

(۱) ترجمہ انگریزی صلاح الدین خدابخش -

(۲) لٹریچر ہسٹری آف پرشیا ؛ جلد ۱ صفحہ ۲۵۹ -

اصل میں وہ نو وھار ہے - وھار خاص بودھوں کے معبد اور خانقاہ کو کہتے ہیں، جس کی ایک مثال خود وھارے ملک میں شہر وہ بہار ہے، جو دراصل بودھوں کا وھار ہے - مسلمانوں نے اس کو اپنے فارسی لہجہ میں بہار کر لیا ہے - اسی نو بہار کے نام سے سندھ میں عربوں کی ابتدائی آمد کے زمانہ میں متعدد وھار تھے، اور ان کی جو کیفیت عرب مؤرخوں نے لکھی، وہ حرف حرف بائبل کے نو بہار پر پوری اترتی ہے -

بلاذری (سنہ ۲۴۷ھ) جو نہایت قدیم مؤرخ ہے، فتوح البلدان میں سندھ کی فتح کے حال میں لکھتا ہے کہ وہ دیبل میں ایک بہت بڑا بد (بودھوں کا معبد) تھا، جس کے اوپر ایک بہت بڑا ستون تھا، اور اس میں بہت بڑا سرخ جھنڈا تھا، جو اتنا بڑا تھا کہ جب ہوا چلتی تھی وہ پورے شہر کے اوپر لہراتا تھا - اور بد جیسا کہ (سندھ کے آنے جانے والے) لوگوں نے بتایا، اس عمارت کو کہتے ہیں جس میں ایک یا کئی بت ہوتے ہیں، ایک بہت بڑا مینار ہوتا ہے، اور کبھی اس مینار ہی کے اندر بت رکھا ہوتا ہے - اور ہر وہ چیز جس کی عبادت کے طور پر عزت کریں وہ بدھ ہے، اور بت بھی بد ہوتا ہے (۱) - کیا اس بیان کے بعد بھی

سے سترھہ میں بودھوں کے معبد اسی زمانہ میں
موجود تھے - (۱)

(ب) عرب جغرافیہ نویسوں اور معتبر مؤرخوں نے اس
معبد کی جو کیفیت بیان کی ہے وہ پوری پوری بودھ
معبد کی تصویر ہے -

(ج) ساتویں صدی عیسوی کے ایک چینی سیاح ہوان
کنگ نے بلغ کے اس معبد کا ذکر کیا ہے (۲) ، اور یہہ
زمانہ کنگ تقریباً وہ ہو گا جب عرب فاتح یہاں پہنچ
چکے ہوں ، یا پہنچنے والے ہونگے -

(د) مسعودی اس نو بہار کے حال میں کہتا ہے کہ
بعض روایت اور تحقیق والے لوگوں نے بیان کیا ہے
کہ انہوں نے نو بہار کے دروازہ پر فارسی میں ایک کتبہ
پڑھا جس میں لکھا تھا : وہ بوداسف کا قول ہے کہ
بادشاہوں کے دروازے تین خصلتوں کے محتاج ہیں ، عقل
اور صبر ، اور مال - اس کے نیچے کسی نے عربی میں
لکھ دیا تھا کہ وہ بوداسف نے غلط کہا جس میں ان تین
باتوں میں سے ایک بات بھی ہو وہ بادشاہ کے دروازہ پر
کیوں جائے گا ؟ (۳) محققین کو اس میں کوئی شبہ

(۱) ترجمہ انگریزی چچ نامہ الیٹ جلد اول ص ۱۵۰ -

(۲) انسائیکلو پیڈیا آن اسلام ج ۱ ص ۶۶۳ -

(۳) مروج الذهب ۴ ص ۴۹ (پیرس) -

ثبوت یہم پہنچایا ہے ، پھر اسی کے ساتھ اس غلطی کا بدستور ارتکاب کیا ہے کہ برامکہ کو ایرانی نسل کا مجوسی مانا ہے اور یہہ کہ ایرانیوں نے اس کو آتشکدہ بنا لیا تھا ۔

لیکن میرے نزدیک یہہ قطعاً غلط ہے ۔ میرا دعویٰ ہے کہ برامکہ بودھ مذہب کے پیرو تھے ، اور ان کا اصل تعلق ہندوستان سے تھا ، نہ کہ ایران سے ۔ سچ ہے کہ برامکہ زمانہ کے بعض ہجوگو شاعروں یا بدظن لوگوں نے صریحاً ان کو مجوسیت کی طرف منسوب کیا ہے ، لیکن اس کا سبب یہہ ہے کہ عربوں کو عجم کے باشندوں میں مجوسیوں کے سوا کوئی اور مذہب اور قومیت معلوم نہ تھی ۔ دوسری بات یہہ ہے کہ ایرانیوں اور برمکیوں کی سیاست کا اقتضا یہہ تھا کہ وہ آپس میں عجمی بن کر ایک دوسرے کے معین و مددگار بنے رہیں ، گو کہ آخر تک یہہ تعاون دونوں سے نہ نبھ سکا ۔ اور یہی سبب برامکہ کے زوال کا ہوا ۔

بہر حال میرے اس دعویٰ پر کہ نوبہار بودھوں کا معبد ، اور برامکہ در اصل بودھ تھے ، حسب ذیل شہادتیں ہیں :

(الف) نوبہار کہیں کسی مجوسی بتخانہ کا نام نہ تھا ۔ اس کے برخلاف یہہ بودھوں کے معبد کا مشہور نام ہے * اور خود اسی نوبہار کے نام

جو چوتھی صدی کے وسط میں تھا -) جب حضرت عثمان کے زمانہ میں بلخ فتح ہوا تو نوبہار کا معولی برمک بھی خلافت کے دربار میں گیا ، اور وہاں وہ اپنی خوشی سے مسلمان ہو گیا - جب وہاں سے بلخ واپس آیا تو لوگ اُس کے تبدیل مذہب سے بہت برہم ہوئے اور اُس کو معزول کر کے اُس کی جگہ اُس کے بیٹے کو معولی مقرر کیا - پھر نیزک طرخان (شاہ ترکستان) نے اُس کو لکھا کہ اسلام چھوڑ کر پھر اپنے مذہب میں واپس آ جاؤ - اُس نے جواب دیا میں نے اپنی مرضی سے اسلام کو قبول کیا ہے اور اُس کو اچھا سمجھ کر قبول کیا ہے - اُس کو چھوڑ نہیں سکتا - طرخان نے اُس پر حملہ کرنا چاہا مگر برمک کی دھمکی سے وہ اُس وقت چپ ہو گیا ، مگر بعد کو دھوکے سے اُس نے اُس کو اور اُس کے ساتھ اُس کے دس بیٹوں کو بھی قتل کر دیا ، صرف ایک کمسن لڑکا بچ گیا ۔

سوال یہ ہے کہ اگر نوبہار آتشکدہ ہوتا اور ہرامنہ معجوسی ہوتے تو ترک بودھوں کے بادشاہ طرخان کو اُس پر غصہ کہوں آتا ؟ اور وہ اُس کے اور اُس کے خاندان کے درپے کہوں ہوتا ؟

(ج) برمک اور اُس کی اولاد کے قتل ہو جانے کے بعد برمک کی بیوی اپنے کم سن بچہ کو لیکر بھاگ گئی اور بھاگ کر کشمیر آئی ، چنانچہ اُس کم سن بچہ نے

نہیں ہے کہ اہل عرب بدھ ہی کو بوذا سفا کہتے تھے (۱) -
اب اگر یہہ بودھوں کا معبد نہ ہوتا بلکہ متجوسوں کا
ہوتا تو اس کے صدر دروازہ پر بودھ کا منقولہ کہوں
لکھا ہوتا ؟

(۵) بلخ خراسان کا ایک شہر ہے اور اس ملک کا
مذہب اسلام سے پہلے گذشتہ اور موجودہ دونوں محققوں
کے نزدیک بودھ مت تھا - چنانچہ ابن ندیم نے بھی
خراسان کی ایک پرانی تاریخ کے حوالہ سے یہی لکھا ہے
کہ ”اسلام سے پہلے خراسان کا مذہب بودھ کا تھا“ - (۲)

(و) برامکہ کے اسلام کے حال میں مؤرخوں نے یہہ
لکھا ہے کہ ”نو بہار کے پتجاری کا جو مذہب تھا
وہی مذہب ہندوستان ، چین ، اور ترکوں کے بادشاہ کا
تھا“ (۳) - سب کو معلوم ہے کہ ہندوستان ، کابل ، چین ،
اور ترکستان کا مذہب بودھ مت تھا ، آتش پرستی اور
متجوسیت نہیں -

(ز) یاقوت میں ایک پشپرو مؤرخ عمر بن ازرق کرمانی
کے حوالہ سے ہے (یہہ کرمانی یقیناً تیسری چوتھی صدی کا
آدمی ہے کیونکہ بعینہ یہی عبارت ابن الفقیہ میں ہے

(۱) کتاب الفہرست ابن ندیم ص ۳۳۵ مع حواشی فلوگ -

(۲) کتاب الفہرست ابن ندیم صفحہ ۳۳۵ -

(۳) ابن الفقیہ ، قزوینی اور یاقوت کے حوالے اور گذر چکے -

لانے کے بعد اس خاندان نے ہندوستان کے ساتھ اپنے تعلقات کو اور زیادہ مضبوط کر دیا، ہندوستان کے پختہ کو عراق میں بلوا کر اپنے درباروں میں جگہ دی، سندھ کے غالباً بودھ عالموں اور طبیبوں کو بلوا کر اُس نے بغداد کے دارالترجمہ اور شفاخانوں میں مقرر کیا، ہندوستان مذہبوں اور دواؤں کی تحقیقات کے لئے وفد بھیجا - ابن ندیم کتاب الفہرست میں جو سنہ ۳۷۷ھ کی تصنیف ہے کہتا ہے :

”عربوں کے دور حکومت میں ہندوستان کے معاملہ سے جس نے زیادہ دلچسپی لی وہ یحییٰ بن خالد برمکی اور برامکہ کی جماعت ہے، جس کی دلچسپی اور اہتمام ہندوستان کے معاملہ کے ساتھ اور وہاں کے پختہ اور ویدوں کو ہندوستان سے بغداد بلوانے میں (مشہور ہے) -“ (۱)

اگر یہ لوگ ایرانی معجوسی ہوتے تو ان کی اس توجہ اور سرگرمی کا مرکز ہندوستان کی بجائے ایران ہونا چاہئے تھا -

کشمیر ہی میں تعلیم و تربیت پائی اور یہیں علم طب اور نجوم اور ہندوستان کے دوسرے علوم سیکھے ، اور وہ اپنے باپ دادوں کے مذہب پر رہا - اتفاق سے ایک زمانہ میں بلخ میں طاعون آیا ، وہاں کے لوگوں نے سمجھا اپنے دین کے چھوڑ دیئے کی وجہ سے یہہ بلا اُن پر آئی ، چنانچہ نوجوان ہرمک کو کشمیر سے بلخ بلوا کر نئے سرے سے نوبہار کی آرائش کی - (۱)

بلخ سے کشمیر بھاگ کر آنے کی اور یہاں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی کوئی وجہ سوائے اس کے نہیں ہو سکتی کہ اس خاندان کا تعلق ہندوستان سے تھا اور ان کا مذہب بودھ تھا ، جس کا ایک مرکز کشمیر بھی تھا ، ورنہ ان کے لئے آسان تھا کہ وہ ترکوں کے ظلم و ستم سے بھاگ کر اپنے ہم قوموں اور ہم مذہبوں کے پاس ایران جائیں یا مسلمانوں کے پاس آکر پناہ لیں - پھر ایک مجبوسی لڑکے کی تعلیم و تربیت دوسرے ملک اور مذہب میں کیا ہو سکتی ہے ، اور یہاں اُس کو اپنے مذہب کی کیا تعلیم ملتی ؟

(ط) یہہ تو اس خاندان کے ہندوستان کے ساتھ تعلق کا واقعہ اُس کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے - اسلام

(۱) دیکھو معجم البلدان یا قوت لفظ ”نوبہار“ اور کتاب البلدان

ابن القتیبة صفحہ ۳۲۲ (لیقتن) -

ہندوستان میں بھی کئی نکل چکی ہیں، اور آثار قدیمہ نے ان کی کیفیت پوری طرح بیان کی ہے۔ یہاں بھی فارسی لفظی مشابہت نے دھوکا دیا ہے۔ فارسی میں ”استن“ کہمبے کو کہتے ہیں، جس کی دوسری فارسی شکل ستون ہماری زبان میں بھی ہے۔ اسی لئے لکھنے والوں نے اپنے خیال کے مطابق ”استنب“ کو بے معنی سمجھکر اس کو فارسی کر دیا ہے کہ اس کے کچھ معنی ہو جائیں، مگر اس سے زیادہ بے معنی بات کیا ہوگی کہ کسی قریب یا گنبد کا نام ستون اور کہمبا رکھا جائے۔ ہم نے ایک جزئی مسئلہ پر نہایت تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ شاید ہم پر بے موقع طول کلام کا الزام قائم کیا جائے مگر اس اہمیت کو اگر خیال میں رکھا جائے جو اس تحقیق کی روشنی میں اس مسئلہ کی نظر آتی ہے تو میرا یہہ جرم بہت ہلکا ہو جائے گا اور نظر آئے گا کہ میرے اس نظریہ کے ثبوت کے بعد برامکہ کے عہد وزارت کی وہ تمام علمی سرگرمیاں علوم و فنون کی سرپرستیاں، شعر و سخن کی قدردانیاں، ہندوستان کی طب اور ہیئت کو عربی میں منتقل کرنے کی کوششوں کی داک ایران کی بجائے آئندہ آریادرت ہندوستان کے حصہ میں آجائینگے اور یہہ ہندوستان کا معمولی کارنامہ نہ ہوگا۔

عربی زبان کی سب سے بڑی انسائیکلوپیڈیا ابن فضل اللہ العمری مصری کی مسالک الابصار فی ممالک الامصار

(ی) سب کے آخر یہہ کہ برمک جوان کا خاندانی نام اور نوبہار کے متولی اور بڑے پجاری کا اعزازی لقب تھا وہ سنسکرت زبان کا لفظ برمک ہے - ڈاکٹر زخاؤ جو خود سنسکرت کے ماہر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس لفظ کے سنسکرت میں معنی بدتر اور بڑے مرتبہ والے کے ہیں - ہم نے بھی سنسکرت جاننے والوں سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی تصدیق کی -

(ک) نوبہار کی عمارت میں جو بہت بڑا ”قبہ“ یا گنبد بنا ہوا تھا، اُس کا نام تھوڑے تھوڑے فرق سے مختلف نسخوں میں مختلف طور سے لکھا ہوا پایا گیا ہے - یاقوت کے مصری نسخہ میں ”استن“ اس کا نام بتایا گیا ہے - یورپ کا نسخہ اس وقت میرے پاس نہیں، مگر ابن الفقیہ کا جو لیکن کا چھپا ہوا نسخہ میرے سامنے ہے، اُس میں اصل متن میں تو اس کا نام ”اسبت“ لکھا گیا ہے - مگر مشہور فاضل دی شوچی (De Goeje) اُس کے ادیتور نے اس کی حسب ذیل شکلیں مختلف نسخوں کے حوالہ سے لے کر لکھی ہیں :

”استن“ ”است“ ”اسبت“ - میرے خیال میں یہہ صحیح لفظ ”استب“ ہے اور یہہ بودھہ لفظ ”ستوپ“ کا فارسی و عربی تلفظ ہے - سب جانتے ہیں کہ ”ستوپ“ بودھوں کا وہ خاص معبد کہلاتا ہے جس میں بودھہ کی راکھ یا سادھی رکھی گئی تھی - ایسی عمارتیں

اس بیان میں اس کے بنانے والے کا نام ”ہندی“ ظاہر کرنا ہمارے دعویٰ پر ایک مزید شہادت ہے - اس بیان میں اس کو چاند کے پوجنے والوں کا معبد کہا گیا ہے، مگر بہر حال آشکدہ نہیں - اس کا چاند کا معبد ہونا بھی ہندوستان کی طرف اشارہ ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک ہندو کی اصل اندو ہے، جو چاند کو کہتے ہیں، اور اسی نسبت سے اس ملک کا یہہ نام پڑا ہے، (۱) - یہہ وہ شواہد ہیں جن کو ہم اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں - ان شواہد سے ہندوستان اور عرب کے علمی تعلقات کا وہ گہ شدہ حلقہ مل جاتا ہے جس سے برامکہ اور ہندوستان کے علمی تعلقات کی زنجیر پوری استوار ہو جاتی ہے اور یہہ راز کھل جاتا ہے کہ برامکہ کو خاص کر ہندوستان کے علوم و فنون سے کیوں اتنا ذوق تھا اور وہاں کے پندتوں سے اس میل جول اور ارتباط کے اسباب کیا ہیں؟

گذشتہ تقریر سے عرب اور ہندوستان کے تجارتی تعلقات کی پوری تشریح ہو چکی ہے، لیکن واقعہ یہہ ہے ہندوستان اور عرب کے درمیان تجارت کے علاوہ دوسرے اغراض سے بھی آمد و رفت کے تعلقات پہلی صدی ہجری

(۱) زبدۃ الصغائف فی سیاحۃ الممارت مصنفہ نوزل آندی (یہہ اسی

زائدہ کی ایک شامی عیسائی فاضل کی تصنیف ہے) ص ۹۳ -

ہے، جس کی پہلی جلد ابھی شائع ہوئی ہے -
اس میں نوبہار کی تاریخ و کیفیت ان الفاظ میں بیان
کی ہے : (۱)

دہ نوبہار کو ہندوستان (کے راجہ) متو شہر
نے بلخ میں بنایا - [یہاں وہ ستارہ پرست
آئے تھے جو چاند کو پوجتے ہیں،
اور اس کے [متولی کا نام برمک ہوتا
تھا - فارس کے بادشاہ اس کی اور
اس کے متولی کی عزت کرتے تھے - اخیر
میں یہہ منصب خالد بن برمک کے
باپ کو ملا، اور اسی لئے ان کو برامکہ
کہتے ہیں - یہہ بہت بلند عمارت تھی
سبز ریشمی کپڑے سے ڈھانکی جاتی
تھی اور اسی سبز ریشمی کپڑے کے
سو سو ہاتھ کے پھیرے اُس پر اُڑتے تھے
اُس پر یہہ عبارت لکھی تھی،
(جو گذر چکی - مگر اس میں صرف ایک
تحریر ہے کہ بوذا آسف کی جگہ
سوراشف ہے جو غلط ہے -)

ہندوستان اور ایران کی زبانوں کو بھی اپنے چوہر دکھانے کا موقع ملا - چنانچہ جب منصور کی علم دوستی کا چرچا پہیلا^۱ تو سنہ ۱۵۲ھ (۷۷۱ ع) میں سغدہ کے ایک وفد (ڈیپوٹیشن) کے ساتھ ہیئت اور ریاضیات کا ایک فاضل پنڈت سنسکرت کی سدھانت لے کر بغداد پہنچا (۱) اور خلیفہ کے حکم سے دربار کے ایک ریاضی دان ابراہیم فزاری کی مدد سے اس نے اس کا ترجمہ عربی میں کیا (۲) - یہ پہلا دن تھا کہ عربوں کا ہندوستان کی قابلیت اور دماغ داری کا اندازہ ہوا، پھر ہارون نے اپنے علاج کے لئے یہاں سے وید بلوائے، جنہوں نے عربوں میں ہندوستان کی علمی عظمت اور برائی کی دھاک بٹھا دی - اُس کے بعد برامکہ کی سرپرستی میں طب، نجوم، ہیئت، اور ادب و اخلاق کی کتابوں کا ترجمہ سنسکرت سے عربی میں ہوا - اس نے ہندوستان کی شہرت اور نیکنامی کو اور چار چاند لگا دیے -

عربوں میں ہندوستان کی وقعت

یہہ دکھانے کے لئے کہ ان ترجموں کے ذریعہ سے عربوں کے دلوں میں ہندوستان کی قدر و منزلت کتنی پیدا

(۱) کتاب الہند بیرونی ص ۲۰۸ (لندن) -

(۲) اخبار الحکماء قسطنطنیہ ص ۱۷۷ (مصر) -

کے آخر سے شروع ہو چکے تھے، چنانچہ جب محمد قاسم (سنہ ۹۹ھ) سندھ کے حملہ میں ایک قصبہ میں پہنچا ہے تو معلوم ہوا کہ وہاں کے باشندے بدھ مت کے دو پیروں کو عراق کے گورنر حجاج کے پاس بھیج کر پہلے ہی سے مصالحت اور اُس سے امن و امان کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ اس کے بعد جب خلافت کا مرکز شام سے ہٹ کر عراق آگیا یعنی امویوں کے بجائے عباسیہ اسلام کے تخت حکومت پر بیٹھے تو سندھ اور عراق کے قرب نے فارس کی خلیج میں ان دونوں قوموں کے درمیان اتحاد کا ایک نیا سنگم پیدا کر دیا۔ سناح کی دو تین سال کی حکومت کے بعد عباسی خانوادہ کا دوسرا خلیفہ منصور سنہ ۱۳۶ھ میں بادشاہ ہوا، سنہ ۱۴۶ھ میں پایۂ تخت کی تعمیر ختم ہوئی، اور بغداد آباد ہوا، اور اُس کے آٹھ برس کے بعد یعنی سنہ ۱۵۴ھ سے عرب و ہند کے علمی تعلقات کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

سنسکرت سے ترجمہ کا آغاز

عربوں میں دوسری زبانوں سے علمی کتابوں کے ترجمہ کرانے کا خیال پہلی صدی ہجری کے وسط سے ہو چکا تھا، مگر چونکہ اب تک حکومت کا مرکز شام تھا اسلئے یونانی و سریانی زبانوں کا غلبہ رہا۔ لیکن جب عراق میں عباسی خلافت کا تخت بچھا۔ تو

جو ذہانت اور سونچ کا بہترین کھیل ہے - تلواریں عمدہ بناتے ہیں اور ان کے چلانے کے سب کرتب جانتے ہیں - زہر اتارنے اور درد دور کرنے کے منتظر جانتے ہیں - ان کی موسیقی بھی دلپسند ہے ، ان کے ایک ساز کا نام کدملہ (؟) ہے ، جو کدو پر ایک تار کو تان کر بجاتے ہیں ، اور جو ستار کے تاروں اور جھانچھہ کا کام دیتا ہے - ان کے ہاں ہر قسم کا ناچ بھی ہے ، ان کے ہاں مختلف قسم کے خط ہیں ، شاعری کا ذخیرہ بھی ہے ، اور تقریروں کا حصہ بھی ہے - طب ، فلسفہ ، اور ادب و اخلاق کے علوم بھی ان کے پاس ہیں - انہیں کے ہاں سے کلمیلہ دمنہ کتاب ہمارے پاس آئی - اُن میں راء اور بہادری ہے اور جو بعض خوبیاں ان میں ہیں چینیوں میں بھی نہیں - ان میں صفائی اور پاکیزگی کے بھی اوصاف ہیں ، خوبصورتی ، نمکینی ، اور خوشقامتی اور خوشبوئی بھی ہے - اور انہیں کے ملک سے بادشاہوں کے پاس وہ عود آتی ہے جس کی

ہو گئی تھی عربی کے دو تین پرانے مصنفوں کے خیالات آپ کو سنانا چاہتا ہوں - ان میں سے پہلا شخص جاحظ ہے - یہہ مشہور انشاپرداز ، فلاسفر ، اور متکلم تھا ، بصرہ کے باشندہ ہونے کے سبب سے ہندوستان سے اس کے تعلقات بھی تھے (۱) - سنہ ۲۵۵ھ میں اس نے وفات پائی - اس کا ایک رسالہ اس بحث پر ہے کہ دنیا کی گوری اور کالی قوموں میں بڑھکر کون ہے ؟ وہ اپنا فیصلہ کالی قوموں کے حق میں دیتا ہے - اس سلسلہ میں وہ کہتا ہے :

”لیکن ہندوستان کے باشندے تو ہم نے ان کو پایا ہے کہ وہ جوتش (نجوم) اور حساب میں بڑھے ہوئے ہیں اور ان کا ایک خاص ہندی خط ہے ، اور طب میں بھی وہ آگے ہیں ، اور طب کے بعض عجیب بھید ان کو معلوم ہیں ، اور سخت بیماریوں کی دوائیں خاص طور سے ان کے پاس ہیں پھر مجسموں اور اسٹیچو بنانا ، رنگوں سے تصویر پیدا کرنا ، اور تعمیر وغیرہ میں ان کو کمال ہے - پھر شطرنج کے وہ موجد ہیں“

(۱) ابن خلکان میں عمرو بن بصر الجاحظ کا حال -

۱۱ اور ہندوستان کے لوگ عقل اور غور والے
ہیں ، اور وہ اس حیثیت سے سب
قوموں سے بڑھ کر ہیں - جوتش اور
نجوم میں ان کی باتیں سب سے زیادہ
درست نکلتی ہیں ، سدھانت انہیں کی
ذہانت کا نتیجہ ہے ، جس سے یونانیوں
اور ایرانیوں تک نے فائدہ اٹھایا - طب
میں ان کا فیصلہ سب سے آگے ہے -
اس فن میں ان کی کتاب چرک اور
ندان ہے..... اور بھی طب میں ان کی
کئی کتابیں ہیں - منطق اور فلسفہ
میں ان کی تصنیفات ہیں ، اور بہت
سی ان کی تصنیفات ہیں جن کی
بڑی تفصیل ہے ” (۱)

تیسرا بیان ابوزید سیرافی کا ہے جو تیسری صدی کے
آخر میں تھا - وہ لکھتا ہے :

۱۲ ہندوستان کے اہل علم برہمن اکہلاٹے ہیں
اور ان میں شاعر بھی ہیں جو
بادشاہوں کے درباروں میں رہتے ہیں اور
جوتشی اور فلاسفر اور فال کھولنے والے

(۱) تاریخ ابن واضح یعقوبی جلد ۲ ص ۱۰۵ (لیپتن) -

نظیر نہیں ، اور فکر کا علم انہیں کے پاس سے آیا ہے ، اور ان کو ایسے منتر معلوم ہیں جن کو بیہ زہر پر پڑھ دیں تو زہر بیکار ہو جائے ، پھر نجوم کے حساب کے وہی موجد ہیں - ان کی عورتوں کو گانا ، اور مردوں کو پکانا خوب آتا ہے - صراف اور روپے کے کاروبار کرنے والے اپنے کیسے اور خزانے ان کے سوا اور کسی کے حوالہ نہیں کرتے - جتنے (عراق میں) صراف ہیں ، سب کے ہاں خزانچی خاص سندھی ہوگا ، یا کسی سندھی کا لڑکا ہوگا ، کیونکہ ان کو حساب و کتاب اور صرافی کے کاموں سے فطری مناسبت ہے ، پھر بیہ ایساں دار اور وفادار ملازم بھی ہوتے ہیں (۱) ” -

دوسرا شخص یعقوبی ہے جو سیاح ، مورخ ، اور فاضل بھی تھا - کہتے ہیں کہ ہندوستان بھی آیا تھا - تقریباً سنہ ۲۷۸ھ میں وفات پائی وہ اپنی تاریخ میں ہندوستان کی افسانہ نما تاریخ لکھ کر کہتا ہے :

(۱) رسالۃ انصار السودان علی البیضان جاحظ ، مجموعۃ رسائل جاحظ

ص ۸۱ مطبوعہ سنہ ۱۳۲۲ھ (مصر) -

مذکا ، بازیگر (بجے کر؟) فلبرفل (کامپ رائے کل ؟) سندباد - یہہ نام جاحظ (سنہ ۲۵۵ھ) نے لکھے ہیں ، اور اتنے نام لکھے کر اوروں کے نام فلاں فلاں کہہ کر چھوڑ دئے ہیں اور لکھا ہے کہ ان کو یحییٰ بن خالد برمکی نے ہندوستان سے بغداد بلوایا تھا - یہہ سب طبیب اور وید تھے - (۱)

ابن ابی اصیبعہ نے ان ویدوں میں سے مذکا اور بہلہ کے بیٹے کا جو شاید مسلمان ہو گیا تھا ، اور جس کا صالح نام تھا ، ذکر کیا ہے - ابن ندیم نے ایک اور نام ابن دھن لکھا ہے ، اور یہی تینوں بغداد میں اُس زمانہ کے مشہور وید تھے - دوسری جگہ جن ہندوستانی عالموں کی طب اور نجوم کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں ان کے یہہ نام گنائے ہیں : باکھر ، راجہ ، مکہ ، داہر ، انکو ، زنکل ، اریکل ، جبہر ، اندی ، جباری - (۲)

مذکہ یا مذکا

ابن ابی اصیبعہ نے اپنی تاریخ اطباء میں لکھا ہے کہ یہہ طب اور علاج میں بہت ماہر تھا - ایک دفعہ ہارون الرشید سخت بیمار پڑا ، بغداد کے تمام اطباء اس کے علاج سے عاجز آگئے ، تو ایک شخص نے ہندوستان کے اُس

(۱) کتاب البیان ص ۴۰ (مصر) -

(۲) فہرست ابن ندیم - ذکر کتب طب و نجوم -

اور بازیگر ہوتے ہیں اور یہہ قنوج میں
زیادہ ہیں، جو جو کی مملکت میں
بڑا شہر ہے۔“ (ص ۱۲۷)

الغرض خلیفہ منصور اور ہارون الرشید کی سرپرستیوں
اور برامکہ کی قدردانیوں اور فیاضیوں کی بدولت ہندوستان
کے بیسیوں پنڈت اور وید بغداد پہنچے، اور سلطنت کے
طبی اور علمی محکموں میں مصروف ہوئے، اور حساب،
نجوم، ہیئت، طب، اور ادب و اخلاق کی بہت سی
کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔ افسوس یہہ ہے کہ ان
پنڈتوں کے ہندی نام عربی لب و لہجہ میں جا کر
ایسے بدل گئے ہیں کہ آج گیارہ بارہ سو برس کے بعد
ان کا صحیح تلفظ کرنا بالکل مشکل ہو گیا ہے، اور
شاید اس کی ایک وجہ یہہ بھی ہے کہ میرے گمان
میں یہہ لوگ زیادہ تر بودھ مت کے پیرو تھے، اور اس
زمانہ کے ناموں کے انداز موجودہ ویدک ناموں سے مختلف
ہیں، پھر ان میں سے بعض نام ایسے بھی ہیں جو
نام نہیں، بلکہ لقب ہیں۔ ان ہندی ناموں کی عربی
میں ایسی ہی کیا پلت ہوئی ہے جیسی عربی ناموں کی
یورپ کی زبانوں میں۔

پنڈتوں اور ویدوں کے نام

بہر حال عربوں کی تحریروں میں ہندوستان کے جن
پنڈتوں اور ویدوں کے نام آئے ہیں وہ یہہ ہیں: پہلے،

کتابوں کے ترجمہ پر مامور تھے (۱) - پروفیسر زخاؤ نے 'دہ اندیا' کے مقدمہ میں دھن کے نام کی اصلیت جاننے کی کوشش کی ہے - ان کی تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ 'دہ' نام دھنیا یا دھن ہوگا - یہ نام غالباً اس لئے اختیار کیا گیا ہو کہ اس کو لفظاً دھنونتری سے مشابہت ہے، جو منوشاستر میں دیوتاؤں کے طبیب کا نام بتایا گیا ہے (۲) -

سنسکرت سے عربی میں حسب ذیل علوم کی کتابیں نقل کی گئیں : حساب، نجوم، طب، ہیئت، اخلاقی افسانے اور کہانیاں، سیاست اور راجنیت، کھیل اور تماشے -

حساب

اہل عرب کا صریحی بیان ہے کہ انہوں نے اسے ۹ تک کے حسابی رقم (ہندسہ) لکھنے کا طریقہ ہندوؤں سے سیکھا (۳)۔ اور اسی لئے اہل عرب اس کو حساب ہندی،

(۱) فہرست ابن ندیم ص ۲۲۳ -

(۲) صفحہ ۳۳ - مقدمہ ترجمہ انگریزی -

(۳) - رسائل اخوان الصفا جو چوتھی صدی میں مرتب ہوئے - فصل فی معرفۃ ہدایۃ العزیز، و خلاصۃ الحساب بہاء الدین عاملی مطبوعہ کلکتہ ۱۶، اور اس کی شرح از مولوی عصمت اللہ، و کشف الظنون چلپی، و مفتاح السعدۃ شاکری زادہ (علم الحساب) و کتاب الہند بیرونی ص ۹۳، مطبوعہ لندن -

طبییب کا ذکر کیا ، چنانچہ سفر خرچ بھیجکر وہ بلوایا گیا - اس کے علاج سے خلیفہ کو صحت ہوئی - خلیفہ نے اس کو انعام و اکرام سے مالا مال کردیا - پھر یہہ دارالترجمہ میں سنسکرت کی کتابوں کے ترجمہ پر مقرر ہوا (۱) - کیا ہم منکہ نام کو مانک سمجھیں ؟

صالح بن بہلہ

یہہ بھی ہندوستانی طب کا ماهر تھا - ابن ابی اصیبعہ نے اس کو بھی ہندوستان کے اُن ماهر طبییوں میں داخل کیا ہے جو بغداد میں تھے - ایک موقع پر جب خلیفہ ہارون رشید کا چچازاد بھائی سکتہ میں بیمار ہو گیا تھا ، اور دربار کے مشہور یونانی عیسائی طبییب جبرئیل بختیشوع نے اس کی موت کا حکم لگا دیا ، تو جعفر برمکی نے اس ہندی وید کو پیش کیا ، اور اسی وید کے علاج کا مشورہ دیا - خلیفہ نے قبول کیا ، اور اس نے برے معرکہ کا علاج کیا - (۲)

ابن دھن

یہہ برمکیوں کے شفاخانہ کا افسر اعلیٰ تھا ، اور یہہ بھی ان لوگوں میں تھا جو سنسکرت سے عربی میں

(۱) تاریخ الطبباء ج ۲ ص ۳۳ (مصر) و فہرست ابن ندیم ص ۴۲۵ -

(۲) تاریخ الطبباء جلد ۲ ص ۳۲ (مصر) -

قلمی کتابوں سے نقل کر کے دی ہیں ، جس سے ایک نظر میں معلوم ہو سکتا ہے کہ ہندوستان سے عرب کی راہ اس طریقہ حساب نے کیونکر سفر کیا - عربی میں مامون الرشید کے درباری منجم الخوارزمی (سنہ ۷۸۰ ع - سنہ ۸۴۰ ع) نے ان کی شکلیں درست کیں ، اور وہی اندلس کی راہ یورپ پہنچیں - یورپ میں حساب کے ایک خاص شعبہ کو الگاریتھم ، اور الگاریتم ، اور الگورزم (Algorithm, Algorithmes, Algorism) کہتے ہیں - وہ سب اسی الخوارزمی کی بگڑی ہوئی شکلیں ہیں (۱) - اندلس والے اسی ہندی ارقام کو حساب الغبار کہتے ہیں ، شاید اس لئے کہ یہہ ہندو اپنے طریقہ پر جیسا کہ اب تک دیہاتی پات شالوں میں دستور ہے اس کو زمین پر لکھ کر سکھاتے تھے - یورپین اعداد اسی غباری اعداد سے ماخوذ ہیں -

ان اعداد کے غیر عربی ہونے کا ایک عملی ثبوت یہہ ہے کہ عربی طرز تحریر کے بالکل برخلاف یہہ بائیں سے داہنے کی طرف لکھے جاتے ہیں ، لیکن اہل عرب پڑھتے وقت ان کو داہنے سے بائیں کی طرف پڑھتے ہیں - ابن ندیم نے سندھی خط کے عنوان سے ان ہندی ارقام کو نقل کیا ہے اور ہزار تک لکھنے کا طریقہ

یا ارقام ہندیہ کہتے ہیں - عربوں سے یورپ کی قوموں نے سیکھا، اسی لئے ان کی زبانوں میں اس کا نام 'د' ارقام یا اعدادیہ عربیہ' (عربک فیگرز) ہے - ٹھیک وہ زمانہ نہیں معلوم جس میں عربوں نے یہہ طریقہ ہندوؤں سے سیکھا، مگر خیال یہی ہے کہ سنہ ۱۵۶ میں سندھ سے جو پلڈت سدھانت لے کر منصور کے دربار میں بغداد آیا تھا اسی نے عربوں کو یہہ طریقہ سکھایا، اور میزے خیال میں صحیح یہہ ہے کہ سدھانت جس کا ترجمہ ہوا تھا، اس کے تیرھویں اور چوبیسویں باب میں خود حساب اور رقم ہے اسی کے ذریعہ سے یہہ طریقہ عربوں میں رائج ہوا - عربی میں پہلے لفظوں میں عدد لکھتے تھے، پھر یہودیوں اور یونانیوں کی طرح حروف ابجد میں رقم لکھتے تھے، جیسا کہ اب بھی عربی ہیئت میں اختصار اور صحت کے خیال سے یہہ طریقہ رائج ہے، اور جس پر مشرق میں ابجد ہوز کے قاعدہ سے مادہ تاریخ نکالنے کا رواج ہے - بہر حال پہلے محمد بن موسیٰ خوارزمی نے اس ہندی حساب کو عربی قالب میں ڈھالا - انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (گیارہواں ادیشن) میں اعداد (Numeral) پر جو مضمون (جلد ۱۹ ص ۸۶۷) ہے، اس میں قدیم ہندی، مشرقی عربی مغربی عربی اور یورپین اعداد کی شکلیں، کتبوں اور پرانی

گلچرے سے جو اس حساب میں بہت ماہر تھا
سیکھا نہا - (۱)

نجوم اور ہیئت

اوپر گذر چکا ہے کہ تقریباً سنہ ۱۵۴ھ (سنہ ۷۷۰ع) میں سندھ سے جو ڈیپوٹیشن بغداد گیا تھا، (۲) اس کے ساتھ ایک پنڈت ہیئت کی ایک کتاب لے کر گیا تھا۔ سنسکرت میں اس کتاب کا پورا نام ”برہمسیپت سدھانت“ ہے، جو عربی میں ”السندھند“ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کے بعد سنسکرت کی دوسری کتاب عربی میں ترجمہ ہوئی جس کا عربی نام ”ارجبند“ ہے، اور جس کا سنسکرت تلفظ ”آریہ بہت“ ہے۔ اس کے بعد تیسری سنسکرت کتاب عربی میں منتقل ہوئی، جس کا عربی میں زیادہ مشہور نام ”آرکند“ اور کم مشہور ”اھرتن“ ہے۔ اس کا اصلی سنسکرت نام ”کہندہا کہتیک“ ہے۔ جس ہندی پنڈت کے ذریعہ سے پہلی کتاب سدھانت سنہ ۱۵۴ھ عربی میں ترجمہ ہوئی، اس کے بغداد میں دو عرب شاکرد ہوئے۔ ایک کا نام ابراہیم فزاری ہے، اور دوسرے کا یعقوب بن طارق۔ ان دونوں نے سدھانت کو اپنی اپنی طور سے عربی میں منتقل کیا۔ ہندوؤں کے فلکیات کی بنیاد زمانہ کی اس تقسیم پر ہے۔

(۱) عیون الانباء ج ۲ ص ۲ (مصر)۔

(۲) طبقات الامم صاعد اندلسی ص ۲۹ (بیروت)۔

بتایا ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عربوں میں یہہ طریقہ سندھی پندتوں کے ذریعہ رائج ہوا۔

الخوارزمی کے بعد جس کا زمانہ تیسری صدی ہجری اور نویں صدی عیسوی کے آغاز کا ہے مسلمانوں میں ہندی حساب کو فروغ دینے والا دوسرا شخص علی بن احمد نسوی (سنہ ۹۸۰ع - سنہ ۱۰۴۰ع) ہے جس نے السمنع فی الحساب الہندی (ہندی حساب میں خواہش پورا کر دینے والی) کتاب لکھی۔ اس کے بعد اور بھی اس پر کتابیں لکھی گئیں، حالانکہ اس سے بہت پہلے یعنی الخوارزمی ہی کے زمانہ میں یونانیوں کی ارثساطیقی (ارٹھمیٹک) عربی میں منتقل ہو چکی تھی (۱)۔ مگر پھر بھی حساب ہندی کی قدر و منزلت میں کسی نہ آئی۔ تعجب سے سنا جائے گا کہ اس حساب ہندی نے عوام تک میں مقبولیت حاصل کر لی تھی، چنانچہ مشہور مسلمان حکیم اور فلاسفر ابو علی سینا (سنہ ۴۲۸ھ - سنہ ۱۰۱۵ع) نے بچپن میں اس ہندی حساب کو ایک

(۱) اس مسئلہ پر انگریزی میں سب سے بہتر معلومات ایچ سوٹر صاحب (H. Suter) کے مضمون "حساب" میں ہیں، جو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے نمبر ۲۲ سنہ ۱۹۱۶ء صفحہ ۳۱۵ میں ہے۔ عربی میں محمد بن احمد خوارزمی (سنہ ۳۸۱ھ) کی کتاب مفاتیح العلوم میں حساب الہند کے عنوان سے دو تین صفحات میں اس کی تفصیل ہے، صفحہ ۱۹۳، مطبع بریک، لیدن، سنہ ۱۸۹۵ع۔

عربوں نے السند ہند اور ارجپہر کے اصلی سنسکرت معنی کے سمجھنے میں یہہ غلطی کی کہ وہ سمجھے کہ اس کے معنی خود اسی اصول کے ہیں ، چنانچہ انہوں نے غلطی سے السند ہند کے معنی ”الدھرالدھر“ یعنی ”لا انتہا زمانہ“ اور ”ارجپہند“ کے معنی ”ہزاروں حصہ“ کے سمجھے۔ اس آخری کتاب کو عربی میں ابوالحسن اہوازی نے عربی میں منتقل کیا تھا۔

یعقوب بن طارق نے سنہ ۱۶۱ ھ میں اسی پندت یا کسی اور آنے والے پندت سے ارکند یعنی کھنڈ یا کھنڈیک کا طریقہ سیکھا۔ یہہ بھی برہمگپت ہی کی تصنیف ہے ، مگر اس کے کچھ اصول سدھانت سے الگ ہیں۔

ان تینوں کتابوں میں سے ابتدائی عرب ہیئت دانوں میں سدھانت کا رواج زیادہ ہوا ، اور گو اس کے بعد ہی عربی میں بطليموس یونانی کی کتاب مجسطی کا عربی میں ترجمہ ہو گیا ، اور مامون کے زمانہ میں رصد خانہ بھی قائم ہو گیا ، تحقیقات میں بھی اضافہ ہوا ، مگر اس کے باوجود ایک مدت تک عرب اہل ہیئت بغداد سے لے کر اسپین تک اسی ہندی گتھاب کے سدھانت کے پیچھے لگے رہے ، اس کے خلاصے کئے ، اس کی شرحیں لکھیں ، اس کی غلطیاں درست کیں ، اس میں اصلاحیں دیں ، یہاں تک کہ پانچویں

کو سنسکرت میں کلپ کہتے ہیں ، یعنی دوسری پرانی قوموں کی طرح ان کا اعتقاد یہہ تھا کہ چاند سورج ، زحل ، مشتری ، وغیرہ ساتوں ستارے جن کو عرب سبع سیارہ کہتے ہیں ، یہہ کل کے کل ایک وقت میں نقطہ اعتدال ربیعی میں ایک ساتھ پیدا ہوئے ، اور ایک ساتھ حرکت شروع کی ، اب یہہ اپنی اپنی چال چل رہے ہیں ، پھر کروڑوں برس کے بعد یہہ ساتوں جب پھر اسی نقطہ پر جمع ہو جاتے ہیں تب پرلے ہو کر دنیا مت کر پھر سے بنتی ہے ، اور پھر اس سے حرکت شروع ہوتی ہے ۔ ان دونوں نقطوں کے درمیان کے شمسی نجومی سالوں کی تعداد کا نام کلپ ہے ۔ برہمگپت کے حساب سے ایک کلپ میں ۴ ارب ۳۲ کروڑ سال ہوتے ہیں ، اور پھر انہیں سے دنوں کا حساب لگایا جا سکتا ہے ۔ عربوں نے اسی کلپ کا نام ”سنی السند ہند“ یعنی سدھانت کے برس ، اور دنوں کا نام ”ایام السند ہند“ رکھا ۔

چونکہ یہہ اربوں اور کروڑوں سال کا حساب لگانا مشکل ہوتا تھا ، اس لئے پانچویں صدی عیسوی کے آخر میں آریہ بہت نے آسانی کے لئے یہہ کیا کہ کلپ کا ہزارواں حصہ لے کر اس پر حساب قائم کیا ، جس کا نام جگ اور مہاجگ ہے ۔ آریہ بہت کے اسی اصول پر جو کتاب ہے اس کو عرب ”ارجیہر“ ارجیہنڈ اور جگ کو ”سنی ارجیہنڈ“ یعنی ”آریہ بہت کے سال“ کہنے لگے ۔

زرقالی نے اسطرلاب پر جو کتاب صفتہ زرقالیہ کے نام سے لکھی ہے اس میں کیا ہے، اور اسی اسپین کے عربوں کے ذریعہ سے یہہ سدھانت کی کتاب یہود تک اور پھر یورپ تک پہنچی، چنانچہ یہودی فاضل ابراہیم بن عزرا نے اپنی عبرانی تصنیفات میں سدھانت کے بعض اصول پر زیمچ تیار کی - (۱)

عربی میں سنسکرت اصطلاحات

عربوں کے علم ہیئت نے ان کی ذاتی تحقیقات کی بدولت ترقی کے بہت سے مدارج طے کر لئے، تاہم سنسکرت کی ایک متروک اور دو باقی اصطلاحیں ایسی اس میں رہ گئی ہیں جو اب تک عربوں میں علم ہیئت کے آنے کا راستہ بتاتی ہیں، چنانچہ سدھانت وغیرہ ناموں کے علاوہ ایک سنسکرت اصطلاح پرانی عربی ہیئت میں وہ کردجہ ہے، جس کی اصل سنسکرت کرمجیا ہے

(۱) سدھا ہند، ارجپہند، اور ارکند کا ذکر - فہرست ابن ندیم، مسودی، قسطنی، اور کتاب الہند بیرونی سب میں ہے، اور یہاں سب کتابیں میرے پیش نظر ہیں، مگر عربی میں مغربی یونیورسٹی میں سینٹر کراؤنلیو ایک مشہور اٹالین فاضل نے سنہ ۱۹۰۹ ع اور سنہ ۱۹۱۰ ع میں عربوں کے علم ہیئت کی تاریخ پر نہایت محققانہ لکچر دئے تھے - یہاں معلومات ان میں سے ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ نمبر کے لکچروں سے لئے گئے ہیں، اور ان کے علاوہ طبقات الامم صاعد اندلسی صفحہ ۵۰، بیروت سے بعض باتیں بڑھائی گئی ہیں -

صدی ہجری (گیارہویں صدی عیسوی) تک یعنی بیرونی کے زمانہ تک یہہ سلسلہ قائم رہا - مامون الرشید کے عہد میں خوارزمی نے جو زیچ تیار کی ، اس میں بھی ایرانی اور یونانی اصولوں کی افزایش کے ساتھ اصل ہندی اصول کو اس نے قائم رکھا ، اور اسی لئے اپنی کتاب کا نام *دہ الاسد ہند الصغیر* " یعنی دہ چھوٹا سدھانت رکھا (۱) - اسی طرح حسن بن صباح ، حسن بن خصیب ، فضل بن حاتم تبریزی ، احمد بن عبد اللہ مروزی ، ابن الادمی ، عبد اللہ اور ابوریحان بیرونی نے تیسری ، چوتھی ، اور پانچویں صدی میں سدھانت کی تصحیح و تکمیل پر بہت کچھ کام کیا ، اور یونانی اصول اور ذاتی تحقیقات کے ساتھ وہ اس کا پیوند بھی لگاتے رہے -

اسپین میں سدھانت کا اصول چوتھی صدی ہجری میں پہنچا - مسلمہ بن احمد متحریطی (میدرتہ کے باشندہ) المتوفی سنہ ۳۹۸ھ (سنہ ۱۰۰۷ء) نے خوارزمی کی زیچ سند ہند صغیر کا خلاصہ کیا ، پھر اسپین کے ابوالقاسم اصبح معروف بہ [ابن السمع المتوفی سنہ ۴۲۶ھ (سنہ ۱۰۳۵ء) نے سدھانت کے اصول پر بہت بڑی زیچ تیار کی ، بعد کو بطور وضعداری وسعت عام کے اظہار کے لئے لوگ نئی تحقیقات کے ساتھ سدھانت کے اصول پر بھی نتائج نکالتے تھے ، جیسا کہ اسی اسپین کے ابراہیم

کی مثال بالکل لفظ جنس کی ہے ، جو عربی میں منطبق کی ایک اصطلاح ہے ، اور جو یونانی لفظ جینس کا معرب ہے ، مگر عرب میں آکر یہہ جنس ، متجانست ، تجنیس مختلف بابوں میں مستعمل ہو گیا ہے ، حالانکہ قدیم عربی میں اس کا مطلق پتہ نہیں۔

دو اور لفظ بھی ذکر کے قابل ہیں - ہندو عالموں نے ستاروں کے حرکات میں اس دائرہ نصف النہار کا حساب لگا یا تھا ، جو آبادی کے نصف حصہ سے گذرتا ہے - آبادی کا یہہ نصف حصہ ان کے خیال میں جزیرہ لنگا تھا ، جس کو عرب سرندیب کہتے ہیں ، اور اب سیلون کہلاتا ہے - ہندوؤں کا خیال تھا کہ وہ خط استوا پر واقع ہے - خط استوا اور نصف آبادی کا یہہ خط نصف النہار جس نقطہ پر ایک دوسرے کو کاٹتے ہیں اس کو عرب قبة الارض (زمین کا گنبد) کہتے ہیں - اہل ہند جغرافی طول بلد کا حساب اسی لنگا کے خط نصف النہار سے لگاتے تھے ، اور اسی لئے ابتدائی عرب جغرافیہ نویسوں نے لنگا کو قبة الارض کہا ہے -

پھر چونکہ اہل ہند کا خیال تھا کہ وہی خط جو لنگا کے نصف النہار کا ہے ، وہی مالوا کے شہر اجین سے گذرتا ہے ، چنانچہ سدھانت میں اسی اجین سے طول بلد کا حساب ہے ، اس لئے وہ اجین سے طول بلد کا حساب نکالنے لگے - عربوں نے اسی اجین کو ایک ایسے

جس کے لئے عربی میں بعد کی اصطلاح ”وتر مستوی“ پیدا ہوئی - دوسری باقی اصطلاح جو آج تک عربی ریاضیات میں اور علم مثلثات میں مستعمل ہے ، وہ ”جیب“ کا لفظ ہے ، اور جس کو غلطی سے عربی لفظ ”جیب“ جس کے معنی گریبان کے ہیں ، سمجھا جاتا ہے ، حالانکہ یہہ سنسکرت لفظ ”جیوا“ کا معرب ہے ، اور پھر اسی سے جیب التمام جیب منکوسہ ، جیب مہسوطہ ، اور مجیب وغیرہ اصطلاحیں پیدا ہوئیں ، اور اس طرح کٹ چھٹ کر عربی دھانچے میں ڈھل گئیں ، کہ آج ان پر غیر عربی ہونے کا شبہہ بھی نہیں ہو سکتا -

آخری لفظ ”اوج“ ہے جو ہیئت کی اصطلاح میں سب سے اونچے نقطہ بلندی کا نام ہے - یہہ ہندی لفظ ”اوج“ ہے ، جو عربی میں جا کر اوج ہو گیا ہے ، (۱) - مدت سے جو عربی اور فارسی اور پھر اردو میں اس لفظ کا استعمال اس طرح ”اوج کمال“ پر ہے کہ کسی کو اس کے ہندی ہونے کا شبہہ بھی نہیں ، یہی وجہ ہے کہ خالص عربی لغتوں میں یہہ مادہ نہیں ملتا - اس

(۱) بعضوں کی رائے ہے کہ اس کی اصل فارسی ارگ ہے ، جیسا کہ خوارزمی نے مناقب العلوم صفحہ ۲۲۱ (لیدن) میں لکھا ہے - اور اسدی طوسی کی قدیم فارسی لغت میں بھی یہاں لفظ موجود ہے ، مگر خیال یہہ ہے کہ خود فارسی میں بھی یہاں لفظ سنسکرت ہی سے گیا ہے -

مغرب ہے ، جس کا عربی میں مصدری استعمال ہندزہ اور ہندسہ ہے (۱) ، اور یہہ اصل میں انجینیئرنگ کے معنی میں ہے ، بعد کو متاخرین کی غلطی سے فارسی اور اردو میں ہندسہ بولنے لگے ، اور اس سے رقم مراد لینے لگے ، ورنہ صحیح لفظ ہندسہ (زبر کے ساتھ) نہیں ، بلکہ ہندسہ (زیر کے ساتھ) ہے ، اسی لئے عربی میں مہندس انجینیئر کو کہتے ہیں ، حساب اور رقم جاننے والے کو نہیں ۔

ہندو اور دو موجودہ تحقیقات

عربوں نے ہندی علم ہیئت کے جو مسئلے نقل کئے ہیں ان میں دو باتیں موجودہ تحقیقات کے عین مطابق ہیں ۔ برہمگپت نے سال کے ۳۶۵ دن ، ۶ گھنٹے ، ۱۲ منٹ ، اور ۹ سکند قرار دیے ہیں ، اور موجودہ تحقیق سے ۳۶۵ دن ، ۶ گھنٹے ، ۹ منٹ ، $9 \frac{23}{100}$ سکند ہیں ۔ اسی طرح زمین کی حرکت کا مسئلہ ہے ۔ آریہ بہت اور اس کے طرفدار زمین کی حرکت کے قائل تھے ، اور برہمگپت نے ان اعتراضات کے صحیح ہونے سے انکار کیا ہے ، جو اس مسئلہ میں آریہ بہت پر کئے جاتے ہیں ، اور بعینہ یہی نظریہ آج کل لوگوں میں مقبول ہے ۔

تلفظ میں اُزین کہا ، اور یہہ خیال کیا کہ اُزین ہی قبة الارض ہے ، پھر اُزین کے ”د ز“ کا نقطہ اڑ کر ”د اُزین“ ہو گیا ، اور یہیں سے یہہ اصطلاح پیدا ہوئی کہ اُزین ہر متصل اعتدال کا نام ہے ، جیسا کہ شریف جرجانی (مشہور مسلمان فلاسفر) نے اپنی کتاب تعریفات میں لکھا ہے - (۱)

اور ایک اور لفظ پرانے عرب علماء ہیئت نے ”بذماسہ“ استعمال کیا ہے - یہہ سنسکرت کا ادھماسا ہے ، جس کے معنی چاند کے مہینے کے ہیں -

بعض لوگ غلط فہمی سے یہہ سمجھتے ہیں کہ عربی میں ریاضیات اور رقم کو جو ہندسہ کہتے ہیں ، اس کی وجہ یہہ ہے کہ یہہ ہند کی طرف منسوب ہے ، اور تعجب ہے کہ عام کے باوجود ایک انگریزی فاضل جس نے موسیٰ خوارزمی کی کتاب الجبر والمقابلہ سنہ ۱۸۳۱ء میں لندن سے شائع کی ہے ، اور جس کا نام فریڈرک روسن (F. Rosen) ہے ، وہ بھی اسی غلطی میں مبتلا ہونا چاہتا ہے (۲) ، حالانکہ یہہ فارسی لفظ ”د اندازہ“ کا

(۱) دیکھو لکچر مذکور ص ۱۵۵ و ۱۶۸ مع حاشیہ - نیز دیکھو سوانح السبیل ، مسٹر آرنلڈ لفظ جیب اور اوج ، اور تعریفات جرجانی صفحہ ۷ مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۰۶ھ -

(۲) الجبر والمقابلہ خوارزمی ، مقدمہ انگریزی ص ۱۹۶ و ۱۹۷ سنہ ۱۸۳۱ء

(لندن) -

اسی طرح خلیفہ موفق باللہ عباسی نے بھی تیسری صدی ہجری میں ہندوستان اس غرض سے آدمی بھیجے کہ وہ ہندوستان کی دواؤں کی تحقیقات کریں (۱) یہہ واقعہ زخاؤ نے انڈیا کے مقدمہ میں لکھا ہے ' عربی تاریخوں میں اس واقعہ پر خود میری نظر نہیں پڑی ہے ' البتہ ایک ضمنی تذکرہ میں یہہ ملا ہے کہ خلیفہ معتقد باللہ عباسی (سنہ ۲۷۹ - سنہ ۲۸۶ ھ) نے احمد بن حنبل دیلمی کو جو علم حساب و اصطراب کا ماهر تھا ' چند باتوں کی تحقیقات کے لئے ہندوستان بھیجا تھا (۲) ' پھر یہہ بھی معلوم ہے کہ خلیفہ معتقد باللہ کے تعلقات اور ذرائع علم سندھ کے ساتھ قائم تھے ' چنانچہ سوال سنہ ۲۸۰ ھ میں جب دیلمی (سندھ کی بلدرگاہ) میں بہت بڑا چندر گرہن لگا ' اور ساتھ ہی زلزلہ آیا جس میں دیورہ لاکھ آدمی دب کر مر گئے تھے ' تو پرچہ نویسوں نے فوراً دربار خلافت میں اس کی خبر دی - (۳)

طبی کتابوں کے ترجمے -

عربی زبان میں سنسکرت کی جن طبی کتابوں کے ترجمے ہوئے ان میں دو کتابیں بہت مشہور ہیں ' ایک

(۱) مقدمہ ترجمہ انگریزی انڈیا - زخاؤ ص ۳۰ -

(۲) سوانح حسین بن منصور علاج از طبقات ابن باکویہ شیرازی مرتبہ مولوی

مسلمان Louis Massignon پیرس ' سنہ ۱۹۱۲ء ' صفحہ ۲۲۲ -

(۳) تاریخ الثغافہ سیوطی صفحہ ۳۸۰ء (کلکتہ) -

طب

تیسرا فن جو ہندوستان سے عربوں کو ملا وہ طب ہے -
 طب کی بعض کتابیں سریانی اور یونانی کے ذریعہ سے
 امویہ خاندان ہی کے زمانہ میں عربی میں منتقل
 ہو چکی تھیں (۱) مگر عراق میں عباسیہ کے زمانہ حکومت
 میں اس کو اور بھی ترقی ہوئی ، اور اس کے آغاز کا
 واقعہ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے یہہ ہوا کہ ہارون الرشید
 کے علاج کے لئے ہندوستان سے منکہ یا مانک نام وید
 طلب کیا گیا - اس کے علاج سے خلیفہ کو صحت ہوئی -
 اس طرح ہندوستانی طب کی طرف سلطنت کی توجہ
 ہوئی ، اور برامکہ نے اس میں خاطرخواہ حصہ لیا ، چنانچہ
 برامکہ نے اپنے شفاخانہ کا افسر اعلیٰ ایک وید ہی کو
 مقرر کیا تھا (۲) ، اسی پر انہوں نے بس نہ کی بلکہ
 یحییٰ بن خالد برمکی نے ایک کارندہ کو ہندوستان اس
 غرض سے بھیجا ، کہ وہ وہاں جا کر ہندوستان کی جڑی
 بوٹیاں لائے (۳) ، اور ایک وید کو سرکاری دارالترجمہ میں
 اس لئے مقرر کیا کہ وہ سنسکرت کی طبی کتابوں کا
 ترجمہ عربی میں کرائے - (۴)

-
- (۱) عیون الانبیاء فی طبقات الاطباء تذکرہ ماسر جویہ و مختصر الدول
 ابوالفرج ملطی ، صفحہ ۱۹۲ ، (بیروت) -
 (۲) فہرست ابن ندیم ص ۲۴۵ -
 (۳) ایضاً ص ۳۴۵ -
 (۴) ایضاً ص ۲۴۵ -

چار بیماریوں کی صرف پہچان کا بیان ہے ، علاج کا نہیں - (۱)

ایک کتاب جزی بوٹیوں کے مختلف ناموں کے بیان میں ترجمہ ہوئی ، جن میں سے ایک ایک جزی کے دس دس نام بیان کئے گئے تھے - اس کو مذکرہ پنڈت نے سلیمان بن اسحاق کے لئے عربی میں ترجمہ کیا - (۲)

ایک اور کتاب جس میں ہندی اور یونانی طبیبوں کی دواؤں کے سرد و گرم ہونے ، دواؤں دواؤں کی قوتوں ، اور سال کے موسموں کی تقسیم میں جو اختلافات ہیں ، ان کی تفصیل تھی ترجمہ ہوئی - (۳)

ابن ندیم نے طب ہندی کی ایک اور کتاب کا نام استانگر لکھا ہے ، جس کا ترجمہ ابن دھن نے کیا تھا -

نوکشئل (نوفشئل ؟) نام ایک وید کی دو کتابوں کے ترجمے کئے گئے ، ان میں سے ایک میں سو بیماریوں اور سو دواؤں کا ذکر تھا ، اور دوسری میں بیماریوں کے وہم اور اسباب کا بیان تھا -

(۱) یعقوبی اول صفحہ ۱۰۵ -

(۲) ابن ندیم ص ۳۰۳ و یعقوبی اول صفحہ ۱۰۵ -

(۳) یعقوبی اول ص ۱۰۵ -

شہرت کی کتاب جس کو عرب ”دس سرو“ کہتے ہیں، یہہ کتاب دس بابوں میں تھی - اس میں بیماریوں کے علامات اور ان کے علاج و دوا کی تفصیل ہے - یحییٰ بن خالد برمکی کے حکم سے منکہ نے اس کا ترجمہ کیا تاکہ برامکہ کے شفاخانہ میں وہ ایک طبی دستورالعمل کا کام دے - دوسری کتاب چرک کی کتاب ہے جو ہندوستان میں طب کا بہت بڑا ماهر اور رشی گذرا ہے - یہہ کتاب پہلے فارسی میں ترجمہ کی گئی، پھر عبداللہ بن علی نے اس کو فارسی سے عربی میں منتقل کیا - (۱)

تیسری کتاب کا نام ابن ندیم میں سندستاق اور یعقوبی کی مطبوعہ متن میں سندھشان اور اسی کتاب کے ایک اور نسخہ میں سندھستان ہے - اس کی اصل سنسکرت میں شاید سندھستان یا سندیسن ہو، ابن ندیم نے عربی میں اس کے معنی ”خلاصہ کامیابی“ اور یعقوبی نے ”صورت کامیابی“ کے بتائے ہیں - میرے خیال میں یعقوبی کا نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہے - بہر حال شفاخانہ بغداد کے افسر اعلیٰ ابن دھن نے اس کا ترجمہ کیا تھا - (۲)

چوتھی کتاب کا نام یعقوبی نے ندان بتایا ہے - ابن ندیم نے اس کا ذکر نہیں کیا - اس میں چار سو

(۱) ابن ندیم صفحہ ۳۰۳ -

(۲) ابن ندیم ص ۳۰۳ و یعقوبی ارل ص ۱۰۵ -

کتابوں کے علاوہ سنسکرت اور ہندوستان کے اُن باقی ماندہ اثرات کا ذکر کرنا ہے، جو عربی طب میں اب تک موجود ہیں۔

ان میں اُن اثرات کا ذکر نہیں، جو ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں طب عربی پر پڑے، کہ وہ ایک الگ مضمون ہے، بلکہ اُن اثرات سے بحث ہے جو چوتھی صدی ہجری تک کی عربی طب پر مؤثر ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو وہ دوائیں ہیں جو ہندوستان سے عرب گئیں، اور برامکہ اور خلفاء نے ان کی تحقیقات کے لئے ہندوستان آدمی بھیجے۔ ان میں بہت سی دواؤں کے نام نہ صرف پیدائش کی جگہ کے لحاظ سے بلکہ زبان کے لحاظ سے بھی ہندی ہیں، اور کم از کم ایک دوا ایسی ہے جس کا نام ہندوستان کی نسبت سے خود پیغمبر اسلام علیہ السلام کے زمانہ میں عرب میں سنائی دیتا ہے، یعنی قسط ہندی (۱) اور زنجبیل (زرنجابیرا) یعنی سونٹھ کا لفظ خود قرآن میں ہے۔ اس قسم کی کچھ اور دواؤں کے نام تجارتی تعلقات کے باب میں ہم نے دے دیے ہیں۔ عربی میں دو لفظ جن میں ایک دوا کا اور ایک غذا کا نام ہے سب سے زیادہ عجیب ہیں۔ دوا میں

ایک ہندو پنڈتہ؟ (عورت) دوسا نامی کی ایک کتاب کا ترجمہ ہوا جس میں خاص عورتوں کی بیماریوں کے علاج درج تھے -

ایک اور کتاب حاملہ عورتوں کے علاج میں ' ایک مختصر کتاب جڑی بوٹیوں کے حال میں ' ایک کتاب نشہ کے بیان میں - (۱)

مسعودی نے طب کی ایک کتاب کا نام اور حال اس طرح لکھا ہے کہ "راجہ کورش کے لئے طب کی ایک بڑی کتاب لکھی گئی تھی ' جس میں بیماریوں کے اسباب اور دروا اور علاج ' اور دواؤں کی پہچان اور اس میں بوٹیوں کی شکل و صورت کی تصویر بنائی گئی تھی - (۲)

پی جانے والی چیزوں کے بیان میں ابن ندیم نے اطر کا ذکر کیا ہے جو بہت ممکن ہے کہ اتری نام ایک وید کی طرف منسوب ہو ' ایک اور پنڈت کا نام ساوبرم ابن ندیم میں ہے (۳) - اس کی اصل شاید ستیاردمن ہو ' جس کی کتاب ستیا کا نام بیرونی نے لیا ہے - (۴)

(۱) اوپر کی سات کتابوں کا ذکر ابن ندیم صفحہ ۳۰۳ میں ہے -

(۲) مسعودی جلد اول صفحہ ۱۶۲ (پیرس) -

(۳) ابن ندیم صفحہ ۳۰۵ -

(۴) زخاؤ کی کتاب النڈیا کا مقدمہ صفحہ ۳۳ -

منجم ، جوتش ، جفر ، اور رمل

سب کو معلوم ہے کہ یہہ چیزیں ہندوستان سے کس قدر تعلق رکھتی ہیں - دولت عباسیہ کے دوسرے خلیفہ منصور ہی کے وقت سے جو سنہ ۱۲۷ھ میں تخت نشین ہوا عربی میں ان چیزوں کا رواج ہوا - منصور کو ان باتوں سے بڑی دلچسپی تھی ، چنانچہ بغداد کا شہر جب اس نے بنوایا تو اس کی ہر چیز زائچہ کہینچ کہینچ کر تیار کی گئی ، دربار پر پہلے ایرانی منجموں کا قبضہ تھا ، پھر ہندو جوتشیوں نے اپنا عمل دخل جمایا - معلوم ہوتا ہے کہ منصور ہی کے زمانہ میں اس فن پر ہندی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں - ان جوتشی پندتوں میں سے عربوں میں سب سے مشہور نام کلکہ پندت کا ہے - ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ہے کہ یہہ ایک مشہور اور نامی طیب تھا (۱) -

زخاؤ کی تحقیق کی بنا پر اس نام کی ہندی اصلیت کلکدایا ہوگی کیونکہ اس نام کا مشہور طبیب ہندوستان میں پہلے گذر چکا ہے جس کا نام ہندوستانی دواؤں میں سند ہے (۲) -

(۱) عیون الأنباء فی طبقات الأطباء ج ۲ ص ۳۳ (مصر) -

(۲) مقدمۃ اندیا صفحہ ۳۲ -

اطریفل جو اس قدر مشہور ہے اور ہر طبیب اور ہر مریض کی زبان پر ہے ، محمد خوارزمی نے چوتھی صدی میں لکھا ہے کہ یہہ ”ہندی لفظ تری پھل ہے“ کہ یہہ تین پھلوں ہلیلہ ، ہلیلہ ، اور آملہ سے بنتا ہے - (۱) ایک اور اسی قسم کی دوا کا نام انبجات ہے - خوارزمی کہتا ہے ، ”کہ آنہ (آم) ہندوستان میں ایک پھل ہوتا ہے“ اس کو شہد ، لیموں ، اور ہلیلہ میں دے کر انبجات تیار کیا جاتا ہے ، غالباً اس کو گوانیہ ، یا آموں کا اچار یا مربی کہنا چاہئے - لیکن ان سب سے زیادہ عجیب لفظ ”بہطہ“ ہے جس کی تفسیر خوارزمی نے یہہ بتائی ہے کہ ”یہہ بیماروں کی غذا کی قسم ہے - یہہ لفظ سندھی ہے“ یہ دودھ اور گھی میں چاول کو پکا کر تیار ہوتا ہے“ (۲) آپ سمجھے؟ یہہ ہمارا ہندوستانی بہات ہے ، جو عربوں کے نزدیک بیماروں کے لئے ایک نرم اور ہلکی غذا ہوگی - اس کو اب کھیر سمجھئے یا فیرینی -

بیطاری

جانوروں کے علاج میں شاناقی یا چانک پندت کی کتاب ترجمہ ہوئی - (۳)

(۱) مفتاح العلوم خوارزمی ص ۱۸۶ -

(۲) ایضاً ص ۱۷۷ -

(۳) ایضاً ص ۱۶۷ -

نقل کرتا ہے کہ وہ یہہ کنگہ ہندوستان کے تمام پلندتوں کے نزدیک جوتش میں سب سے بڑا ہے۔“ -

عطارد بن محمد ایک مسلمان منجم نے جو غالباً دوسری صدی ہجری میں ہوا ہندی جفر میں ایک کتاب لکھی تھی (۱) - اس کے علاوہ ابن ندیم نے تین اور ہندو جوتشیوں کے نام لئے ہیں (۲) -

۱ - جودر ہندی - اس کی کتاب کا نام کتاب المواید (پیدائشوں کی کتاب) ہے -

۲ - نہک یا نایگ (نہق) ہندی - اس کی کتاب کا نام کتاب اسرار المسائل (سوالوں کے بھید) ہے -

۳ - سنگھل ہندی (سنگھل!) - اس کی کتاب کا نام کتاب المواید الکبیر (پیدائشوں کی بڑی کتاب) - سنگھل کا نام بیرونی نے بھی نجوم کے بیان میں لیا ہے (۳) -

ہندوستان کی کسی زبان سے ایک کتاب ہتھیلی کی لکھروں اور ہانہوں کے دیکھ کر حال بتانے کی عربی میں ترجمہ ہوئی (۴) -

(۱) ابن ندیم ص ۲۷۸ -

(۲) ایضاً ص ۲۷۱ -

(۳) کتاب الہند صفحہ ۷۶ -

(۴) ابن ندیم ص ۳۱۴ -

ابن ندیم نے عربی میں اس پندت کی چار کتابوں کا ذکر کیا ہے (۱) -

۱ - کتاب النمودار فی الاعمار ، (عمروں کے بیان میں کتاب) -

۲ - کتاب اسرار الموالید (پیدائشوں کے بھید) جاتک -

۳ - کتاب القرائنات الکبیر (بڑے قرآن یا بڑے لکن کے بیان میں) -

۴ - کتاب القرائنات الصغیر (چھوٹے لکن کے بیان میں) -
ابن ابی اصیبعہ کا بیان ہے کہ یہہ کتاب طب میں ہے مگر ابن ندیم نے اس کو نجوم ہی میں ذکر کیا ہے - یہہ ممکن ہے کہ دونوں میں ہو کیونکہ پرانی طب میں نجوم کی بہت سی باتیں داخل تھیں - ابن ابی اصیبعہ (۲) نے اس کی دو کتابوں کا اور نام لیا ہے -

۵ - کتاب فی التوہم (مسرزم کے بیان میں) -

۶ - کتاب فی احداث العالم والدور فی القرآن (دنیا کے واقعات اور ستاروں کے لکن میں چکر) - یہی مصنف مسلمان منجم ابو معشر بلخی سنہ ۲۷۲ ھ (سنہ ۸۸۶ ع) کے حوالہ سے

اپنی جان بچانے کے لئے اس علم سے واقفیت کی بڑی ضرورت دھتی تھی - عربی میں چانک یا شاناق پندت کی کتاب کا جو لوائی پر ہے نام پہلے آچکا ہے ، جس کا آخری باب ”د کھانا اور زھر تھا“ تھا - معلوم ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ خاص زھروں کے بیان میں بھی اس کی کوئی کتاب تھی جو ساتویں صدی ہجری (تیرھویں صدی عیسوی) تک عربی میں موجود تھی ، کیونکہ ابن ابی اصیبعہ نے سنہ ۶۶۸ھ (سنہ ۱۲۷ع) نے اس کتاب کا پورا حال اس طرح لکھا ہے کہ ”یہ کتاب پانچ بابوں میں ہے - منک یا مانک پندت نے یحییٰ بن خالد برمکی کے لئے فارسی میں ابو حاتم بلخی کی مدد سے ترجمہ کیا ، پھر عباس بن سعید جوہری نے اس کا دوبارہ ترجمہ خلیفہ مامون الرشید (سنہ ۲۱۸ھ) کے لئے کیا (۱)“ - اسی زھروں کے فن پر مصنف کا نام لئے بغیر ایک کتاب کا ذکر جو ہندی سے عربی ہیں ترجمہ ہوئی ابن ندیم کی فہرست میں بھی موجود ہے (۲) -

موسیقی

جاحظ (سنہ ۲۵۵ھ) کا بیان گذر چکا ہے ، جس میں اس نے ہندوستان کی موسیقی کی تعریف کی ہے

(۱) عیون الأنباء فی طبقات الأطباء صفحہ ۳۳ -

(۲) صفحہ ۳۱۷ =

نیز ایک اور کتاب ”زجرالہند“ ہندی فال پر (۱) ہے -

سانپوں کا علم

ہندوستان کے لوگ سانپوں کے اقسام اور ان کے جہاز پھونک اور منتر میں مشہور ہیں، اور اس کا نام ان کے ہاں ”سرب ودیا“ ہے - رائے نامی ایک پنڈت کی کتاب اس فن میں ترجمہ ہوئی جس میں سانپوں کے اقسام اور ان کے زھروں کا بیان تھا (۲) - عربی میں ایک اور ہندی پنڈت کی کتاب کا ذکر ہے جو اسی فن پر تھی (۳) -

زھروں کا علم

ہندوستان کو اس فن میں بھی کمال تھا - زکریا قزوینی نے آثار البلاد میں ”ہند“ کے ذکر میں ”بیش“ نام ایک چڑی کا، اور راجاؤں میں باہم اس کے ذریعہ ایک دوسرے کو دوستی کے پردہ میں مارنے کا عجیب قصہ لکھا ہے - یہہ بیش لفظ ہندی کا ”بش“ ہے جس کے معنی زھر کے ہیں - بہر حال بادشاہوں کو اپنی حفاظت اور

(۱) ابن ندیم ص ۳۱۲ -

(۲) ایضاً صفحہ ۳۰۳ -

(۳) عیون الانباء فی طبقات الاطباء ص ۳۳ (مصر) -

ترجمہ کیا - ایلہیت صاحب نے اس کا کسی قدر خلاصہ
دیا ہے - (۱)

سیاست جنگ اور راجنیت

اس فن میں ہندی زبان (سنسکرت یا پالی ؟) سے
عربی میں دو ہندو فاضلوں کی کتابیں عربی میں ترجمہ
ہوئیں - ان میں سے ایک کا نام عرب شائق بتاتے ہیں
اور دوسرے کا یاکھر یا یاجھر - شاید پہلا نام چانک
ہو اور دوسرا ویاکھر - چانک یا شاناک ہندی کی
کتاب کا مضمون یہ ہے : دد لوائی کا انتظام اور بادشاہ کو
کیسے آدمی چننا چاہئے ، اور سواروں کی ترتیب ، اور
کھانا اور زہر (۲) - اور یاجھر یا ویاکھر کی کتاب
دد تلواروں کی پہچان اور اس کی خوبیوں اور اس کے
نشانات (۳) میں ہے - سنسکرت سے ایک اور کتاب
کا عربی میں ترجمہ ہوا جس کا عربی نام دد ادب الملک
یعنی دد سلطنت کے طریقے ہے - اس کتاب کے عربی
مترجم کا نام ابوصالح بن شعیب ہے - زمانہ کا پتہ نہیں ہے -
اس وقت اس کا صرف فارسی ترجمہ موجود ہے - یہ ترجمہ
سنہ ۴۱۷ھ میں ابوالحسن بن علی جبلی نے کیا

(۱) تاریخ ہند الیٹ جلد اول صفحہ ۱۰۰ -

(۲) ابن ندیم ص ۳۱۵ -

(۳) ایضاً -

اور خاص طور سے یکتارے کا ذکر کیا ہے - بغداد کی تصنیفات میں ہندو موسیقی پر کسی کتاب کا نام نہیں ملتا لیکن اسپین کے ایک علمی مؤرخ قاضی صاعد اندلسی سنہ ۴۶۲ھ (سنہ ۱۰۷۰ء) نے لکھا ہے کہ ہندو موسیقی میں ہندوستان کی ایک کتاب نافر ہم تک پہنچتی ہے جس کے لغوی معنی ہندوستانی کے پہلے کے ہیں اور جس میں راگوں اور سروں کا بیان ہے (۱) - عجب نہیں کہ یہ فارسی کا ہندو نوبر (نیا پہل) نام ہو اور فارسی ترجمہ کے ذریعہ سے عربی میں یہ کتاب منتقل ہوئی ہو لیکن میرے ایک ہندو دوست نافر کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ ”ہندو ناد“ ہوگا جو سنسکرت میں آواز کو کہتے ہیں -

مہابھارت

ہندوستان کی قدیم تاریخ میں ایک فارسی کتاب مجمل التواریخ پیرس لائبریری میں ہے جس میں بہت کچھ مہابھارت کے قصے ہیں - اس کتاب کے مقدمہ میں ہے کہ اس کو سنسکرت (ہندوستانی) زبان سے ابوصالح بن شعیب نے عربی میں ترجمہ کیا تھا پھر سنہ ۴۱۷ھ میں ابوالحسن علی جبلی نے جو کسی دیلمی امیر کے کتب خانہ کا مہتمم تھا اس کا عربی میں

(۱) طبعات الامم قاضی صاعد اندلسی صفحہ ۱۲ (بیروت) -

”طوفانی علم حدود المنطق“ (۱) (طوفا (توپا) کی کتاب، منطق کے حدود کے علم میں) بحث یہہ ہے کہ اس منطق سے علم منطق کی اصطلاح مراد ہے، جس کو نیپاہ (لاچک) کہتے ہیں، یا اس لفظ کے لغوی معنی مراد ہیں، یعنی بولنا اور کتاب مختص قصہ کہانی ہو یا ادب و اخلاق میں ہو اور اس سے مقصود یہہ ہو کہ انسان کے بولنے کے حدود بتانے والی کتاب کہ کہاں بولنا اور کہاں نہ بولنا چاہئے اور کس طرح بولنا چاہئے - ابن ندیم نے اس کتاب کا ذکر اس عنوان کے نیچے کیا ہے: ”ان ہندی کتابوں کے نام جو قصہ کہانی اور افسانہ ہیں -“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ منطق میں نہ تھی -

معانی و بیان

جاحظ (سنہ ۲۵۵ھ) نے اپنی کتاب البیان والتبیین میں لکھا ہے (۲) کہ ”جس زمانہ میں یحییٰ بن خالد برمکی نے بہت سے ہندو پلندتوں کو بلوایا تھا، معمر نے اُن میں سے ایک سے پوچھا کہ اہل ہند کے نزدیک بلاغت کس کو کہتے ہیں؟ اُس نے کہا میرے پاس اس مضمون پر ایک چھوٹا سا رسالہ ہے لیکن

(۱) یعقوبی ص ۱۰۵ -

(۲) کتاب البیان والتبیین جلد اول صفحہ ۴۰ (مصر) -

تھا جو ایک دیلمی امیر کے کتب خانہ کا مہتمم تھا ، (۱)

کیمیا

پرانہ کی کیمیا کی اصلیت جو کچھ ہو مگر اس فن میں ایک ہندو فاضل کی کتاب کے ترجمہ کا پتہ ابن ندیم میں ملتا ہے ، (۲) اور مشہور عرب کیمیا ساز جابر بن حیان کی ایک کتاب خاطف بھی اسی ہندی نسبت کے ساتھ مذکور ہے ، (۳) لیکن اس ہندی فاضل کا نام بہت مشکوک ہے -

حدود منطق

فہرست ابن ندیم (سنہ ۳۷۷ھ) میں ایک عربی کتاب کا جو ہندی سے ترجمہ ہوئی اس طرح ذکر ہے :
 ”کتاب حدود منطق الہند“ (۴) (ہندوستان کی منطق کے حدود) لیکن یعقوبی (سنہ ۲۷۸ھ) نے جو ابن ندیم سے سو برس پہلے گذرا ہے اس کتاب کا ذکر منطق و فلسفہ کی کتابوں کے ضمن میں اس نام سے کیا ہے ”کتاب

(۱) الیٹ جلد اول صفحہ ۱۱۲ -

(۲) ابن ندیم صفحہ ۳۵۳ -

(۳) ایضاً صفحہ ۳۵۹ -

(۴) ایضاً ص ۳۰۵ -

ویسا ہی ہو“ (۱) - اور لکھا ہے کہ کپہن نام ایک راجہ اس کا موجد ہے -

ابن ندیم ایک ہندو مصنف کا ذکر کرتا ہے جس کا نام ادیگر سے بھی پڑھا نہیں گیا اور اسی طرح لکیر بنا کر اس نے چھوڑ دیا ہے - بظاہر ”سیسہ ہندی“ معلوم ہوتا ہے - پھر لکھتا ہے ”یہ پڑانے لوگوں میں ہے اس کا طریقہ نیرنگ و نظربندی میں ہندوستان کا طریقہ ہے“ اس کی ایک کتاب ہے جس میں توہم والوں (مسمرائزر؟) کا طریقہ اختیار کیا ہے (۲) -

کہانی اور افسانے

اس ضمن میں ہندوستان کی کئی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں جن میں سے دو کے نام سندباد حکیم (پندت) کی کتاب ہے - اس کے دو نسخے ہیں ، ایک چھوٹا ، دوسرا بڑا - اس کتاب کے متعلق بعضوں کا خیال ہے کہ وہ ایرانیوں کی تصنیف ہے مگر ابن ندیم کہتا ہے کہ ”صحیح یہ ہے کہ یہ ہندوستان کی تصنیف ہے“ - یہ ممکن ہے کہ بعض دوسری کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی پہلے فارسی میں ترجمہ ہوئی ہو اور پھر

(۱) یعقوبی ج ۱ ص ۹۷ -

(۲) ابن ندیم صفحہ ۳۱۲ -

میں اس کا ترجمہ نہیں کر سکتا اور نہ یہہ فن میں جانتا ہوں - معمر کا بیان ہے کہ میں اس مختصر رسالہ کو لے کر مترجموں کے پاس گیا انہوں نے اس کا یہہ ترجمہ کیا - اس کے بعد جاحظ نے اس رسالہ کا خلاصہ ایک صفحہ میں دیا ہے جس میں یہہ بحث ہے کہ مقرر کو کیسا ہونا چاہئے اور کس وقت کے لئے کیسی تقریر مناسب ہے -

منتر ، کرتب ، اور جادو

ہندوستان کا یہہ مشہور پرانا فن ہے اور اکثر عربی کتابوں میں جہاں ہندوستان کی خصوصیتوں کا ذکر ہے یہاں کی کرتبوں ، بازیگروں اور جادوگروں کا ذکر خاص طور سے کیا گیا ہے - ابن ندیم کہتا ہے ”اہل ہند کو جادو اور منتر کا بہت اعتقاد ہے -“ پھر کہتا ہے کہ ”اہل ہند علم توہم میں خاص کمال رکھتے ہیں اور اس فن میں اُن کی کتابیں ہیں جن میں سے کچھ کا عربی میں ترجمہ ہوا ہے -“ علم توہم سے مقصود شاید وہی چیز ہے جس کو آج مسمزم کہتے ہیں (۱) - یعقوبی نے اس کے یہہ معنی لکھے ہیں کہ ”جیسا کہ خیال کر کے یقین دلایا جائے

دیبیک ہندی کی کہانی ہے ، جس میں ایک عورت اور مرد کا قصہ ہے - ایک حضرت آدم کے زمین میں آنے کی کہانی ہے (۱) - معلوم نہیں اس کہانی سے کون سی دیوبانی کہانی کی طرف اشارہ ہے - اسی طرح ایک راجہ کی کہانی ہے ، جس میں لڑنے اور تیرنے کا بیان ہے - ایک اور کہانی میں دو ہندیوں کا حال ہے جن میں سے ایک سختی دانا اور دوسرا کنجوس تھا ، دونوں کا سخاوت اور کنجوس پن میں مناظرہ اور راجہ کا پھر فیصلہ ہے (۲) - ایک اور کتاب تریاچرت (عورتوں کے فریب) میں ترجمہ ہوئی - اس کے مصنف کا نام راجہ کوش لکھا ہے (۳) -

ایک اور کتاب عام الہند (حکم الہند ؟) کا بھی پتہ چلتا ہے جس کا پہلے نثر میں ترجمہ ہوا تھا پھر ابان شاعر (۴) نے اس کو نظم میں منتقل کیا - ہندوستان کے متعدد قصوں اور کہانیوں کے حوالہ اخوان الصفا کے رسائل میں ملتے ہیں -

(۱) فہرست ابن ندیم ص ۳۰۵ -

(۲) ایضاً ص ۳۱۶ -

(۳) تاریخ یعقوبی جلد اول صفحہ ۱۰۵ -

(۴) ابن ندیم صفحہ ۱۱۹ غالباً یہ کتاب وہی کليلة دمنہا ہے جس کا ذکر آگے

فارسی سے عربی میں منتقل ہوئی ہو اور اس لئے لوگوں کو اس کے ایرانی ہونے کا دھوکا ہوا ہو -

الف لیلہ میں سندباد بری اور بحری کے نام دو قصے ہیں ، جن میں سے ایک میں سندباد نام ایک تاجر کے دریائی سفر کے اور دوسرے میں خشکی کے سفر کے عجیب و غریب واقعات درج ہیں - اس سندباد کے لفظ سے بعض صاحبوں کو یہہ شبہ ہوا (۱) کہ وہ ہندی قصہ یہی ہے مگر یہہ صحیح نہیں ہے ، کیونکہ اول تو یہہ حکیم سندباد (۲) کے قصے اور الف لیلہ میں تاجر سندباد کے قصے ہیں ، دوسرے الف لیلہ کے سندباد کے سفر کے جو قصے ہیں وہ ہندو ذہنیت اور حالات کے قطعاً موافق نہیں - پھر مسعودی (۳) نے اس واقعہ کے اجزا یہہ لکھے ہیں دس سات وزیروں ، ایک گرو ، ایک لڑکا ، ایک رانی والی کہانی - یہہ الف لیلہ کے سندباد پر چسپاں نہیں -

ان کے علاوہ ہندی کی چند اور کہانیاں بھی عربوں نے اپنی زبان میں نقل کرائیں جن میں سے ایک

(۱) رسائل شبلی ص ۲۶۳ ، طبع اول مضمون تراجم -

(۲) فرست ص ۳۰۵ سطر ۲ و ۲۰ و یقوی ج ۱ ص ۱۰۵ -

(۳) تاریخ مروج الذهب مسعودی ج ۱ ص ۱۶۲ (لیڈن) -

انعام دیا (۱) - عربی زبان سے اس کتاب کے ترجمے دنیا بھر کی زبانوں میں ہوئے - یورپ، ایشیا، اور افریقہ کی کوئی مہذب زبان نہیں جس میں اس کا ترجمہ نہ ہوا - اس کتاب کے تراجم اور نسخوں کے الٹ پھیر کی خود ایک مستقل تاریخ ہے - اردو میں ڈاکٹر سید علی بلگرامی مرحوم نے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس علی گڑھ منعقدہ سنہ ۱۸۹۱ ع میں اس پر ایک مفصل محققانہ لکچر دیا ہے - اس کے متعلق دوسرا مضمون راقم کا ہے جو علی گڑھ کے منتہلی میگزین میں شاید سنہ ۱۹۰۵ ع یا اس کے ایک آدھ سال آگے پیچھے شائع ہوا ہے -

اس کتاب کا مصنف ہیدپا پنڈت اور جس راجہ کے لئے لکھی گئی اُس کا نام وابشلیم بتایا گیا ہے - بادشاہوں کو جن باتوں کی ضرورت ہے جانوروں کے قصوں اور کہانیوں کے ذریعہ سے دس بابوں میں اُن کی تعلیم دی گئی ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وابشلیم جس راجہ کا نام بتایا گیا ہے وہ گجرات کا راجہ تھا، کیونکہ چوتھی صدی ہجری (دسویں صدی عیسوی) کے عرب سیاح ابن حوقل نے گجرات کے راجہ ولہبہ راے کا نام لے کر لکھا ہے کہ ”تمثیلوں والی کتاب (کتاب الامثال)

(۱) کتاب الوزراء والکتاب جہشیاری، مطبوعہ ویانا (اٹریا) سنہ ۱۹۲۶ء

اخلاق و حکمت

پرانے حکیموں کا دستور تھا کہ وہ 'اخلاق' حکمت' اور دانائی کی باتیں قصوں کہانیوں اور تمثیلوں میں بیان کیا کرتے تھے اور کتوں 'چوہوں' بلیوں' کووں کی زبانوں سے انسانوں کو سمجھاتے تھے - سنسکرت کی ایک خاص کتاب جس نے فارسی اور عربی میں اس حیثیت سے خاص شہرت حاصل کی کلیلہ دمنہ ہے 'جس کا بیرونی کے بیان کے مطابق سنسکرت نام 'پنچ تنتر' ہے - یہہ کتاب اسلام سے پہلے سنسکرت سے ایران کے ساسانی بادشاہوں کے زمانہ میں فارسی میں ترجمہ ہوئی' پھر عبداللہ بن مقفع نے دوسری صدی ہجری کے وسط میں عربی میں اس کو منتقل کیا - اس کتاب نے عربی میں اتنی شہرت حاصل کی اور سلاطین اور امرا نے اس کی اتنی قدر کی کہ عربی سے فارسی میں 'فارسی سے عربی میں' نظم سے نثر میں' اور نثر سے نظم میں' اس کی متعدد نقلیں ہوتی رہیں' اور مترجم 'شاعر' اور نثر اس کے ترجمہ نظم اور انشا میں اپنا جوہر دکھا دکھا کر مسلمان بادشاہوں سے گراں قدر انعام پاتے رہے - دوسری صدی کے آخر میں ابان نام عربی کے ایک شاعر نے جب اس کا عربی نظم میں ترجمہ کر کے ہارون الرشید کے وزیر جعفر برمکی کی خدمت میں پیش کیا تو اُس نے اُس کو ایک لاکھ درہم

کو کسی قسم کی واقفیت تھی - ابتدائی مسلمان صوفیوں کی وحدت وجود پر اسکندریا کے نیو افلاطونی فلسفہ کا اثر البتہ پڑا ہے - بہر حال اس مسئلہ کی تاریخ سے یہاں بحث نہیں ، بلکہ ابن ندیم کے اس فقرہ سے فاضل مستشرق کو جو دھوکا ہوا ہے اس کو دور کرنا مقصود ہے ، عربی میں حکمت ، دانائی ، عقلندی ، اور تمثیلوں کے ذریعہ سے جو عقل اور نصیحت کی باتیں سمجھائی جاتی ہیں ان کو حکمت کہتے ہیں - بیدپا کی کتاب سے مراد یہی کلیلہ دمنہ والی کتاب ہے جس کا مصنف اس کے فارسی ترجمہ کے شروع میں بیدپا پنڈت بتایا گیا ہے (۱) ، اور جس کا موضوع قصوں اور تمثیلوں میں عقل اور حکمت کی باتیں سکھانا ہے - اسی لئے ابن ندیم نے بیدپا کی کتاب حکمت کا نام قصوں اور افسانوں کے ضمن میں لیا ہے فلسفہ کے ضمن میں نہیں لیا ہے -

بہر حال یہ وہ اہم کتاب ہے جس کو ہندوستان کے دماغ نے پیدا کیا اور عربوں کی کوششوں نے اس کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا - بیرونی لکھتا ہے کہ عبداللہ بن مقفع جو مانی (مجوسی فرقہ) مذہب کا پیرو تھا اس نے اپنے خیال و اعتقاد کے مطابق اصل

والا راجہ ۴۴ (۱) اور عربی میں تمثیلوں والی کتاب یہی کلیلہ دمنہ سمجھی جاتی ہے۔ یعقوبی نے لکھا ہے کہ راجہ وابشلیم کے عہد میں بیدیا پنڈت نے یہہ کتاب لکھی (۲) اور فرشتہ میں ہے کہ سلطان محمود کے حملہ گجرات کے وقت گجرات کے معزول راجہ کے خاندان کا لقب وابشلیم تھا۔

پروفیسر زخاؤ کی غلطی

انڈیا کے مقدمہ میں پروفیسر زخاؤ نے ابن ندیم کے حوالہ سے کتاب بیدپانی الحکمة (بیدپا کی کتاب دانائی میں) کا نام لیا ہے، اور اس کی تحقیق یہہ کی ہے کہ بیدپا اصل میں ویدویاس ہے، جو ویدانت کے بانی تھے۔ اس لئے دانائی کے فن میں بیدپا کی کتاب سے مراد ویدانت ہے۔ پھر اس غلط قیاس پر ایک اور قیاس کھڑا کر لیا کہ مسلمانوں میں وحدت وجود کا فلسفہ اسی ویدویاس ویدانت کے ترجمہ سے آیا (۳)۔ ہم کو اس سے انکار نہیں کہ بعد کے مسلمان صوفیوں پر ویدانت کا اثر نہیں پڑا لیکن اس سے انکار ہے کہ اس قدیم عہد میں ویدانت سے عربوں اور مسلمانوں

(۱) سفرنامہ ابن حوقل ص ۲۲۷ -

(۲) جلد اول ص ۹۷ -

(۳) مقدمہ انڈیا صفحہ ۳۳ -

سن کر سرانندیب کے ایک جوگی (فقیر) کا سوداگر کے لباس میں اس کے پاس آنا اور تلمیح و اشارہ میں اور حکایتوں اور تمثیلوں میں شاگرد و استاد کا دنیا کے سرپرستہ رازوں اور کائنات کے لاینکحل عقدوں پر تشفی بخش بات چیت اور سوال و جواب ہے - "یہ کتاب عربی زبان سے مختلف زبانوں میں پھیلی اور مذہبی حلقوں میں اس قدر پسند کی گئی کہ عیسائیوں نے اس کو اپنے ایک مقدس ولی کی طرف منسوب کر لیا - مسلمانوں کے ایک فرقہ نے اس کے بڑے حصہ کو لے کر اپنے ایک امام کی تصنیف بتایا - اخوان الصفا جو چوتھی صدی کی ایک نیم مذہبی اور نیم فلسفیانہ کتاب ہے اور جس کی اس حیثیت سے ایک خاص اہمیت ہے کہ ایک خاص نظام تکمیل (یا اسکول آف تہات) کے طریق پر یہ کتاب چوتھی صدی میں ایک پوشیدہ انجمن نے رازدارانہ طریقہ پر لکھی تھی اور اسلام کے ایک خاص فرقہ کے نزدیک وہ ایک مذہبی صحیفہ کی حیثیت رکھتی ہے - اس کتاب میں بھی اس بوداسف و بلوہر کی کتاب کے مختلف ابواب داخل ہیں - تیس برس ہوئے کہ مولوی عبدالغنی صاحب وارثی بہاری مرحوم نے اس کا عربی سے نہایت سلیس اردو میں ترجمہ کیا تھا - مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب اس کتاب کا یہہ اردو ترجمہ چھپا اور میرے نگراں عزیز کے پاس یہہ آئی تو اس وقت میں عربی کی معمولی کتابیں پڑھتا تھا - میں نے ان سے اس کتاب کے دیکھنے

کتاب کے ترجمہ میں تصحیفیں کی ہیں - میری دلی خواہش تھی کہ اس کی اصل کتاب پنچ تلتر سے صحیح اور ایماندارانہ ترجمہ کرنے کا مجھے موقع مل سکتا (۱) ، مگر معلوم ہوتا ہے کہ بیرونی کو اس کا موقع نہ مل سکا - یہہ کتاب عربی میں عام ہے اور بچوں کے نصاب میں آج کل بھی کہیں کہیں داخل ہے -

ہندی حکمت و دانش کی دوسری کتاب ’’بوداسف و بلوہر‘‘ ہے ، جس کی شہرت گو کلیہ دمنہ سے کم ہے مگر اس کی اہمیت اور بلندی اس سے کہیں بہت بڑھکر ہے - ابن ندیم نے اس کا ذکر ان ہندی افسانوں میں کیا ہے جو عربی میں ترجمہ ہوئے ہیں - اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ بوداسف سے بدھ مطلب ہے - پرانی فارسی میں دال کی جگہ ذال لکھتے تھے اس لئے بوداسف کی جگہ بوداسف ہو گیا اخیر حرف سف بقول زخاؤ ستو ہے - بودھی ستو کا بوداسف ہو گیا ہے ، کہ خاص قسم کے واڑ جیسے رومن کی ۷ عربی میں ف ہو جاتی ہے ، اور بلوہر کی اصل زخاؤ صاحب ’’پروہیتر‘‘ سمجھتے ہیں جس کے معنی گرو کے ہیں - اس کتاب میں بدھ کی پیدائش ، تربیت ، اور پھر ایک اتفاقی واقعہ سے اس کا دنیا سے بیزار ہونا اور اس کی خبر

تھا - یہاں وہ اپنے فن کے متعلق بہت سے نادر معلومات لے کر واپس گیا (۱) -

افسوس ہے کہ اس فاضل کے حالات کا کچھ زیادہ علم نہیں، اور اگر اسپین کا ایک مسلمان مؤرخ قاضی صاعد اس کا ذکر نہ کرتا تو شاید اس کا نام بھی نہ معلوم ہوتا -

بیرونی

دوسرا فاضل مشہور حکیم و ریاضی داں خوارزم کا ابوریحان بیرونی ہے - اس فاضل کو دنیا کی مختلف قوموں کے خیالات، معتقدات، اور مسائل جاننے کا خاص شوق تھا، چنانچہ اس کی تصانیف میں سے شاید ہی کوئی کتاب ایسی ہو جس سے اس کے اس ذوق کا پتہ نہ چلتا ہو - اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ ہندوستان سے پہلے بھی ہندوستان اور اس کے علوم کے متعلق پہلے مصنفین کے ذریعہ سے بہت کچھ واقف تھا - اس کے زمانہ تک عربی علوم اور مسلمانوں کی علمی تحقیقات درجہ کمال کو پہنچ گئی تھی، اور جن علوم کو انہوں نے ہندوؤں، ایرانیوں، اور یونانیوں سے سیکھا تھا ان کو ترقی دے کر بہت کچھ بڑھا دیا تھا، بہت سے

(۱) طبقات الامم قاضی صاعد اندلسی ص ۵۶ بیروت، و اخبار الحکما

قطعی ص ۸۵ (مصر) -

کی خواہش ظاہر کی مگر انہوں نے یہہ کہہ کر دینے سے انکار کیا کہ تم اس کو پڑھ کر دنیا سے بیزار ہو جاؤ گے اور لکھنا پڑھنا چھوڑ دو گے - اس فقرہ نے میرے شوق کو دہ ارتکاب جرم پر آمادہ کر دیا - رات کو جب وہ سو گئے تو ان کی میز پر سے میں یہہ کتاب چپکے سے اٹھا لایا اور صبح ہوتے ہوتے اس کو ختم کر کے پھر میز پر جا کر رکھ دیا - وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کہ میری نظر میں وہ کتاب دنیا کی ان چند کتابوں میں سے ہے جن کی تاثیر گنہگاروں کے دلوں میں بھی گھر کر لیتی ہے اس میں بعض ایسی موثر مثالیں بھی ہیں جو آج مسیح کے کلام میں ہم کو ملتی ہیں اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہہ موتی کس سمندر کی تہہ سے پہلے نکلے ہیں -

خاتمہ پر ان دو مسلمان فاضلوں کا ذکر کرنا ہے جو سیر و سیاحت کی غرض سے نہیں بلکہ ہندوستان کے علم و فن کی گنگا سے سیراب ہونے کے لئے اس ملک میں آئے اور کامیاب واپس گئے -

تنوخی

ان میں پہلا شخص محمد بن اسماعیل تنوخی ہے - غالباً اس کا زمانہ تیسری صدی ہجری (نویں صدی عیسوی) کا ہوگا - یہہ نجوم اور ہیئت کا مشہور عالم

بھی نہ تھا - مگر بیرونی کی زندگی کی مختلف تاریخوں کے ملانے سے اتنا پہلے اس کا ہندوستان آنا صحیح نہیں معلوم ہوتا - گو اس کا سفر ہندوستان میں پنجاب اور سندھ سے آگے نہیں بڑھا (۱) مگر ہندوستان کا جو جغرافیہ اس نے کتاب الہند میں لکھا ہے اس میں اس نے پورے ہندوستان کو ناپ دیا ہے اور اپنی دوسری کتاب قانون مسعودی میں جو اس کے چند سال بعد اس نے لکھی ہے اس میں ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں کا طول بلد اور عرض بلد اس نے لکھا ہے -

بہر حال وہ ہندوستان میں اُس وقت داخل ہوا جب ہندوستان کی سرزمین سلطان محمود کے حملوں سے زیر و زبر ہو رہی تھی - مگر عین اُسی وقت علم و فن کا دوسرا سلطان تن تنہا نہایت اطمینان اور چین سے ہندوستان کی علمی فتوحات میں مصروف تھا ، اور اسی سیاسی لڑائی بھڑائی اور خلفشار پر دل ہی دل میں چل رہا تھا - (۲) اس نے کتاب الہند لکھ کر جیسا کہ ڈاکٹر زخاؤ نے کہا ہے ایک طرف مسلمانوں کو یہ فخر بخشا کہ ان کے ایک فرد نے ایک ایسی کتاب لکھی جس نے یونانی سفیروں ، اور چینی سیاحوں کے ہندوستان کے متعلق بیانات کو تقویم پارینہ بنا دیا ، دوسری طرف

(۱) کتاب الہند ص ۱۱ ، (لندن) -

(۲) کتاب الہند بیرونی کا مقدمہ -

غلط مسئلوں کی تصحیح اور ناقص باتوں کی تکمیل کر چکے تھے۔ اس لئے بیرونی کو جدت پسندی کے سوا ہندوستان کے علوم کے سیکھنے کی کوئی اور وجہ نہ تھی۔

بہر حال یہہ صاف نہیں معلوم ہوتا کہ وہ ہندوستان کب آیا، اور یہاں کتنے دن رہا، اور کہاں کہاں پھرا مگر اننا معلوم ہے کہ سنہ ۸۲۰ھ میں خوارزم سے غزنین آیا تھا اور سنہ ۸۲۳ھ میں غزنین میں اس نے کتاب الہند ختم کی۔ سلطان محمود اس سے تین سال پہلے سنہ ۸۲۰ھ میں وفات پاچکا تھا۔ اب اس کے ہندوستان کے قیام کا زمانہ سنہ ۸۲۰ھ سے سنہ ۸۲۲ھ تک معلوم ہوتا ہے جو بارہ تیرہ برس کا زمانہ ہے۔ فارسی میں حکما اور فلاسفہ کی تاریخ میں ایک کتاب درۃ الاخبار ہے جو علی بن زید بیہقی (المتوفی سنہ ۵۶۵ھ) کی عربی کتاب تہذیب صغوان الحکمة کا ترجمہ ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ”اس نے ۴ برس ہندوستان میں گزارے“۔ اگر یہہ مدت صحیح ہو (۱) تو گویا ہندوستان میں اس نے پہلا قدم سنہ ۳۸۳ھ میں رکھا جب غزنویوں کا وجود

(۱) یہہ کتاب اورینٹل کالج میگزین لاہور بابت فروری سنہ ۱۹۲۹ع

کے ضمیمہ میں شائع ہوئی شروع ہوئی ہے۔ اصل کتاب میں صورت ”دریاد“ ہے، مگر ادیب نے اصل کتاب تہذیب سے لے کر اس کے بعد ”ہند“ کا لفظ

بڑھا دیا ہے۔

لگے اور تعجب سے پوچھنے لگے کہ تم کس پندت کے شاگرد ہو؟ پھر جب میں نے اُن کی علمی حیثیت کی کمزوری دکھانی شروع کی تو وہ مجھے جادوگر یا غیب جاننے والا سمجھنے لگے اور ودیا ساگر کہنے لگے ” (۱) -

بیرونی کا بڑا کارنامہ یہہ ہے کہ اس نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان علمی سفارت کا کام انجام دیا۔ اس نے عربوں اور ایرانیوں کو ہندوؤں کے علوم سے اور ہندوؤں کو عربوں اور ایرانیوں کی تحقیقات سے آگاہ کیا۔ اس نے عربی جاننے والوں کے لئے سنسکرت سے اور سنسکرت جاننے والوں کے لئے عربی سے کتابیں ترجمہ کیں اور اس طرح وہ قرض ادا کیا جو ہندوستان کا مدت سے عربی زبان کے علوم و فنون پر چلا آ رہا تھا۔ اس نے ہندوستان کے متعلق تین قسم کی کتابیں لکھیں۔ ایک عربی سے سنسکرت میں، دوسری سنسکرت سے عربی میں اور تیسری ہندی علوم اور مسئلوں کی چھان بین اور جانچ پرتال میں۔

اس کی وہ کتابیں جو اس نے ہندوؤں کے لئے لکھیں یہہ ہیں :

(۱) ہندوستان کے جوتشیوں کے سوالات کے جواب -

ہندوستان پر یہہ احسان کیا کہ اُس کے پرانے تمدن، پرانے علوم، اور پرانے خیالات کو دنیا میں قائم اور باقی رکھا۔ اُس وقت کے ہندوستان کے علمی غرور کے متعلق بیرونی کا یہہ فقرہ یاد رکھئے کے قابل ہے۔ لکھتا ہے کہ وہ ہندوؤں کو اپنے سوا اردوں کی واقفیت کچھ نہیں ہے۔ اُن کو یہہ پختہ یقین ہے کہ دنیا میں اُن کے دیس کے سوا کوئی اور دیس نہیں اور نہ اور کوئی قوم اس دنیا میں بسنے والی ہے اور نہ اُن کے سوا کسی کے پاس علم ہے یہاں تک کہ جب اُن کو خراسان اور فارس کے کسی عالم کا نام بتایا جاتا ہے تو اُس بتانے والے کو جاہل و نادان سمجھتے ہیں۔“۔ پھر کہتا ہے کہ وہ اگر یہہ لوگ دوسری قوموں سے ملیں جلیں تو اُن کا یہہ خیال درست ہو سکتا ہے۔“۔ پھر کہتا ہے کہ وہ اگلے ہندو پنڈت ایسے نہ تھے۔ وہ دوسری قوموں سے بھی فائدہ اٹھانے میں کمی نہیں کرتے تھے، چنانچہ وراہ مہر کہتا ہے کہ دیونانی اگر ناپاک اور ملیچھہ ہیں تب بھی اُن کی عزت اُن کے علم کے سبب سے کرنی چاہئے۔“۔ آگے چل کر بیرونی کہتا ہے کہ وہ جب تک مجھے اُن کی زبان نہیں آتی تھی تو اُن کے سامنے میں شاگردوں کی طرح بیٹھتا تھا لیکن جب اُن کی کچھ زبان آگئی اور میں نے ہیئت اور حساب میں اُن کو مسائل اور دلائل اور تحقیقات بتانی شروع کی تو وہ حیرت میں آگئے اور خود مجھ سے سیکھنے

(۷) ہندی اربعہ متناسبہ (ترے) (اشک) کا ترجمہ -

(۸) سانکھیہ کا ترجمہ (فلسفہ) -

(۹) پتنجلی کا ترجمہ -

(۱۰) وراہ مہر کی کتاب لگھو جاتکم کا ترجمہ (ولادت کے بیان میں) -

(۱۱) وسو دیو کے دوبارہ دنیا میں آنے پر ایک رسالہ ، وغیرہ -

تیسری قسم کی کتابیں یہہ ہیں :-

(۱) سدھانت ، آریہ بھٹ ، اور کھنڈ یا کھنڈ - جو ہندی ہیئت کی کتابیں سنسکرت سے عربی میں ترجمہ ہوئی تھیں ان میں مصنفوں یا مترجموں سے جو غلطیاں ہوئیں ان کی تصحیح -

(۲) خاص سدھانت پر پانچ سو صفحوں کی ایک کتاب جس کا نام جوامع الموجود بتکواطرالہنود ہے -

(۳) اس بیان میں ایک رسالہ کہ اعداد کے لکھنے کا طریقہ باعتبار ہندی کے عربی میں زیادہ صحیح ہے -

(۴) ہندی اصول پر جوتش کے بعض اصول کی تصحیح (فی الارشاد الی تصحیح المبادی علی النمودارات) - قانون مسعودی کے پانچویں مقالہ میں بیرونی نے ہندوستان کے حسب

(۲) کشمیر کے پندتوں کے دس سوالوں کے جواب اور ان کے شبہوں کا حل -

(۳) اصطربال پر ایک رسالہ -

(۴) بطلمیوس کی منجسطی کا ترجمہ -

(۵) اقلیدس کے مقالے -

(۶) ہیئت پر ایک کتاب -

اس کی دوسری قسم کی کتابیں جو عربی جاننے والوں کے لئے اس نے لکھیں یہہ ہیں :-

(۱) کتاب الہند ، ہندوؤں کے عقائد ، علوم اور تحقیقات کا خلاصہ -

(۲) برہم گپت کی پانی ساسی ذہانت کا عربی میں ترجمہ -

(۳) برہم گپت کی برہم سدھانت کا ترجمہ -

(۴) چندرگرہن اور سورج گرہن پر ہندی تحقیقات کا ترجمہ -

(۵) ہندوستان کی رقم (آنک) کے حساب و شمار میں -

(۶) حساب سکھانے میں ہندوستان کے نقوش کی کینیت -

چنانچہ اس نے اسی میدان میں اپنے ہندسی قاعدہ کے مطابق زمین کے دور کی پیمائش کی (۱) -

علم ہیئت اور فلکیات کے متعلق ہندوستان اور سنسکرت کا پورا قرض مسلمانوں نے اکبر اور محمد شاہ کے زمانہ میں ادا کیا - اکبر نے زیج الغ بیگی کا جو اسلامی فلکی تحقیقات اور تیموری رصد خانہ واقع مراٹھ کے تازہ مشاہدات کا مجموعہ تھا ، سنسکرت میں ترجمہ کرایا (۲) اور محمد شاہ کے زمانہ میں راجہ جے سنگھ نے جب دہلی بنارس اور چہور میں رصد خانے قائم کرائے ، تو عربی کی اونچی علم ہیئت کی کتابیں سنسکرت میں ترجمہ کرائیں (۳) -

سنجیدہ کھیل

علم اور فن کے ٹھوس اصطلاحات اور مضامین پر بحث سنتے سنتے شاید حاضرین کی طبیعتیں گھبرا گئی ہوں اس لئے خاتمہ میں کھیل کی بساط بچھانا ہوں کہ آخر میں تھوڑی دیر کہنے والے اور سننے والے دونوں کے لئے تفریح رہے - دنیا کے دو کھیل مشہور ہیں یعنی شطرنج اور چوسر (نرد) دونوں ہی ہندوستان کے دماغ

(۱) قانون مسودی - اسکا قلمی نسخہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے کتب خانہ

میں نظر سے گذرا -

(۲) آئین اکبری -

(۳) سبحة المرجان فی تاریخ ہندوستان آزاد بانگرا می -

ذیل شہروں کا طول بلد اور عرض بلد بتایا ہے - لوہاور (لاہور) اوستان (اوستھان) جو کشمیر کا پایہ تخت تھا، نیپال (کھتا ہے کہ یہہ ہندوستان اور تبت کے بیچ میں ایک کسین گاہ ہے)، ویہند (وادی سندھ میں ہندوستان کا خاص شہر تھا)، سیالکوت، مولتان، تیز (بلوچستان کا بندر)، سومنات (سومناٹھ)، نہلوالہ (نہروالہ)، کھسبایت، وھار (مالوہ) اوزین (اجین)، بھروچ وسط ہندوستان میں کالنجر، ماہورہ (متھرا)، قنوج (کھتا ہے کہ قنوج کی سلطنت ملک کے بیچ کا حصہ ہے، اور بڑے بڑے راجاؤں کی راجدھانی رہا ہے، گڈا کے پچھم ہے)، ماری (یہہ سلطنت قنوج کی موجودہ راجدھانی ہے)، گوالیار کا قلعہ، لوبرانی، دیبل (سندھ کا بندر)، کچوراہہ، اجودھہ (اجودھیہ)، بانارس (بنارس، کھتا ہے کہ یہہ مقدس شہر ہے اور وہیں آج ہندوؤں کے علوم ہیں)، جزیرہ لڈکا، جمکوت، تنجاور، سنگلدیپ، منکری، (مہانگری؟) -

ہندوستان میں بیرونی نے ایک اور عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے، یعنی زمین کا دور ناپنا - عربوں میں زمین کے دور کی پیمائش مامون الرشید نے تیسری صدی ہجری کے شروع میں کرائی تھی، جس پر اب دو سو برس گذر چکے تھے - بیرونی کو اس کی تحقیق کا بڑا شوق تھا، ایسے موقع کا میدان اس کو خوارزم یا افغانستان میں نہیں ملا - ہندوستان میں اس کو اتفاق سے ایسا میدان مل گیا، جس کے ایک طرف پہاڑ بھی تھا،

الغرض یہہ دونوں کھیل دنیا کے ناقابل فیصل مسائل کے عملی فیصلے ہیں۔ یعقوبی نے لکھا ہے کہ پہلے ایک پلڈت نے چوسر بناکر ایک راجہ کے نذر کیا تھا اور اس میں جبر کے مسئلہ کی اس کو تلقین کی تھی، اس کے بعد دوسرے پلڈت نے شطرنج بناکر پیش کی، جس میں اختیار کے مسئلہ کا ثبوت ہے۔ الغرض ان دونوں کھیلوں نے ثابت کر دیا کہ جس طرح انسان اپنی سنجیدہ منطقی اور فلسفیانہ دلیلوں سے جبر و اختیار کے مسئلہ کو حل نہیں کر سکا ہے اسی طرح عملی کھیلوں کی دلیلوں سے بھی وہ قدرت کے اس کھیل کا پتہ نہیں پا سکتا۔

شطرنج کے موجد نے راجہ بارانی (دو روایتیں ہیں) سے جو انعام مانگا تھا وہ بھی حیرت انگیز حسابی کھیل ہے۔ موجد نے انعام یہہ مانگا کہ شطرنج کے پہلے خانہ میں، ایک گیموں کا دانہ رکھا جائے، پھر ہر خانہ میں پہلے خانہ سے دو چند کیا جائے یہاں تک کہ سب خانے پورے ہو جائیں۔ بظاہر راجہ نے اس کو بہت معمولی انعام سمجھا مگر جب اس کا حساب لگایا گیا تو اتنی بڑی رقم ہو گئی کہ اس کا عطا کرنا راجہ کے بس میں نہ تھا۔ یعقوبی اور مسعودی نے اس کا پورا حساب لگا کر بتایا ہے (۱)۔ مگر اس کو یہاں نقل کرنا پھر

(۱) یہہ پورا حال یعقوبی ج ۱ ص ۹۹-۱۰۵ میں ہے۔ نیز دیکھو

مسعودی ج ۱ ص ۱۶۰ (لیپتن)۔

کی ایجاد ہیں - عرب مصنفوں میں سب سے بہتر اس مضمون پر یعقوبی نے لکھا ہے - اس نے بتایا ہے کہ یہہ محض کپیل نہیں ہیں بلکہ حساب اور ہیئت کے نازک مسئلوں پر اس کی بنیاد ہے پھر اس نے ان مسئلوں کی تشریح کی ہے کہ یہہ بساط در حقیقت انقلاب روزگار کا نقشہ ہے - اس کے خانے آسمانی بروج ۳۶۰ دن ، ہر دن کے ۲۴ گھنٹے ، ۱۲ گھنٹوں کا دن ، اور ۱۳ گھنٹوں کی رات کا پورا نقشہ ، چوسر کی بساط ، چوسر کے نشانات اور چوسر کے کپیل میں ہے - اور شطرنج کی بنیاد کل ۶۴ خانوں ، پھر ۳۲ ، پھر ۱۶ ، پھر ۸ ، پھر ۴ پر ہے - لیکن ان حسابی داڑی پیچوں کے علاوہ اس نکتہ پر بہت کم غور کیا گیا ہے کہ یہہ دونوں کپیل ہندوستان کے دو مذہبی یا فلسفیانہ مسلکوں یا اسکولوں کی تشریح ہیں - چوسر اس ثبوت میں ہے کہ انسان محض مجبور ہے اور آسمان اور ستاروں کی گردشیں جو کچھ چاہتی ہیں وہ اُس سے کراتی ہیں - دنیا کے میدان میں کوئی قدم خود اس کے ارادہ اور نیت سے نہیں اٹھتا بلکہ کوئی اور ہے جو اس سے جبراً یہہ قدم اٹھواتا ہے - ع در دست دیگرے است سپید و سیاه ما - اس کے برخلاف شطرنج اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہے وہ انسان کی ذاتی کوششوں کا نتیجہ ہے - اس کی ہارجیت اور کامیابی یا ناکامی اسی کے دل و دماغ سمجھ بوجھ اور دوزدھوپ پر ہے -

ہے کہ چترنگ کھیل کا ذکر راماین وغیرہ میں موجود ہے (۱) -
 ایرانیوں کے علاوہ یونانیوں ، رومیوں ، مصریوں ، یا یلیوں
 غرض دوسری پرانی قوموں نے بھی اس کی ملکیت کا
 دعویٰ کیا مگر تحقیق کی عدالت میں ہندوستان کے
 سوا اور کسی کا دعویٰ مسلم نہ ہو سکا (۲) - اسی کے ساتھ
 یہہ نکتہ بھی فواموش نہ کرو کہ خواہ ایران میں اس کا
 نام پہلے ”دھشت رنج“ ہو یا ہندوستان میں ”چترنگ“
 ہو مگر عربوں نے اپنی زبان میں انہیں حرفوں کو
 الٹ پھیر کر جو نام رکھا وہی آج اس کا نام ایران میں
 بھی ہے اور ہندوستان میں بھی یعنی شطرنج -

(۱) دیکھو برٹش انسائیکلوپیڈیا جلد ۶ صفحہ ۱۰۰۰ ، لفظ چس (Chess) -

(۲) ایضاً -

کھیل کی بساط کو حساب و ریاضی کی درسگاہ بنا دینا ہے -

یہہ دونوں کھیل پہلی ہی صدی ہجری میں ایران سے عرب پہنچ چکے تھے اور ان سب میں نرد یعنی چوسر بہت پہلے پہنچ چکا تھا ، کیونکہ اس کا ذکر احادیث میں موجود ہے اور شطرنج اس کے بعد دوسری صدی میں غالباً عباسی دور میں عرب تک پہنچی ہے ، کیونکہ اس کے متعلق دوسری صدی کے مجتہدین اسلام کی رائیں موجود ہیں - لفظ شطرنج کی نسبت اہل ایران کا دعویٰ ہے کہ یہہ ان کی ملکیت ہے اور اس کی اصل ”ہشت رنج“ ہے (۱) کہ اس میں ۸ خانے ہوتے ہیں - مگر یہہ ایرانیوں کی کھلی زبردستی ہے - شطرنج نام بھی ہندوستان کا مقبوضہ ہے ، اس کی اصل ”چترنگ“ (۲) (چار عضو والا) ہے ، پھر گو اس کے سب مہروں پر شاہ (بادشاہ) فرزین (وزیر) پیادہ کہہ کر ایرانیوں نے قبضہ کر لیا ہے مگر دو چیزیں ایسی باقی ہیں جو ہندوستان کی ملکیت کی ناقابل نسخہ دستاویز ہیں اور وہ ہاتھی اور رخ ہیں ہاتھی تو خیر ہندوستان کی نشانی ہی ہے مگر رخ نام سواری بھی جس کی ہندی رتھ ہے ہندوستان سے باہر نہیں مل سکتی - اہل تحقیق کا بیان

(۱) یعقوبی جلد اول صفحہ ۱۰۱ (لیڈن) -

(۲) سوادالسیبیل فی معرفۃ الملوک والدخیل پروفیسر (اب ڈاکٹر) آرنلڈ -

(۴) اس کے بعد سب سے اہم عبدالکریم شہرستانی کی (سنہ ۲۶۹ و ۵۲۹ھ) ملل و نکل ہے ، جو کئی دفعہ یورپ مصر اور بمبئی میں چھپ چکی ہے -

متفرق مضامین عبدالقادر بغدادی سنہ ۲۲۹ھ (سنہ ۱۰۳۷ع) الفرق بین الفرق (اسلامی فرقوں کی تاریخ) مطبوعہ مصر ، اور مرتضیٰ زیدنی کی اس کتاب المعتزلہ سے لئے گئے ہیں جس کو پروفیسر آرنلڈ نے حیدرآباد کے دائرۃ المعارف میں چھپوایا تھا -

عرب اور ترک و افغان اور مغل فاتحوں میں فرق

اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھیں ایک نکتہ کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے چونکہ ہندوستان میں جو ترک و افغان و مغل فاتح آئے وہ مسلمان تھے اس لئے ان کی تمام کارروائیوں کا ذمہ دار اسلام سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس حقیقت سے ہم سب کو واقف ہونا چاہئے تھا کہ ترک فاتح جو ہندوستان آئے خاص خاص افسروں یا عہدہ داروں کو چھوڑ کر قوم کی مجموعی حیثیت سے وہ اسلام کے نمائندے نہ تھے اور نہ ان کے اصول سلطنت کو اسلام کی طرز حکومت اور اصول فرمانروائی سے کوئی مناسبت تھی ان کے ترک افسر زیادہ تر نومسلم غلام تھے جن کو اسلام کی صلح و جنگ کے قوانین سے شاید واقفیت بھی نہ تھی -

مذہبی تعلقات

ماخذ

اس مضمون کے معلومات کا ماخذ ان کتابوں کے علاوہ جن کا ذکر اوپر گذر چکا چار اور نئے ہیں -

(۱) ہندوستانی مذاہب کی وہ روداد جو دوسری صدی ہجری میں یکتی بن خالد برمکی نے تیار کرائی تھی، جس کا خلاصہ ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں شامل کر لیا ہے - یہی خلاصہ اس وقت دنیا میں موجود ہے -

(۲) بیت المقدس کے ایک فاضل عرب فلسفی و متکلم و مؤرخ مطہر بن طاہر مقدسی (سنہ ۳۳۵ھ) کی یادگار تصنیف کتاب البدء والتاریخ جو سنہ ۱۸۹۹ء میں پیرس سے ۶ جلدوں میں شائع ہوئی ہے - اس میں ایک باب ہندوستان کے مذاہب کا بھی ہے -

(۳) تیسری چیز ابوالعباس ایران شہری کی کتاب الدیانات ہے جس کی اصل گو موجود نہیں مگر اس کے اقتباسات بیرونی کی کتاب الہند میں ہیں - اس میں زیادہ تر بودھوں کے حالات تھے -

ہو گئے تھے جو زیادہ تر (۱) اسی زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے -

مغل ابھی تک مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے - وہ ساتویں صدی ہجری تک کافر سمجھے جاتے تھے - علاؤالدین خلجی (المتوفی سنہ ۷۱۹ ھ) تک فوج میں مغل مسلمان کر کے نوکر رکھے جاتے تھے ، چنانچہ علاؤالدین خلجی کے حکم سے دہلی میں بیک وقت چودہ پندرہ ہزار نومسلم مغل سپاہی قتل کئے گئے - (۲)

افغانوں کے بڑے بڑے شہروں میں گو اسلام تھا مگر خود افغان اب تک مسلمان نہ تھے ، کافر ہی سمجھے جاتے تھے ، (۳) گو خاص کابل کے بادشاہ نے تیسری صدی کے شروع میں یعنی غزنویوں سے سو برس پہلے اسلام کا اظہار کیا تھا ، (۴) لیکن افغانوں کے اکثر قبائل مستحسود غزنوی ہی کے زمانہ میں مسلمان ہونے شروع ہوئے تھے - (۵)

ان کے علاوہ غوری قبائل چوتھی صدی کے وسط تک یعنی غزنویوں کی پیدائش کے بعد تک مسلمان نہیں

- (۱) تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۲۴ ٹولکشور -
- (۲) فرشتہ ج اول ص ۱۲۰ ٹولکشور -
- (۳) کامل ابن اثیر جلد ۹ ص ۲۱۸ -
- (۴) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۰۲ (لیڈن) -
- (۵) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۲۱۸ (لیڈن) -

غزنویہ سلطنت جس ملک میں آکر قائم ہوئی وہ اسلامی حدود سلطنت کا سب سے آخری گوشہ تھا - وہاں اسلام نے ابھی پورا قدم بھی نہیں جمایا تھا - سلطان محمود کی فوج میں جو سپاہی بھرتی ہو کر آئے وہ غزنی خلعی ترکوں اور افغانوں کے مختلف قبائل تھے - ہندو بھی اس کی فوج میں داخل تھے (۱) - ترک قبائل کا یہہ حال تھا کہ وہ بیشتر مسلمان نہ تھے - وہ غلاموں کی حیثیت سے ہزارہا کی تعداد میں فروخت ہوتے تھے اور سلاطین اور امراء ان کو خرید کر اور مسلمان بنا کر فوج میں بھرتی کرتے تھے یا وہ خود لوٹ مار کے شوق میں وسط ایشیا سے نکل کر اسلامی ممالک میں آتے تھے اور مسلمان ہو کر مختلف بادشاہوں اور امیروں کی فوج میں بھرتی ہوتے تھے اور آگے چل کر بڑے بڑے افسر ہو جاتے تھے ، یہاں تک کہ بادشاہ بن جاتے تھے - الپ تگین اور سبکتگین جو اس غزنوی سلطنت کے بانی تھے اسی قسم کے ترک غلام تھے - سلطان غوری کے جانشین ایلتمش وغیرہ بھی ایسے ہی تھے - سلجوقی ترک جو چند برسوں کے بعد عظیم الشان سلجوقی سلطنت کے بانی ہوئے اسی زمانہ میں اسلامی ملک میں آکر مسلمان ہوئے - یہی حال سلطان محمود کی فوج کا بھی تھا - ترکستان اور ماوراءالنہر کے ترک رضاکار (۲) اس کی فوج میں داخل

(۱) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۱۳۵ بوزل (لیڈن) سنہ ۱۸۶۲ ع -

(۲) تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۲۹ و ۳۲ نوٹکشور -

تھے - قتیبہ نے کسی وجہ سے (شاید مالی دقت سے) منجبدور بھر کر ان کے بتوں کو جلا کر ان سے سونا چاندی کا تھوک نکالنا ضروری سمجھا تو یہہ نہیں کیا کہ ان کو زبردستی توڑ کر چلا دیا ہو بلکہ صفائی کے ساتھ خود صلح کے شرائط میں اس نے یہہ ایک دفعہ طے کر لی تھی کہ یہہ بت مسلمانوں کے قبضہ تصرف میں آئیں گے - چنانچہ فریق ثانی نے اس کو منظور کیا لیکن جب جلانے کا وقت آیا تو ترک بادشاہ نے کہا کہ آپ کا میں احسان مند ہوں، اس لئے میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ آپ ان کو نہ جلائیں کیونکہ ان میں بعض ایسے بت ہیں کہ یہہ جلائے گئے تو آپ کی تباہی یقینی ہے - قتیبہ نے کہا اگر ایسا ہے تو میں خود اپنے ہاتھ سے ان کو جلاؤنگا - چنانچہ خود اپنے ہاتھ سے ان میں آگ لگائی لیکن جب اس کا کوئی برا نتیجہ ظاہر نہ ہوا تو بہت سے ترک بت پرستی سے بدعتیہ ہو کر مسلمان ہو گئے - (۱)

عربوں نے خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کے زمانہ میں دوران جنگ کے اتفاقی واقعات کو چھوڑ کر جن قوموں سے معاہدہ کیا یا صلح کی ان کی عبادت گاہوں کو تھیس

(۱) یہہ مفصل واقعہ تاریخ طبری ج ۸ ص ۱۲۴۶ (لیڈن) اور کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۴۰۴ (لیڈن) میں ہے اور اخیر نگرا قنوج البلدان بلاذری (لیڈن) ص ۴۲۱ میں ہے -

ہوئے تھے، (۱) - پھر سلطان متحمود سے پہلے اس وقت تک ان اطراف میں نہ اسلامی درسگاہیں تھیں نہ اسلامی تعلیمات کا رواج ہوا تھا، اور نہ مسلمان علماء پہلے تھے - ان اسباب سے ان قوموں کے اُس وقت کے طور طریق، اصول جنگ، اور طرز عمل کو اسلام نہیں کہا جاسکتا -

برخلاف اس کے وہ عرب فاتح جو ایک صدی کے اندر اندر ایک طرف شام کی سرحد عبور کر کے مصر اور شمالی افریقہ کے راستہ سے اسپین تک پہنچ چکے تھے، اور دوسری طرف عراق کے راستہ سے خراسان تک و ایران و ترکستان کو طے کر کے ایک سمت میں کاشغر اور دوسری سمت میں سندھ تک فتح کرچکے تھے، وہ لوگ تھے جن میں اسلام کی تعلیمات زندہ تھیں - اسلام کا قانون جنگ عمل میں تھا - کہیں کہیں افسروں میں بعض ایسے بزرگوار بھی تھے جنہوں نے پیغمبر اسلام کی صحبت اٹھائی تھی، اور ایسے تو بکثرت تھے جنہوں نے صحابہ کا فیض پایا تھا - اس لئے ان کے طور طریق، اصول حکومت اور طرز سلطنت خیبر سے آنے والی قوموں سے بالکل مختلف تھے -

سنہ ۹۳ ع میں قتیبہ نے سمرقند فتح کیا - اس زمانہ میں ان اطراف کے رہنے والے بودھ مت کے پیرو

(۱) سفر نامہ ابن حوقل ص ۳۶۳ و کامل ابن اثیر جلد ۹ ص ۱۵۶

(لیڈن) ۴ و تاریخ بیہقی مطبوعہ کلکتہ ص ۱۲۷ -

یقین نہیں ، مگر گمان ضرور ہے) اور (۴) کفار - یہ وہ قومیں ہیں جو کسی آسانی تعلیم کی پیروی نہیں - اسلام نے اپنی اسلامی حکومت میں مسلمانوں کا درجہ قومیت اور وطنیت کے امتیاز کے بغیر تمام حقوق میں یکساں قرار دیا ہے - اہل کتاب کے لئے یہ ہے کہ جزیہ ادا کرنے کے بعد وہ تمام حقوق میں مسلمانوں کے برابر ہیں ، ان کا ذبح کیا ہوا جانور کھایا جا سکتا ہے ، ان کی لڑکیوں سے مسلمان نکاح کر سکتے ہیں ، ان کے جان و مال و مذہب اور عبادت گاہوں کی حفاظت کی سلطنت ذمہ دار ہے - مشابہ اہل کتاب بھی سوا اس کے کہ مسلمان ان کا ذبیحہ نہ کھائیں گے ، اور نہ ان کی لڑکیوں سے نکاح کر سکتے ہیں ، اور تمام ملکی حقوق میں وہ اہل کتاب بلکہ خود مسلمانوں کے برابر ہیں - اس بنا پر جب کسی غیر قوم میں اسلام کی سلطنت قائم ہو تو سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ یہہ دیکھا جائے کہ وہ قوم ان چار قسموں میں سے کس قسم کے اندر ہے - مگر افسوس ہے کہ اس کا فیصلہ خیبروالی قومیں اخیر تک نہ کرسکیں - ایک طرف تو ان کو ہندوؤں سے جزیہ لینے پر اصرار تھا ، جو صرف اہل کتاب اور مشابہ اہل کتاب سے قبول کیا جا سکتا ہے اور دوسری طرف ان کے معبدوں اور ان کے مراسم کی حفاظت کا وعدہ نہیں کیا جاتا جو جزیہ لینے کے بعد ضروری ہے - انتہا یہ ہے کہ سلطان علاؤالدین خلجی (سنہ ۶۹۶ھ) تک یہہ فیصلہ نہ ہو سکا تھا

بھی لگنے نہ دی۔ - ایران کے آتش کدے ویسے ہی روشن رہے۔ - فلسطین و شام اور مصر و عراق کے گرجے جو بتوں اور مجسموں سے پٹے پڑے تھے ویسے ہی ناقوسوں کی آوازوں سے گونجتے رہے حالانکہ یہہ نومسلم ترک فاتح ان سے زیادہ دین و مذہب کے پرچوش غازی اور شریعت کے سچے پیروکار نہ تھے اور نہ ہو سکتے تھے۔ -

عرب اگر غیر مسلموں سے جزیہ لیتے تھے تو اس کے علاوہ کوئی اور محصول پیداوار کے خراج کے سوا ان سے نہیں وصول کرتے تھے، لیکن ترک، افغان، اور مغل جو دیداری کے جذبہ میں آکر غیر مسلم رعایا سے جزیہ وصول کرتے تھے وہ اس کے ساتھ اس سے وہ چند دوسرے محصول اور ٹیکس اپنی مسلمان اور غیر مسلمان رعایا سے لیتے تھے۔ - لیکن اسلام کے اصول سلطنت میں جس کو عربوں نے قائم رکھا، اور جس پر وہ مدت تک عمل پیرا رہے صرف دو ہی قسم کے محصول تھے، مسلمانوں سے زکوٰۃ اور عشر (پیداوار کا دسواں) اور غیر مسلمانوں سے جزیہ اور خراج۔ -

اصل یہہ ہے کہ اسلام نے دنیا کی تمام قوموں کو چار حصوں میں تقسیم کیا تھا: (۱) مسلمان، (۲) اہل کتاب، (یعنی وہ قومیں جو کسی ایسی آسمانی تعلیم کی پیروی ہیں جس کا ذکر قرآن میں ہے)، (۳) مشابہ اہل کتاب (یعنی وہ قومیں جو کسی آسمانی تعلیم کی پیروی کی مدعی تو ہیں مگر قرآن میں ان کا نام نہیں آیا ہے، اس لئے ان کے اہل کتاب ہونے کا

سندھ کی سب سے قدیم عربی تاریخ کے فارسی ترجمہ
چچ نامہ میں یہ واقعہ اس طرح مذکور ہے :-

”محمد بن قاسم نے برہمن آباد (سندھ) کے لوگوں کی درخواست قبول کی اور ان کو اجازت دی کہ سندھ کی اسلامی سلطنت میں اسی حیثیت میں رہیں جس حیثیت میں عراق اور شام کے یہودی عیسائی اور پارسی رہتے ہیں“ - (۱)

ایک عرب فاتح کی زبان کی یہ وہ اہم تصریح ہے کہ اس نے ہندوؤں کو وہی حیثیت دی جو بظن غالب کسی آسمانی تعلیم کے پیروں کی اسلامی قانون میں ہے، اور ان کے بت خانوں کو بھی وہی درجہ دیا جو اہل کتاب یا مشابہ اہل کتاب کے معبدوں اور عبادت گاہوں کا اسلام میں ہے - سندھ کے فتوحات کی تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ عرب فاتحوں نے اپنے شرائط کا پوری طرح لحاظ رکھا - ایک بودھ مت کے پیرو نے ایک موقع پر ایک ہندو راجہ کو مشورہ دیا :-

”ہم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ
محمد قاسم کے پاس حجاج کا فرمان ہے

کہ ہندوؤں کا شمار کس طبقہ میں ہے (۱) اور یہہ ساری
ابتدائی اسی ذو عملی کا نتیجہ تھی لیکن عربوں نے سندھ
میں قدم رکھنے کے ساتھ ایک منہج بھی اس کے فیصلہ
میں توقف نہیں کیا کہ ان اقسام میں سے ہندوؤں کا
مرتبہ اسلامی حکومت میں کیا ہے ؟

عرب فاتحوں کے نزدیک ہندو مشابہ اہل کتاب تھے

سندھ کو فتح کرتے ہوئے جب عرب سپہ سالار محمد
بن قاسم سندھ کے مشہور شہر الرور (الرور) پہنچا تو شہر
والوں نے کئی مہینہ تک حملہ آوروں کا پرزور مقابلہ کیا،
پھر صلح کی، اور اس میں دو شرطیں پیش کیں، اول
یہہ کہ وہ شہر کا کوئی آدمی قتل نہ کیا جائے، دوسرے
یہہ کہ ان کے بت خانوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔
محمد بن قاسم نے جس وقت ان شرطوں کو قبول کیا
تو یہہ الفاظ کہے :-

ما الہد الا کفائس النصارى والیہود و بیوت

نہران المجوس (بلاذری ص ۳۳۹)

(ترجمہ) ہندوستان کا بتخانہ بھی عیسائیوں اور یہودیوں
کی عبادت گاہوں اور مجوس کے آتشکدوں ہی کی طرح
ہے -

(۱) تاریخ فیروز شاہی ضیاء برہنی ص ۲۹۰ و ۲۹۱ (کلکتہ) و تاریخ نوشتہ ص

ملتان کا بت خانہ

اسی طرح ملتان کا عظیم الشان بت خانہ شہر کے فتح ہونے کے بعد بھی صحیح و سالم رہا بلکہ عربوں کی تین سو برس کی حکومت میں بھی وہ بعینہ قائم رہا ، اور تین صدیوں تک برابر وہ عرب سپاہوں کی دلچسپیوں کا مرکز رہا - اخیر شخص جس نے اس کا حال بیان کیا ہے (بشاری) وہ سنہ ۳۷۵ھ کے قریب میں اس کو دیکھ گیا ہے - اہل عرب نے اس بت خانہ کے وجود سے سیاسی اور مالی دونوں فائدے اٹھائے - سیاسی یہہ کہ جب کوئی راجہ ملتان پر حملہ کی تیاری کرتا تو عرب امیر اس کو یہہ کہہ کر دبا دیتا کہ اگر تم نے ادھر کا قصد کیا تو ہم اس مندر کو خاک میں ملا دیں گے - یہہ سن کر حملہ آور رک جاتے اور مالی فائدہ یہہ اٹھایا کہ تمام ہندوستان سے لوگ اس مندر کے چاترے کو آتے تھے اور وہاں جاکر نذر پیش کیا کرتے تھے - عرب امیر اس رقم کو خزانہ میں داخل کرتے تھے ، اور اسی سے اس مندر کے مصارف اور یہاں کے پتھاریوں کی تنخواہیں ادا کرتے تھے - (۱)

عرب سپاہوں نے ملتان کے اس بت خانہ کی پوری کیفیت بیان کی ہے - اس مندر میں افرات سے سونا

(۱) معجم البلدان یا نوت بھوالہ اصطخری جلد ۸ ص ۲۰۱ (مصر) -

کہ جو امان چاہے اس کو امان دو ،
 اس لئے ہم کو یقین ہے کہ آپ اس کو
 مناسب سمجھیں گے کہ ہم اس سے صلح
 کر لیں کیونکہ عرب ایماندار اور اپنے
 معاہدوں کے پابند ہیں -“ (۱)

دیبل سندھ کا پہلا مقام جہاں عربوں نے حملہ کیا
 وہاں سب سے بلند عمارت بودھوں کا بت خانہ تھا -
 محمد قاسم نے قلعہ والوں کو شہر کا دروازہ کھولنے پر
 مجبور کرنے کے لئے بت خانہ کے بلند منارہ پر جو
 سب سے اونچا اور باہر سے نظر آتا تھا توپ کا گولہ پھینکا ،
 لیکن جب شہر کا پھاٹک کھل گیا تو اس بت خانہ کو
 برباد نہیں کیا - چنانچہ بودھوں نے فنا ہوجانے کے بعد
 بھی تیسری صدی ہجری تک یہ عمارت موجود تھی -
 خلیفہ معتصم (سنہ ۲۱۸ - ۲۲۷ھ) کے زمانہ میں
 اس کا ایک حصہ جیل خانے کے کام میں لایا گیا - (۲)
 محمد قاسم نے خود اس شہر میں اپنی مسجد الگ
 بنائی (۳) - اسی طرح جب نیروں فتح کیا تو مندر کے
 سامنے اپنی مسجد الگ قائم کی - (۴)

(۱) چچ نامہ الیٹ جلد اول ص ۱۵۹ -

(۲) بلاذری ص ۳۳۷ -

(۳) ایضاً -

(۴) چچ نامہ الیٹ ص ۱۵۸ -

نہیں چھوڑ رہا ہے - اور اس نے مسلمانوں کے لئے جامع مسجد الگ بنائی، پھر جب ملتان پر قرمطی لوگ (شیعہ مسلمانوں کا ایک گمراہ فرقہ) حکمران ہو گئے تو جلم بن شیبان نے اس بت خانہ کو توڑ دیا اور پتجاریوں کو قتل کر دیا، اس کی عمارت کو جو اینٹ کی تھی اور اونچی جگہ پر تھی جامع مسجد بنا دیا اور پہلی (محمّد بن قاسم والی) جامع مسجد میں قتل لٹا دیا کہ وہ بنی امیہ کی یادگار تھی اور ان سے ان کو دشمنی تھی - پھر جب سلطان محمود نے ملتان فتح کر کے قرمطیوں کو مٹا دیا تو جامع مسجد کو بند کر کے پھر (محمّد بن قاسم والی) اصلی جامع مسجد کھلوا دی اور اب وہ بت خانہ کی جگہ صرف میدان ہے - (۱)

اسی سلسلے میں بلادِ زنی نے جو تیسری صدی کے اخیر میں تھا یہ عجیب بات لکھی ہے کہ لوگ اس بت کو حضرت ایوب کا مجسمہ گمان کرتے تھے (صفحہ ۴۴) :-

چاندی تھی - دو دو سو اشرفیوں کا عود یہاں جلانے کو بھیجتے تھے، جن کو پنجاری عرب تاجروں کے ہاتھ بیچ دالتے تھے (۱) - یہہ مجسمہ خود بھی اتنا ہی قیمتی تھا - اس کی دونوں آنکھوں کی جگہ پر بیش قیمت پتھر جڑے تھے، سر پر سونے کا تاج تھا (۲) - الغرض سنہ ۳۷۵ھ کے قریب تک بت خانہ عرب امیروں کے زیر حکومت قائم و باقی بلکہ پوری رونق پر تھا، مگر جب ابو ریحان بیرونی سنہ ۴۰۰ھ کے بعد یہاں آیا ہے تو اس نے اس کو بت خانہ کے بجائے جامع مسجد پایا - اس تغیر کی وجہ اس نے یہہ لکھی ہے :-

”محمد بن قاسم نے جب ملتان فتح کیا تو اس کی آبادی اور دولت مندی کا سبب اسی بت خانہ کو پایا - تو اس نے اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا اور اس کے گلے میں گالے کی ہڈی (۳) باندھ کر یہہ ثابت کیا کہ وہ اس کو کسی عقیدت کی وجہ سے

(۱) سفر نامہ ابوزید سیراتی ص ۱۳۰ -

(۲) سفر نامہ بشاری مقدسی معروض بہ احسن التماسیم ص ۲۸۳،

(لیدن) -

(۳) یہہ واقعہ فتوحات سندھ کی کتابوں میں کہیں مذکور نہیں - معلوم

نہیں بیرونی نے کہاں سے لیا -

اپنے مذہب پر قائم رہے ان کے تین درجے قائم کئے گئے - اعلیٰ طبقہ یعنی دولت مندوں سے ۲۸ درم، متوسط لوگوں سے ۲۴ درم، اور نیچے طبقہ سے ۱۲ درم لئے گئے - جن لوگوں نے اسلام قبول کر لیا وہ اس سے معاف کئے گئے اور جو لوگ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے انہوں نے جزیہ دیا، لیکن ان کی زمینیں اور جائیدادیں ان سے نہیں لی گئیں بلکہ علیٰ حالہ انہیں کے قبضہ میں رہنے دی گئیں - (۱)

موجودہ حساب سے ایک درم زیادہ سے زیادہ ساڑھے تین آنہ کے برابر ہے - اس لحاظ سے یہہ محصول دولت مندوں سے دس روپے، متوسطوں سے پانچ روپے، اور غریبوں سے دھائی روپے سالانہ کے حساب سے وصول ہوا ہوگا، اور حسب قاعدہ عورتیں، بچے، بوڑھے، مذہبی عہدہ دار اور پجاری اور معذور لوگ جو کماتے نہیں، اس سے مستثنیٰ رہے ہونگے - اور مسلمانوں سے جزیہ کے بجائے دھائی روپیہ سیکڑہ زکوٰۃ، اور زمین کی پیداوار میں مسلمانوں سے دسواں حصہ اور غیر مسلمان سے مقررہ خراج وصول کیا

حقوق اور اعزاز

سندھ کے فتح ہونے کے بعد برہمنوں کا ایک وفد محمد قاسم کے پاس آیا۔ محمد قاسم نے اس کی عزت کی برہمنوں نے اس کے سامنے اپنا یہہ مطالبہ پیش کیا کہ ہندو دستور کے مطابق ہمارا قومی درجہ دوسری ذاتوں سے اونچا رکھا جائے۔ محمد قاسم نے تحقیق کے بعد ان کے اس مطالبہ کو منظور کیا اور ان کو تمام عہدوں پر سرفراز کیا۔ برہمنوں نے اس کا خاص شکریہ ادا کیا اور گاؤں گاؤں پھر کر اپنے حاکموں کے کن گائے اور جو ان کو حقوق ملے تھے اس کی ہر جگہ جاکر تعریفیں کیں۔ (۱)

جزیہ

عرب امیر نے تمام اعلان کرا دیا کہ جو چاہے مسلمان ہو کر ہمارا بھائی بن جائے اور جو چاہے جزیہ دے کر اپنے مذہب پر قائم رہے۔ چنانچہ بعضوں نے اسلام قبول کر لیا اور بعض اپنے پرانے مذہب پر قائم رہے۔

چچ نامہ میں ہے :-

”و ان میں جو مسلمان ہو گئے تھے وہ غلامی اور جزیہ وغیرہ سے آزاد رہے“ اور جو

ہندو مذہب کی تحقیقات

اس باہمی میل جول کا اثر یہہ ہوا کہ عربوں کو ہندوؤں کے مذاہب کی تحقیقات کا شوق پیدا ہوا ، چنانچہ یکتیوں برمکی نے جس کی وزارت کا زمانہ سنہ ۱۷۰ھ سے سنہ ۱۹۰ھ تک ہے ایک شخص کو ہندوستان خاص طور سے اس لئے بھیجا کہ وہ یہاں کی دوائیں اور یہاں کے مذہبوں کا حال لکھ کر لائے - اس وقت ہندوؤں کا یہہ عالم تھا کہ دنیا کے تمام مذہبوں اور عقیدوں کا وہ اکھاڑہ بنا ہوا تھا - عباسی خلفاء اور ان کے بعض فلسفہ پسند امراء کے دربار مذہبی مجلسوں اور مناظروں سے گرم دھتے تھے ، اور دن اور وقت مقرر تھے جن میں ایسی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں اور ہر مذہب والے کو اجازت تھی کہ وہ اپنے مذہب کی دلیلیں پیش کرے اور اسلام پر اعتراضات کرے اور جوابات سنے - ان مجلسوں اور مناظروں میں مسلمان متکلمین سب سے پیش پیش دھتے تھے اور برامکہ کا خاندان خاص طور سے ان لوگوں کی سرپرستی کرتا تھا - عجب نہیں کہ اسی وجہ سے یہہ ضرورت پیش آئی ہو کہ ہندوستان کے مذہبوں سے بھی واقفیت حاصل کی جائے -

جو شخص اس غرض سے ہندوستان بھیجا گیا تھا اس کی بعینہ روداد غالباً محفوظ نہیں ہے ، مگر ابن ندیم جس نے اپنی کتاب اس واقعہ کے ۷۰ ، ۸۰ برس بعد

گیا ہوگا۔ اس کے علاوہ اہل عرب کی سلطنت میں کوئی
 اور ٹکس نہ تھا۔

ہندو اور مسجد

عربوں کی اس رواداری کا اثر ہندوؤں پر بہت
 اچھا پڑا۔ چنانچہ دوسری صدی ہجری میں ایک
 مقام پر سے جب عربوں کی حکومت اُتھ گئی اور
 ہندو قابض ہو گئے تو انہوں نے مسلمانوں کی مسجد
 کو ہاتھ نہیں لگایا۔ مسلمان اس میں برابر نماز پڑھتے،
 جمعہ ادا کرتے، اور جمعہ میں بدستور اپنے خلیفہ کا نام
 لیتے رہے۔ (۱)

اس کے علاوہ چوتھی صدی ہجری کے عرب سیاح
 اصطخری اور ابن حوقل بیان کرتے ہیں کہ کھمبایت سے
 صیچور تک کے علاقے کو مختلف راجاؤں کی عسرداری
 میں ہیں مگر ہر شہر میں ہر جگہ مسلمان آباد ہیں
 اور ان کی مسجدیں ہیں جہاں مسلمان باجماعت نماز
 پڑھتے ہیں۔ ہندو راجاؤں کے عہد میں شہر کھمبایت
 کی جامع مسجد کے ٹوٹنے اور بننے کا دلچسپ قصہ
 آگے آتا ہے۔

اس کے بعد ہندوستان کے چند فرقوں اور ان کے بتوں کا حال بیان کیا ہے -

۱ - سب سے پہلے فرقہ کا نام مہاکالیہ بتایا ہے ، جو مہاکالی کو پوجتے ہیں ، جس کے چار ہاتھ ہوتے ہیں ، آسمانی رنگ ہوتا ہے ، سر پر بہت بال ہوتے ہیں ، دانت نکلے ہوتے ہیں ، پیٹ کھلا ہوتا ہے ، پیٹھ پر ہاتھی کی کھال پڑی ہوتی ہے جس سے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں - ایک ہاتھ میں اڑدھا ، دوسرے میں تندا ، تیسرے میں ایک انسان کا سر ، چوتھا ہاتھ اوپر اٹھا ہوا - اس کے دونوں کانوں میں دو سانپ ، اور اس کے بدن میں دو اڑدھے لپٹے ہوں ، سر پر کھوپڑیوں کی ہڈیوں کا تاج ، اور انہیں ہڈیوں کا گلے میں مالا -

۲ - دوسرا فرقہ الدنیکتیہ ، الادتیکتیہ (اادت بھکتی) یعنی سورج (اادت) پوجنے والے - اس کی صورت یہ ہے کہ ایک گاڑی ہے جس میں چار گھوڑے جتے ہیں ، اس کے اوپر ایک بت ہے - وہ اس کو سجدہ کرتے ہیں ، اس کے گرد گھومتے ہیں ، بخور جلاتے ہیں ، باجہ بجاتے ہیں ، اس پر بہت سی جائدادیں وقف ہیں ، بہت سے پتھاری ہیں جو اس بت خانہ اور جائداد کا انتظام کرتے ہیں ، بیمار ہر طرف سے یہاں آتے ہیں ، اور اپنے خیال میں وہ یہاں سے اچھے ہو کر جاتے ہیں -

لکھی ہے۔ وہ ایک تحریر کا حوالہ دیتا ہے جو مشہور عرب فلاسفر یعقوب بن اسحاق کندی کے ہاتھ کی لکھی تھی اور اس پر سنہ ۳۲۹ھ کی تاریخ پڑی ہوئی تھی۔ اس میں یحییٰ برمکی کے ایک شخص کو ہندوستان کے مذاہب کی تحقیق کی غرض سے ہندوستان بھیجے جانے کی خبر درج تھی اور اس پر وہ ہندوستان کے مذاہب اور اعتقادات کا سرنامہ اور اس کے نیچے مختصر حالات لکھے ہوئے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید یہہ اسی شخص کی روداد کا خلاصہ ہے۔

اس تحریر میں پہلے گجرات کے راجہ ولبھہ راء کے دارالسلطنت مہانگر کے بت خانہ کا حال لکھا ہے کہ اس میں سونے، چاندی، لہے، پیتل، ہاتھی دانت، اور ہر قسم کے بیش قیمت پتھروں اور جواہرات کے بیس ہزار بت ہیں، اور اس میں سونے کا ایک بت ۱۲ ہاتھ اونچا ہے اور وہ سونے کے تخت پر بیٹھا ہے۔ یہہ تخت ایک سونے کے گنبد نما کمرے میں ہے، یہہ کمرہ سپید موتیوں، اور سرخ، سبز، زرد اور آسمانی رنگ کے جواہرات سے مرصع ہے۔ سال میں ایک دفعہ اس کا میلہ ہوتا ہے۔ راجہ خود پیادہ وہاں جاتا اور آتا ہے۔ اس کے آگے سال میں ایک دن قربانی کی جاتی ہے اور لوگ اپنی جان بھی اس پر قربان کرتے ہیں، پھر مولستان (ملتان) کے بت کا حال لکھا ہے، پھر دوسرے بتوں کا احوال ہے۔

۶ - چھٹے راجپوتانہ (راجپوت) ہیں ، جن کا دھرم راجاؤں کی مدد ہے - وہ سمجھتے ہیں کہ راجہ کے لئے کام آجانا بھکتی ہے -

۷ - ایک اور فرقہ ہے جو اپنے بال بڑھاتا ہے اور ان کو بت کر چہروں پر جٹا بنا کر ڈالتا ہے - ہر طرف بال بکھرے ہوتے ہیں ، وہ شراب نہیں پیتے ، ایک پہاڑ پر جاتے کو جاتے ہیں ، عورتوں کو دیکھ کر بھاگتے ہیں ، آبادی میں نہیں آتے - (۱)

ابن ندیم کے ہم عصر یا قریب زمانہ (سنہ ۳۷۵ھ) کے بیت المقدس کے ایک عرب متکلم مطہر (۲) کی کتاب البدع والتاریخ کا بیان زیادہ مفصل ہے -

”ہندوستان میں نو سو فرقے ہیں ، لیکن ان میں صرف ننانوے کا حال معلوم ہے ، اور یہ سب پیغمبر تالیس مذہب کے اندر ہیں ، اور یہ بھی چار اصول کے اندر محدود ہیں ، اور ان کی اصل موتی تقسیم دو ہے ، سنی (بودھ) اور برہمنی -

(۱) کتاب الفہرست ابن ندیم ص ۳۲۵ - ۳۲۹ -

(۲) حاجی خلیفہ نے اس کتاب کا مصنف ابو زید احمد بن سہل بلخی کو قرار دیا ہے - پیرس ادیشن کے ایڈٹر نے چند جلدوں پر تو بلخی کا نام لکھا ہے ، پھر گزشتہ بیان کی تصحیح کر کے مطہر بن طاہر نام لکھا ہے -

۳ - تیسرا چندر بھکتیہ (چندر بھکتی) - یہہ چاند کے پجاری ہیں - اس کے بت کی گاڑی چار بطون پر چلتی ہے ، بت کے ہاتھ ایک بہت بڑا لال ہوتا ہے جس کو چندر کیت کہتے ہیں - چودھویں رات کو جو چاند کے پورے کمال پر پہنچنے کا وقت ہے برت رکھتے ہیں اور اس رات کو اس کی پوجا کرتے ہیں اور کھانا ، شراب ، اور دودھ اس دیوتا کے پاس لاتے ہیں - چاند کی پہلی اور چودھویں کو چہتوں پر چڑھکر اس کو دیکھتے ہیں اور منتر اور دعا پڑھتے ہیں -

۴ - چوتھا فرقہ بکرنندیہ (۱) نام ہے ، جو اپنے کو زنجیروں میں جکڑے دھتے ہیں ، سر اور تازھی کے بال منڈاتے ہیں ، ایک لنگوٹی کے سوا تمام بدن نکا رکھتے ہیں ، جو ان کے فرقہ میں آتا ہے اس کو کہتے ہیں پہلے سب کچھ دان کر دو -

۵ - پانچواں فرقہ گنگایاترہ (گنگا جاتری) - اس عقیدہ کے لوگ تمام ہندوستان میں پھیلے ہیں - ان کے ہاں یہہ ہے کہ جو گناہ بھی انسان کرے گنگا آکر اسٹان کرنے سے وہ سب دھل جاتا ہے -

(۱) اس لفظ کی اصلیت اور اس فرقہ کا کچھ حال آگے آئے گا -
 زیر لفظ ”بھکشو“ دوسری کتابوں میں بکر نندیہ کی جگہ بیکر جین کا لفظ ہے -
 بزرگ بن شہریار نے ان کا نام بیکور بتایا ہے (ص ۱۵۵) - بیکور نے ان کو مہادیو کے پجاری کہا ہے - دیکھو کتاب انہن ص ۵۸ -

کونا ، بے بیوی والوں کے لئے ان کے ہاں جائز ہے تاکہ نسل کم نہ ہو (۱) اور بیوی والا اگر برا کام کرے تو اس کی سزا قتل ہے اور جب ان میں سے کوئی مسلمانوں کے ہاتھ پر کر پھر ان کے یہاں واپس جاتا ہے تو اس کو مارنے نہیں بلکہ اس کے بدن کے تمام بال مونڈ کر اس کو پراشچت کرتے ہیں ، (اور اس کا وہی طریقہ لکھا ہے جو اب بھی ہندوستان میں جاری ہے یعنی گائے کی چند چیزوں کو ملا کر پلانا) ، قرابت میں وہ نکاح نہیں کرتے - برہمنوں کے نزدیک شراب حرام ہے اور ذبیحہ

بھی ۴۴ -

اس کے بعد ہندو دیوتاؤں اور ان کی مختلف پوجا کرنے والوں کی تفصیل دی ہے اور ہر دیوتا کی صورت بتائی ہے ، پھر مہادیو ، کالی ، اور مہاکالی ، اور لنگ پوجا وغیرہ کا حال لکھا ہے ، اور اُس کے بعد دو نئے فرقوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک کا نام جل بھکتیہ (جل بھکت) ہے جو پانی کی پوجا کرتے ہیں ، اور دوسرے کا نام اگنی ہوتریہ (اگنی ہوتری)

(۱) شاید نیوگ کے مسئلہ کا بیان ہو -

سمنی یا تو خدا کے قائل نہیں یا ایسے
خدا کے جو بے اختیار ہے - برہمنی
مذہب والوں میں تین فرقہ ہیں -
ایک توحید اور سزا اور جزا کا قائل
ہے ، مگر رسالت کا نہیں - دوسرا
تفاسخ کے اصول پر جزا و سزا کو مانتا
ہے ، لیکن نہ توحید کا قائل ہے اور نہ
رسالت کا ۴۴ - (۳)

اس کے بعد مصنف نے اہل ہند کی علمی
حیثیت کا مختصر بیان کیا ہے ، پھر مقدمات میں
دعووں کی شہادت کے ان پرانے طریقوں کا ذکر کیا
ہے جو پرانے ہندوستان میں جاری تھے ، مثلاً گرم لوہے
کو چھو لینا وغیرہ - اس کے بعد کہتا ہے :-

’’مسلمان ان کے نزدیک ناپاک ہیں‘
وہ ان کو اور جس چیز کو وہ چھو دیں
اس کو نہیں چھوتے‘ اور گائے ان کے
نزدیک ماں کی طرح معزز و محترم
ہے ، اس کی جان لینے کی سزا ان کے
یہاں قتل ہے‘ اور غیر عورت سے ہم بستری

(۳) جلد ۴ ص ۹ - ۱۹ (پیرس) ، تیسرے فرقہ کا ذکر چھوٹ

بیان کو زیادہ تفصیل سے نقل کیا ہے اور ایک نئے فرقہ برگسبگیہ (برکش بہکت) کا ذکر کیا ہے جو درختوں کی پوجا کرتا ہے - (۱)

ابو ریحان بیرونی نے کتاب الہند کے گیارہویں باب میں ہندوؤں کے تمام مذاہب بیان کئے ہیں اور اس میں سب دیوتاؤں کی صورتیں اور کیفیتیں لکھی ہیں اور خود بت پرستی یا مورتی پوجا کے فلسفہ پر بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ ”یہہ مورتی پوجا صرف ہندوستان کے عوام اور جاہلوں کا دھرم ہے“ ورنہ پڑھے لکھے ہندو ایسا نہیں سمجھتے۔“ - پھر گیتا کے چند فقرے نقل کئے ہیں جن میں سے ایک یہہ ہے کہ ”بہت سے لوگ مجھ کو چھوڑ کر دوسروں کو پوجتے ہیں“ تو میں ان سے بے پروا ہوں۔“ - پھر کرشن جی کی ایک تقریر نقل کی ہے جس میں ارجن کو خطاب کر کے چاند اور سورج وغیرہ کی پوجا کرنے والوں سے اپنی بیزاری ظاہر کی ہے -

اس کے بعد سات سمندر پار اسپین کے ملک کے رہنے والے ایک عرب مصنف قاضی صاعد (المتوفی سنہ ۴۶۲ھ سنہ ۱۰۷۰ع) کا ”ایمان بالغیب“ ملاحظہ ہو - وہ اپنی کتاب طبقات الامم میں جس میں تمام دنیا کی متمدن قوموں کے علوم کی تاریخ بیان کی ہے لکھتے ہیں :-

بتایا ہے جو آگ کی پوجا کرتے ہیں - رشیوں کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مراقبہ اور دھیان کر کے اپنے ظاہری حواس کو بے کار کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جس قدر وہ مادیت سے الگ ہوں گے انہی ہی روحانیت ان میں پیدا ہوگی - یہ ہمیشہ اپنی آنکھیں بند رکھتے ہیں - اخیر میں جوگہوں کا اور اپنی جان بلدان دینے والوں کا حال لکھا ہے -

برہمنوں کے متعلق لکھا ہے کہ وہ یہ گائے پوجتے ہیں ، اور گنگا سے پار جانا حرام سمجھتے ہیں ، اور کسی دوسرے کو اپنے دھرم میں لینا ان کے یہاں جائز نہیں - ” - اخیر میں یہ مصنف کہتا ہے :-

وہ قیامت اور رسالت پر ان میں سے جس کا یقین نہیں وہ بھی جزا و سزا کو آواگون اور تفاسخ کی صورت میں مانتا ہے ، اور بت پرستی کا عذر یہہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو ادراک ، علم ، اور حس ، ہر ایک سے اوپر ہے ، اور حواس کی گرفت سے باہر ہے ، اسی لئے ایک درمیانی واسطہ کی ضرورت ہے - ”

اس کے بعد مذاہب عالم کے مشہور متحقق عبدالکریم شہرستانی کا نام آتا ہے ، جس کا زمانہ سنہ ۴۶۹ ھ سے سنہ ۵۴۹ ھ تک ہے - اس نے مطہر مقدسی کے

س کی دو آنکھوں کی جگہ پر دو لال تھے ، اور سر پر سونے کا تاج تھا (۱) - بیرونی نے بتایا ہے کہ یہہ سورج دیوتا کی مورتی تھی ، اور اسی لئے اس کا نام آدیت (سورج) تھا - (۲)

دوسری چیز جس کا ان عرب سیاحوں نے بڑی کراہت کے ساتھ ذکر کیا ہے وہ ان مندروں کا حال ہے جن میں دیو داسیوں کے رکھنے کا دستور تھا - اس قسم کے مندروں کا ذکر جنرلی ہند کے سیاحوں نے زیادہ کیا ہے ، (۳) مگر مقدسی جو سنہ ۳۷۵ھ میں ہندوستان آیا تھا اس قسم کے مندر کا سندھ میں بھی ذکر کرتا ہے (۴) -

تیسری چیز جس کا ان سیاحوں نے بکثرت ذکر کیا ہے وہ اپنی جان بلدان کرنے والوں کا ذکر ہے ، اور ایسا ایسا حال لکھا ہے جس کو سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں - گنگا میں دُوب کر جان دینا تو معمولی ہے ، سستی ہونے والی عورتوں کا ذکر بھی اس کے مقابلہ میں کم درجہ ہے -

(۱) دیکھو احسن التباسیم مقدسی ص ۲۸۳ و آثار البلاد قزوينی ص ۸۱ وغیرہ

کتب جغرافیہ -

(۲) کتاب الہند ص ۵۶ ، (لندن) -

(۳) سفر نامہ سلیمان تاجر و ابو زید سیرانی ص ۱۳۰ (پیرس) -

(۴) احسن التباسیم ص ۲۸۳ -

۱۰ ہندو قوم تمام قوموں کے نزدیک ہر زمانہ میں حکمت کی کان اور دانائی اور عقلمندی کا سر چشمہ رہی ہے..... ان کا علم الہی اللہ تعالیٰ کی توحید اور شرک سے پاکی ہے، ان کے مختلف فرقے ہیں، بعض برہمن ہیں، بعض ستارہ پرست ہیں، بعض عالم کے حدوث اور بعض اس کی ازلیت کے قائل ہیں، نبوت و رسالت نہیں مانتے، اور حیوانات کو ذبح کرنا اور ان کو تکلیف دینا برا سمجھتے ہیں، (اس کے بعد مصنف نے اسپین سے ہندوستان کی دوری کا عذر کر کے اس کے زیادہ حالات نہ جاننے پر افسوس کیا ہے، اور ہندوستان سے عربی کے ذریعہ اسپین تک جو علوم و فنون اور مسائل پہنچے ہیں ان کی تفصیل کی ہے - (۱)

عرب سیاحوں نے ہندوستان کے جو مذہبی حالات بیان کئے ہیں ان میں زیادہ تر ملتان اور سندھ کے بعض بت خانوں کی کیفیت ہے، مثلاً یہ کہ ملتان کا مشہور بت لکڑی کا تھا، اس کے جسم پر سرخ کھال لپٹی تھی،

برہمن اور سنی، ابراہیم اور خضر

مطہر مقدسی (سنہ ۳۳۵ھ) نے تمام ہندو فرقوں کو دو حصوں میں منقسم کیا ہے۔ ایک کا نام برہمنیہ اور دوسرے کا نام سنیہ بتایا ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ بعض عرب مصنفوں کو لفظ برہمن کی مشابہت سے اتنا حسن ظن پیدا ہوا کہ انہوں نے یہہ فرض کر لیا کہ برہمن درحقیقت حضرت ابراہیم کے پیرو ہیں۔ اسی لئے ان کو برہمن کہتے ہیں۔ لیکن شہرستانی نے اس غلطی کو دور کیا اور بتایا کہ یہہ برہم کی طرف نسبت ہے، ابراہیم کی طرف نہیں۔ برہمنوں کا حریف فریق سنیہ دراصل عربی میں بودھوں کا نام ہے۔ (اس تحقیق پر آئندہ مفصل بحث آتی ہے۔) بدھ کے متعلق اس کے پیرووں کا جو یہہ عقیدہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً انسانوں میں اکثر ظاہر ہوا کئے ہیں، اس سبب سے بعض نیک نیت لوگوں نے یہہ تطبیق دی کہ یہی بدھ ہیں جن کو مسلمان خضر کہتے ہیں۔ (۱)

دو قوموں کے درمیان اس وقت تطبیق کی ضرورت پیش آتی ہے جب ان کے درمیان کسی قسم کا سمجھوتہ اور اتحاد پیدا ہوتا ہے۔ یہہ دونوں مثالیں ان دونوں قوموں کے اسی دور کی یادگار ہیں۔

(۱) دیکھو ملک و نحل شہرستانی -

ابو زید سیرانی کہتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو تناسخ اور آواگون پر اتنا یقین ہے کہ اپنے کو آگ میں زندہ جلا دینا معمولی بات ہے۔ کوئی جب اپنے کو جلانا چاہتا ہے، تو راجہ سے اجازت لیتا ہے، پھر بازاروں میں پھرتا ہے، دوسری طرف آگ خوب بھڑکائی جاتی ہے، اور جہانگیرہ بجائی جاتی ہے، اس کے رشتہ دار، اس کے چاروں طرف جمع رہتے ہیں، پھر پھولوں کا ایک تاج بنا کر جس میں شعلے رہتے ہیں اس کے سر پر رکھتے ہیں، سر کی کھال جلنی شروع ہوتی ہے، اور وہ اسی طرح کھڑا رہتا ہے اور آہستہ آہستہ جل کر چمکا مین کود پڑتا ہے۔ ایک اور منظر یہ ہے کہ ایک شخص خنجر سے خود اپنا سینہ آپ چاک کر کے ہاتھ ڈال کر اپنا دل اندر سے نکال لیتا ہے اور یہہ تمام کلم پورے اطمینان کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ (۱)

سب سے دردناک منظر کا نقشہ ابن الفقیہ نے کھینچا ہے کہ وہ ملتان کے ایک مندر میں ایک شخص آیا جو اپنے سر اور انگلیوں پر تیل میں بھیگی ہوئی روٹی لپیٹے ہوئے تھا، وہاں آکر اس نے ان میں آگ لگا دی، وہ یہہ بتیاں بھی جلتی ہوئی اس کے بدن تک پہنچ گئیں، اور وہ اسی اطمینان اور سنجیدگی کے ساتھ جل کر خاک ہو گیا۔ (۲)

(۱) سفرنامہ ابو زید صفحہ ۱۱۵ - ۱۱۸ -

(۲) اقبال قزويني ص ۸۱ -

کہ اسلام کے عقل پرست فرقہ معتزلہ کے ایک بڑے امام نظام پر اس نے یہہ غلط الزام لگایا ہے کہ اس نے نبوت کے انکار کا مسئلہ برہمنوں سے اور یہہ مسئلہ کہ حق و باطل میں تمیز متحال ہے ، کیونکہ ہر طرف دلیلیں قوی اور پرزور ہوتی ہیں ، اس نے ’’سمنیہ‘‘ سے سیکھا ، پھر مرتضیٰ زیدنی کی کتاب المعتزلہ میں پڑھا کہ ’’ہارون الرشید کو ہندوستان کے سمنیہ نے اسلام پر یہہ اعتراض کہلا بھیجا‘‘۔ اس فقرہ نے یہہ توجہ دلائی کہ اس فرقہ کا تعلق ہندوستان سے ہے۔ اس کے بعد سندھ کے حالات کی تحقیق میں سمنیہ کا نام باربار ملا ، اور الیٹ صاحب کو دیکھا کہ پروفیسر مولر وغیرہ کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ ان سے مراد ’’بودھ مت والے‘‘ اور اس لفظ کی سنسکرت اصل ’’سرمین‘‘ ہے جس کے معنی ایک مذہبی فقیر کے ہیں۔ الیٹ صاحب یہہ بھی کہتے ہیں کہ یونانی سیاحوں اور مؤرخوں نے بھی ان کو ’’سرامینس‘‘ ، ’’سرمینیا‘‘ اور ’’سیمونی‘‘ کے الفاظ سے یاد کیا ہے (۱)۔ الیٹ صاحب کے اس بیان سے تھوڑا پتہ آگے چلا ، مگر اس کے بعد ابن ندیم کی کتاب الفہرست نے اس معنی کو بالکل حل کر دیا اور اس سے مجھ کو پوری تشفی ہو گئی اور یہہ بھی معلوم ہو گیا کہ یونانیوں میں یہہ نام کیوں کر آیا۔

پیغمبر اسلام کا ایک ادب شناس ہندو راجہ

سنہ ۱۲۷ھ میں جب منصور عباسی کے زمانہ میں حوصلہ مند سادات علوی نے حکومت کے قیام کا ارادہ کیا تو سندھ میں بھی اس کا سامان ہوا، مگر پانسنہ الٹ گیا اور علویوں کو کامیابی نہ ہوئی اس وقت ان کو ایک جائے پناہ کی تلاش ہوئی، ہند کا مسلمان والی جو سادات کا ہمدرد تھا اس نے ان سے کہا آپ لوگ گھبرائیں نہیں، یہاں ایک راجہ ہے جو رسول اللہ صلم کی بڑی عزت کرتا ہے، آپ لوگ اس کے ہاں چلے جائیں، چنانچہ وہ چلے گئے۔ راجہ نے بڑے تزک و احتشام سے ان کا استقبال کیا اور وہ بڑے آرام سے وہاں رہنے لگے۔ (۱)

سنیہ

ابھی اوپر کی سطروں میں سنیہ فرقہ کا ذکر ہوا ہے اور کہا گیا ہے کہ عربوں میں یہہ بودھ مت والوں کا نام تھا۔ میں اس تحقیق کے نتیجہ اور اس کے دلائل تک ایک مدت کے جمع معلومات کے بعد پہنچا ہوں۔

سب سے پہلے اس فرقہ کا نام عبدالقادر بغدادی جس نے سنہ ۲۲۹ھ (سنہ ۱۰۳۷ ع) میں وفات پائی ہے اس کی کتاب الشرق بین الشرق میں اس تقریب سے نظر آیا

کیفیت ہے، اس کے حالات لکھے تھے۔
 یہہ رسالہ دستور کی طرح تھا۔ اس میں
 لکھا تھا کہ سمنیہ کے پیغمبر کا نام
 بوذاسف تھا، اور پرانے زمانہ میں اور
 اسلام سے پہلے ماوراءالنہر (تورینز او کیشینا)
 کے لوگ اسی مذہب کے پیرو تھے، اور
 سمنیہ کا لفظ سمنہ کی طرف نسبت ہے۔
 یہہ لوگ تمام زمین والوں اور تمام دوسرے
 مذہب والوں سے زیادہ سختی ہوتے ہیں۔
 اور یہہ اس وجہ سے کہ ان کے پیغمبر
 بوذاسف نے ان کو یہہ بتایا ہے کہ سب
 سے بڑا گناہ جو ناجائز ہے، اور جس کا
 انسان کو کبھی نہ اعتقاد رکھنا چاہئے،
 اور نہ عمل کرنا چاہئے، یہہ ہے کہ کوئی
 اپنی زبان سے ”نہیں“ نکالے۔ تو ان کا
 اسی نصیحت پر عمل ہے، اور نہیں کہنا
 ان کے نزدیک شیطان کا کام ہے، اور ان کا
 مذہب شیطان کو دور کرنا ہے۔ (۱)

یہہ حرف حرف بودھ مت کی تصویر ہے، اور گذر
 چکا ہے کہ بوذاسف کی اصل ”بودھی ستو“ ہے، اور
 یہہ بھی معلوم ہے کہ اسلام سے پہلے ایشیائے وسطیٰ کا

سمنیہ کی تحقیق

حمزہ اصفہانی جس نے اپنی کتاب تاریخ ملوک الارض (زمین کے بادشاہوں کی تاریخ) سنہ ۳۵۰ھ میں تقریباً لکھی ہے اور جو ایران اور خراسان کی تاریخ کی سند ہے، وہ اپنی کتاب کے مقدمہ میں (۱) لکھتا ہے :-

”دنیا میں پہلے صرف دو ہی فرقے تھے، ایک ”سنیہ“ اور دوسرے ”کلدانیہ“ (کالتیا والے)۔ سنیہ پورب کے ملکوں میں تھے، اور ان کے کچھ باقی افراد اب بھی ہندوستان کے گوشوں میں اور چین میں ہیں اور خراسان والے ان کو ”شمنان“ جمع کی حالت میں اور شمن واحد کی حالت میں کہتے ہیں۔“

اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ عربوں نے بودھوں کا یہ نام خراسانیوں سے سنا اور وہی ان میں رائج ہوا۔ اصفہانی کے بیان کے ساتھ ابن ندیم (سنہ ۳۷۵ھ) کا یہہ پر معلومات بیان ملاؤ۔

”میں نے ایک خراسانی کے ہاتھ کی تحریر پڑھی جس نے خراسان کی پرانی اور پھر نئے زمانہ میں جو اس کی

شہرستانی نے جو پانچویں صدی ہجری کے اخیر (گیارہویں صدی عیسوی) میں تھا، سنیہ کے بجائے بد کا لفظ استعمال کیا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اس مذہب سے پوری واقفیت تھی۔ وہ کہتا ہے کہ ”بد (بدھ) سے مراد وہ وجود ہے، جس کا ظہور نہ تو پیدائش سے ہوتا ہے اور نہ وہ بیباہ شادی رچاتا ہے، نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، نہ بوڑھا ہوتا ہے، اور نہ مرتا ہے۔ یہہ گویا نروان کے بعد درجہ کا ذکر ہے۔ اس کے بعد اس نے گوتم بدھ کی تعلیمات کا ذکر کیا ہے کہ وہ دس گناہوں سے بچے، اور دس اخلاقی فرائض کو ادا کرے۔ ان میں سے ہر ایک کو بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ مجھے جہاں تک ان کے اصول کا علم ہے ان میں عالم کی ازلیت اور تناسخ کے قاعدے سے جزا و سزا بھگتنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (۱)

مطہر بن طاهر نے کسی عربی جغرافیہ کی کتاب المسالک سے (ابن خردادبہ والی نہیں، مگر جس کی تصنیف کی تاریخ یقیناً تیسری صدی کا آخر یا چوتھی صدی کا شروع ہوگا) اور ابن ندیم نے کندی کے علاوہ کسی اور کی تحریر سے یہ بالکل صحیح نقل کیا ہے کہ ”سنیہ میں دو فرقے ہیں، ایک وہ جو یہہ یقین کرتا ہے کہ بدھ

مذہب بودھہ ہی تھا اس بیان کے بعد اس میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ سمنیہ اور بودھہ ایک چیز ہیں۔

سمنیہ کے اصول

عبدالقادر بغدادی سنہ ۵۲۹ھ (سنہ ۱۰۳۷ء) نے سمنیہ کے ایک اصول کا ضمناً تذکرہ کیا ہے، جس کو عربی اصطلاح میں ”تکافؤ ادلہ“ کہتے ہیں جو ایک طرح سے لا اور یہ (اگناسٹک) فرقہ کے اصول کے قریب قریب ہے اور اس کے معنی یہہ ہیں کہ دنیا میں حق اور باطل اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ ہر شے کے نفیاً یا اثباتاً ہاں اور نہیں دو رخ ہو سکتے ہیں، اور دونوں میں سے کسی کو نہ غلط کہہ سکتے ہیں اور نہ صحیح کہہ سکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہہ اصول بدھہ کی بعض تعلیمات میں ہیں، لیکن یہہ اصول سب سے زیادہ جینیوں کے ہاں نمایاں ہیں۔

بودھہ کا دوسرا اصول جس پر اس کے مت کی بنا ہے وہ دنیا یا زندگی کے دکھ، برائی یا مصیبت سے چھٹکارا ہے۔ اسی برائی دکھ اور مصیبت کو ابن ندیم نے شیطان کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جو بدیوں کا مرکز ہے، اور یہہ کہا ہے کہ ”د سمنیہ کا مذہب شیطان کو دور کرنا ہے“ یعنی بدیوں اور دکھوں سے نجات پانا ہے۔

ان کی طرف منہ کرتے ہیں - ان میں جو سمجھدار ہیں وہ یہہ سمجھتے ہیں کہ اس صورت کی حیثیت محض قبلہ کی ہے ، اور اصل نماز خدا کی ہے ، اور جو نادان ہیں وہ ان بتوں کو خدا کا درجہ دیتے ہیں اور ان کو پوجتے ہیں ” - (۱)

بدھہ کی صورت

دنیا کے تمام رہنماؤں میں غالباً بدھہ ہی کی ایسی ذات ہے جس کی شکل و صورت اس کے مجسمہ اور مورتی کی بدولت ہزاروں سال گذر جانے کے باوجود دنیا کے سامنے ہے ، اور عجائب خانوں کے ذریعہ سے تو اب دنیا کے گوشہ گوشہ میں موجود ہے - اہل عرب بھی بدھہ کی اس شکل و صورت سے واقف تھے - ابن ندیم نے ان لفظوں میں اس کی تصویر کھینچی ہے (۲) :-

”ایک شخص ایک تخت پر بیٹھا ،
چہرہ پر بال نہیں ، تہدی نیچے جھکی
کسی قدر مسکراہٹ ، انگلیاں بند اور
کچھہ کھلی “ -

(۱) تاریخ مسعودی (مروج الذهب) جلد اول ص ۲۹۸ (لیپٹن) -

(۲) ابن ندیم ص ۳۳۷ -

خدا کا پیغمبر تھا ، اور دوسرے کا اعتقاد ہے کہ بدھ خود خدا تھا جو اس اوتار میں دنیا میں ظاہر ہوا “ (۱) - یہہ تعبیر حقیقت میں اس اختلاف کی ہے کہ بدھ مت میں خدا کا وجود ہے یا نہیں ؟ اس مت کا ایک فرقہ خدا کے نام سے کسی وجود کا قائل نہیں اور دوسرا قائل ہے ، اور حقیقت یہہ ہے کہ خود بدھ نے اس مسئلہ کو بالکل گنجھلک رکھا ہے - محمد خوارزمی چوتھی صدی ہجری کے اخیر میں کہتا ہے کہ ۷۵ سنیہ بت پرست ہیں ، اور قدم عالم ، تناسخ کے ، اور اس کے قائل ہیں کہ زمین ہمیشہ نیچے کو جا رہی ہے - ان کے پیغمبر کا نام بوذا/سف ہے جو ہندوستان میں پیدا ہوا ، اور یہہ لوگ ہندوستان اور چین میں ہیں - کلدانی بھی اپنے کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں “ (۲)

مشہور متبکر عرب مؤرخ اور سیاح مسعودی (سنہ ۳۳۳ھ)

چین کے حال میں لکھتا ہے :-

” ان کا مذہب پہلے لوگوں کا مذہب ہے ، اور یہہ ایک فرقہ ہے جس کا نام سنیہ ہے ، جن کی پوجا کا طریقہ وہی ہے جو اسلام سے پہلے قریش کا تھا - بتوں کو پوجتے ہیں ، اور دعاؤں میں

(۱) ابن ندیم ص ۳۳۷ و کتاب البدوالتاریخ جلد ۲ ص ۱۹ -

(۲) مفاتیح العلوم خوارزمی ، ص ۳۶ ، (لیتین) -

اسی طرح جنوبی ہندوستان اور جزائر میں وہ اس مذہب کے اثرات پاتے تھے۔

بہکشو

چنانچہ ابو زید سیرافی، جس نے تیسری صدی کے آخر میں جنوبی ہندوستان، جزائر، اور چین کا حال لکھا ہے، وہ بودھ فقہروں کا ذکر کرتا ہے، اور ان کا نام بیکرجی لکھتا ہے، جو شاید بہکشو کی خرابی ہے، کیونکہ لفظ کی صورت کے علاوہ معنی کی صورت بھی انہیں پر پوری اترتی ہے۔ سیرافی کہتا ہے :-

”ہندوستان میں ایک گروہ ہے جس کا نام ’بیکرجیین‘ ہے۔ یہ ننگے ہوتے ہیں، ان کے بالوں کی لٹیں اتنی بڑی ہوتی ہیں کہ وہ پھیل کر ستر چھپا لیتی ہیں، ان کے ناخن بہت بڑے ہوتے ہیں، وہ ان کو کٹاتے نہیں چاہے توت جائیں، یہ ہمیشہ شہر بہ شہر پھرا کرتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کی گردن میں آدمی کی ایک کھوپڑی تاکے میں بندھی ہوئی پڑی دھتی ہے، جب ان کو زیادہ بھوک لگتی ہے تو وہ کسی کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں، مکان والا جلدی سے پکے ہوئے چاول لے کر خوش خوش آتا

بدھہ کی ایک مورثی بغداد بھی گئی تھی - ابن ندیم نے اس کو دیکھا تھا اور اس پر ایک کتبہ بھی تھا - (۱)

بودھہ مت کی وسعت

اہل عرب کو یہہ اچھی طرح معلوم تھا کہ بودھہ مت کن کن ملکوں میں پھیلا تھا - ابھی ابن ندیم کا بیان گذر چکا ہے کہ خراسان اور ماوراءالنہر یعنی ایشیائے وسطی کا مذہب اسلام سے پہلے بودھہ تھا ، اسی طرح انہیں یہہ بھی معلوم تھا کہ چین میں بھی یہی مذہب ہے ، اور وہ ہندوستان سے گیا ہے - اکثر عرب سیاح جس کا سفرنامہ ہمارے پاس ہے ، یعنی سلیمان تاجر سنہ ۲۳۷ ھ (سنہ ۸۳۷ ع) وہ اپنے سفرنامہ میں کہتا ہے :-

”چین کے مذہب کی اصل ہندوستان سے ہے ، اور وہ کہتے ہیں کہ یہہ بدھہ کی مورثیاں ہندوستان ہی نے ہمارے لئے بنائی ہیں - ان دونوں ملکوں کے لوگ آواگون (تناسخ) کے مسئلہ میں ایک ہیں ، اور دوسری معمولی باتوں میں ان میں اختلاف ہے “ - (۲)

(۱) ابن ندیم ص ۱۹ -

(۲) سفرنامہ سلیمان تاجر مطبوعہ پیرس سنہ ۱۸۱۱ ع صفحہ ۵۷ -

تھی ، وہ بھی گلے میں رنڈ مالا ڈال کر جنگل جنگل پھرتے تھے - (۱)

جوگئی

جوگیوں اور تارک الدنیا فقیروں کے حالات بھی ان کتابوں میں لکھے ہیں ، مگر ان میں سب سے زیادہ عجیب وہ واقعہ ہے جس کو سلیمان تاجر نے نویں صدی عیسوی کے بیچ میں اپنے مشاہدہ سے لکھا ہے - کہتا ہے :-

”ہندوستان میں ایسے لوگ ہیں جو ہمیشہ پہاڑوں اور جنگلوں میں پھرا کرتے ہیں ، اور لوگوں سے بہت کم ملتے ہیں ، بھوک لگتی ہے تو گھانس پات یا جنگل کے پھل کھا لیتے ہیں ان میں بعض ننگ دھونگ ہوتے ہیں ، چپتے کی کھال کا کوئی ٹکڑا البتہ ان پر پڑا رہتا ہے - میں نے اسی طرح ایک شخص کو دھوپ میں بیٹھا دیکھا - ۱۶ برس کے بعد جب پھر میرا ادھر سے گذر ہوا تو میں نے اس کو اسی طرح اور اسی حال میں پایا ، مجھے تعجب ہوتا تھا کہ دھوپ

ہے اور ان کو پیش کرتا ہے - وہ اسی
 کھوپڑی میں لے کر ان کو کہا لیتے ہیں -
 جب ان کا پیٹ بھر جاتا ہے تو شہر
 سے واپس چلے جاتے ہیں، پھر صرف
 بھوک کے وقت وہ نکلتے ہیں - (۱)

بزرگ بن شہریار ناخدا نے سنہ ۳۴۰ھ میں
 سراندیپ سے گذرتے ہوئے اس قسم کے فقیروں کو دیکھا تھا -
 اس نے بھی ان کی یہی تصویر کھینچی ہے اور ان کا
 نام بیکور بتایا ہے اور لکھا ہے کہ یہہ گرمی میں بالکل
 ننگے رہتے ہیں اور صرف چار انگل کی لنگوٹی باندھتے
 ہیں اور جازوں میں چٹائی اوزھتے ہیں، اور مختلف
 رنگ کے ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک کپڑا سی لیتے ہیں،
 اسی کو پہنتے ہیں، بدن پر مردوں کی جلی ہوئی ہتھی
 کی راکھ ملتے ہیں، اور گلے میں انسان کی کھوپڑی
 لٹکتے ہیں، اور عبرت اور خاکساری کے لئے اسی میں
 کھاتے ہیں (۲) -

لیکن بیرونی نے اس قسم کے فقیروں کو مہادیو کے
 پجاری کہا ہے، ان کی صورت بھی ان سے ملتی جلتی

(۱) سفرنامہ ابوزید سیرانی ص ۱۲۷ و ۱۲۸ -

(۲) عجائب الہند بزرگ بن شہریار صفحہ ۱۵۵ (لیپٹن) -

سمنیہ اور دھرمیہ

کہیں اوپر ایک واقعہ یہہ گذرا ہے کہ مشہور فلاسفر اور متکلم نظام معتزلی، جو دوسری صدی ہجری کے آخر (آٹھویں صدی عیسوی) میں تھا اور خلیفہ مامون الرشید کا استاد تھا، اس پر اس کے دشمنوں نے جو غلط الزام لگائے تھے، ان میں ایک یہہ تھا کہ اس نے حیوانی میں مجوسیوں اور سمنیوں کی صحبت اٹھائی تھی، اور ”تکلف ادلہ“ کا مسئلہ اس نے سمنیوں سے سیکھا تھا، اور فلاں مسئلہ فلاں سے فلاں مسئلہ فلاں سے اس کی فہرست دی گئی ہے۔ بہر حال یہ عبارت کتابوں میں یکساں درج ہے۔ لیکن صرف ایک لفظ میں ہر جگہ نئی تحریر ہے، سب سے قدیم کتاب جس میں یہ عبارت منجکو ملی ہے، اور وہ عبدالقادر بغدادی (المتوفی سنہ ۴۲۹ھ سنہ ۱۰۳۷ع) کی کتاب الفرق بین الفرق ہے۔ اس کتاب میں یہ لفظ ”دھرمیہ“ (سمنیہ) لکھا ہے لیکن ایک اور مستند محدث و مؤرخ سمعانی المتوفی سنہ ۵۶۲ھ نے اس پوری عبارت کو نقل کیا ہے مگر ”دھرمیہ“ کی جگہ پر ”دھرمیہ“ لکھا ہے، جیسا کہ ان کی کتاب الانساب کے اس قدیم نسخہ میں ہے، جس کو گب میموریل لندن نے سنہ ۱۹۱۲ع میں زنگراف کے ذریعہ سے بعینہ چھاپا ہے۔ ”دھرمیہ“ نام کسی فرقہ کا وجود نہیں معلوم، غالباً اسی لئے کسی نے اس کو ”دھرمیہ“ کر دیا ہے جیسا کہ مولانا شبلی کی علم الکلام کی منقولہ عبارت میں

کی سازت سے اس کی آنکھ کھلی نہ
بہ گئی۔ (۱)

سمنیہ اور اسلام

سمنیہ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات خراسان، ترکستان اور افغانستان سے شروع ہوتے ہیں، اور رفتہ رفتہ وہ ہندوستان تک بڑھتے چلے آتے ہیں۔ چنانچہ بلخ کے نووہار (نوبہار) کے متولی برمکیوں سے لے کر ان ملکوں کے معمولی بودھوں نے بھی اسلام قبول کرنے میں کچھ زیادہ پس و پیش نہیں کیا۔ یہی صورت ہم کو سمنیہ میں نظر آتی ہے۔ پہلی صدی ہجری (ساتویں صدی عیسوی) کے خاتمہ پر یعنی سمنیہ کی فتح کی چند ہی سال کے بعد جب بغوامیہ کے دیندار اور برگزیدہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے سمنیہ کے لوگوں کو اسلام کا دعوت نامہ بھیجا تو بہت سے راجاؤں نے اسلام قبول کر لیا۔ (۲)

اسی طرح ملیبار، مالدیپ، اور بعض دوسرے جزیروں میں بھی ہم کو اسی قسم کے حالات ملتے ہیں۔ ہم نے اس قسم کے واقعات اپنے ایک سلسلہ مضمون میں جس کا عنوان ”ہندوستان میں اسلام“ ہے مفصل بیان کئے ہیں، اس لئے یہاں ان کے دہرانے کی حاجت نہیں۔

(۱) سفرنامہ سلیمان تاجر ص ۵۰، ۵۱۔

(۲) فتوح البلدان بلاذری، فتح سمنیہ۔

شاید گروا رنگ ہو یا زعفرانی - یہ رنگ ان کے مذہبی پیشواؤں کی پہچان تھی -

بدھ اور بت

اس موقع پر ایک اور لفظ کی طرف اشارہ کرنا ہے ، اور وہ لفظ بت ہے ، جس سے بت پرست اور بت خانہ بنے ہیں - اس کو عام طور سے ایک فارسی لفظ سمجھا جاتا ہے ، لیکن حقیقت میں یہ لفظ بد بدھ سے بد بد سے بد بد سے بد بت بنا ہے - چونکہ بدھ کی مورتی کی پوجا ہوتی تھی اس لئے بد بد کے معنی ہی فارسی میں بت ہو گئے - اسی لئے عربی میں اس بت کو بد بد کہتے ہیں اور اس کی جمع بدوہ آتی ہے - (۱)

سلسلی کا بت ہندوستان میں

عربوں کو یہہ اچھی طرح معلوم تھا کہ بتوں اور مجسموں کے گھک زیادہ تر ہندوستان کے لوگ ہیں ، اسی لئے یہہ بات تعجب سے سنی جائے گی کہ امیر معاویہ نے (سنہ ۴۶ ھ میں) جب سلسلی (اتلی) پر حملہ کیا تو وہاں سے ان کو سونے کے استیچو اور مجسمے ہاتھ آئے ، انہوں نے چاہا کہ نفس سونے کی مالیت کے

(۱) دیکھو فہرست ابن ندیم ص ۳۲۷ و سفرنامہ سلیمان ص ۵۵ و ۵۷

و کتاب البدوالتاریخ ص ۱۹ و ملک ر نھل شہرستانی ص ۲۴۰ -

ہے۔ مگر یہ صریحی تکریف ہے۔ اس لفظ سنیہ اور حصریہ کے اختلاف پر میں دیر تک غور کرتا رہا، اور آخر بحمد اللہ ایک نتیجہ پر پہنچ کر مجھے بالکل اطمینان ہو گیا۔ حقیقت میں سمعانی کے نسخہ میں ”حصریہ“ نہیں بلکہ ح اور ص سے دو نقطے کانپوں نے اُڑا دیے ہیں۔ یہ لفظ ”خضریہ“ ہے۔ اس نتیجہ تک پہنچنے میں جس درمیانی واسطہ نے مدد دی وہ امام سمعانی کے همعصر فلسفی و محدث شہرستانی کا یہ خیال تھا کہ ”بدھہ کی جو کیفیت بیان کی جاتی ہے، اگر وہ سچ ہے تو وہ اس خضر سے ملتا جلتا ہے جس کے وجود کا دعویٰ مسلمان منجم اور مسمرائزر کیا کرتے ہیں“ (۱)۔ اس سے معلوم ہوا کہ بدھہ کو ”خضر“ فرض کر کے بودھہ مت کے پیرووں کا نام لوگوں نے ”خضریہ“ رکھ لیا تھا، اور سمعانی نے نظام کے حال میں اسی فرقہ کا نام ”خضریہ“ لکھ دیا۔ اس بنا پر بغدادی کا ”سنیہ“ اور سمعانی کا خضریہ کہنا ایک ہے۔

محصرة

بودھوں کا ایک تیسرا نام عربی کتابوں میں محصورة بھی ہے، یعنی ”سرخ کپڑے پہننے والے“ (۲) جس سے مقصود

(۱) مللوتھل شہرستانی جلد ۳ ص ۲۴۲ پر حاشیہ ملک و نعل

ابن حزم -

(۲) کتاب الہند بیرونی ص ۱۹۱ -

اور جنوبی ہندوستان اور ہندوستان کے جنوبی جزیروں سے عربوں کے تعلقات سب سے زیادہ دھے اور اس کا سبب تجارت کے علاوہ سرانڈیپ کے ایک روایتی نقش قدم کی زیارت کی کشش بھی تھی۔

عرب و ہند کا ایک متحدہ مقدس مقام

مشہور ہے کہ سرانڈیپ، سیلون یا لنکا جو کہو، اس کے ایک پہاڑ کی چٹان پر پاؤں کا ایک نشان ہے، خدا جانے کب سے اس پاؤں کا نشان لوگوں کی عقیدتوں کا مرکز ہے، مگر سب سے عجیب بات یہ ہے کہ ایہہ نقش قدم مسلمان عربوں، بودھوں، اور عام ہندوؤں و تینوں کی دلی عقیدتوں کا متحدہ مرکز تھا اور یہ وہ چیز ہے جس کی دوسری مثال مذہب کی دنیا میں پیش نہیں کی جا سکتی۔ مسلمان اس کو حضرت آدم کا نقش قدم سمجھتے ہیں اور اس کی عزت کرتے ہیں، بودھ اُس کو شاکیہ مونی کے قدم کا نشان اور ہندو شیو کے پاؤں کا نشان سمجھتے ہیں اور اس کی تعظیم بجا لاتے ہیں۔ دور دور سے لوگ اُس کے جائزے کو جاتے ہیں۔ مسلمان عرب سیاحوں اور عراق کے درویشوں میں اس کی زیارت کا بڑا شوق تھا۔ تقریباً ہجری سفر کے ہر عرب سیاح نے اس کا ذکر کیا ہے اور اس کی زیارت کا شوق اس کو وہاں کھینچ لایا ہے، اور آخر یہی چیز اس جزیرہ میں مسلمان درویشوں کی بکثرت آمد و رفت کا ذریعہ بن گئی

علاوہ ان مجسموں اور اسٹیچپوں کی ساخت اور صنعت کی قیمت بھی وصول ہو۔ چنانچہ انہوں نے ہندوستان بھیج کر ان کو فروخت کرنا چاہا - بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ مسلمانوں نے اس تجویز سے اختلاف کیا اور اس پر عمل نہ ہوا ، (۱) لیکن بیرونی کا بیان ہے کہ وہ یہاں لائے گئے اور بیچے گئے (۲) - غالباً بیرونی کے اس بیان کا ماخذ واتدی کی روایت ہو جس کو بلاذری نے (۳) بھی فتوح البلدان میں نقل کیا ہے -

عرب و ہند کے یہ مذہبی تعلقات بہر حال رنگ لائے ، اور ایک دوسرے سے متاثر ہونے کا موقع بہم پہنچا ، اور اتنا تو ضرور ہوا کہ دونوں کو ایک دوسرے کے مذہب سے کچھ نہ کچھ واقفیت ہوئی - میرا نظریہ یہ ہے کہ اس زمانہ کے ہندوستان کا غالب مذہب بودھ تھا ، اور وہی عربوں کے مذہب سے زیادہ متاثر ہوئے - یہ اثر سب سے پہلے ان راستوں میں نظر آتا ہے جو عربوں کے تجارتی گذرگاہ تھے ، یعنی کارومنڈل (معبر) ملیبار اور کولم سے لے کر کچھ اور گجرات تک اور ادھر سندھ سے لے کر کشمیر تک -

(۱) اماري سسلي ، بحوالہ ثہایة العرب ص ۲۲۶ -

(۲) کتاب الہند بیرونی ص ۶۰ -

(۳) فتوح البلدان بلاذری ص ۲۳۵ ، (لیڈن) -

اسلام کے اثرات یہاں بڑھتے جاتے ہیں اور دونوں قوموں کے لئے ایک دوسرے سے واقفیت کا موقع بہم پہنچتا جاتا ہے - اس دور کے چند متفرق واقعات پر اس بیان کا خاتمہ ہے -

پنجاب یا سرحد کے ایک راجہ کا اسلام

بلاذری جو تیسری صدی ہجری (نویں صدی عیسوی) کے اخیر کا مؤرخ ہے بیان کرتا ہے کہ کشمیر، کابل اور ملتان کے بیچ میں ایک شہر عسیفان (اسیوان) (۱) نام تھا، راجہ کا ایک لاقلا بیٹا بہت سخت بیمار ہوا، راجہ نے مندر کے پجاریوں کو بلا کر کہا کہ اُس کی سلامتی کی دعا مانگی جائے، پجاریوں نے دوسرے دن آکر کہا کہ دعا مانگی گئی اور دیوتاؤں نے اُس کے جیتے دھننے دئے جانے کا وعدہ کر لیا ہے - اتفاق یہہ کہ وہ لڑکا اس کے تھوڑی ہی دیر کے بعد مر گیا - راجہ کو بڑا سخت صدمہ ہوا، اسی وقت جا کر مندر دھا دیا، پجاریوں کی گردنیں مار دیں، پھر شہر میں جو مسلمان سوداگر تھے ان کو بلوا کر ان کے مذہب کا حال دریافت کیا - انہوں نے اسلام کے عقائد بیان کئے، راجہ مسلمان

(۱) امیر خسرو نے خزائن الفتوح میں سیوان نام ایک قلعہ کا جو دہلی سے

سو فرسنگ کی مسافت پر تھا اور سنہ ۷۰۸ میں سینک چنڈ اس کا راجہ تھا ذکر

کیا ہے -

اور ان کی اس آمد و رفت کی کثرت کے سبب سے اسلام کے قدم وہاں جم گئے۔ ابن بطوطہ کے زمانہ میں یہاں کا راجہ ہندو تھا مگر نقش آدم کے پہاڑ کے پاس خواجہ خضر کا غار بھی دکھائی دیتا تھا۔ کہیں بابا طاہر کا غار ملتا تھا۔ چیلو (سالیم) میں ہاتھی بکثرت تھے، مگر ایک شیرازی بزرگ شیخ عبداللہ خفیف (المتوفی سنہ ۳۳۱ھ) کی دعا کی برکت سے یہہ کسی کو نہیں ستاتے۔ اسی لئے اس وقت سے جب سے ان بزرگ کی یہہ کرامت ظاہر ہوئی وہاں کے بت پرست بھی مسلمانوں کا ادب کرتے ہیں۔ ان کو اپنے گھروں میں ٹھہراتے ہیں اور اپنے بال بچوں میں ان کو رہنے دیتے ہیں اور وہ اب تک (ابن بطوطہ کے زمانہ تک) شیخ عبداللہ خفیف کے نام کا ادب کرتے ہیں۔

ہندوستان میں اسلام

بہر حال ان مختلف تجارتی، معاشرتی اور سیاسی تعلقات کا یہہ نتیجہ ہوا کہ سندھ، گجرات، کارو منڈل، ملیبار، مالدیپ، سرانڈیپ اور جاوہ میں اسلام نے اپنے قدم آہستہ آہستہ بڑھانے شروع کئے۔ ان جزیروں میں ایک طرف ہندوؤں اور دوسری طرف چینوں کے اثر سے بودھ مت پھیلا ہوا تھا مگر صدی بصدی کے جغرافیوں اور سفرناموں کی کتابوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی بھڑائی کے بغیر پورے امن اور چین کے ساتھ

بھیج دیا، پندت نے جب عقلی اعتراضات شروع کئے تو ملا نے جواب میں حدیثیں پیش کرنی شروع کیں پندت نے کہا یہہ تو ان کے لئے سند ہیں جو تمہارے مذہب کو مانتے ہوں ایک روایت میں ہے کہ پندت نے پوچھا کہ تمہارا خدا اگر ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے تو کیا اپنی جیسی کسی ہستی کے بنانے پر بھی اس کو قدرت ہے؟ ان بھولے بھالے عالم صاحب نے کہا اس قسم کی باتوں کا جواب دینا ہمارا کام نہیں ہے - یہ علم کلام والوں کا کام ہے - راجہ نے ان عالم صاحب کو واپس کیا اور ہاروں رشید کو کہلا بھیجتا کہ پہلے تو بزرگوں کے کہنے سے مجھے معلوم ہوا اور اب اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یقین ہو گیا کہ آپ کے پاس آپ کے مذہب کی سچائی کی کوئی دلیل نہیں - خلیفہ نے کلام والوں کو بلوا کر یہہ مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا اس جماعت کے ایک کمنسن بچہ نے اٹھ کر کہا : امیر المؤمنین ! یہہ اعتراض لغو ہے، اللہ تو وہ ہے جس کو نہ کسی نے بنایا، نہ پیدا کیا، وہ مخلوق نہو - اب اگر وہ اپنے ہی جیسے کسی دوسرے کو پیدا کرے گا تو وہ اس جیسا تو ہو نہیں سکتا، کہ وہ بہر حال اس کا مخلوق ہی ہوگا - پھر یہہ کہ بعینہ خدا کی طرح کسی دوسری ہستی کا ہو سکتا خدا کی توہین ہے اور خدا اپنی توہین و تحقیر پر جو محال ہے قدرت نہیں رکھتا - یہہ سوال کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ خدا جاہل ہو سکتا

ہو گیا (۱) - بلاذری کہتا ہے کہ وہ یہہ واقعہ خلیفہ معتمد باللہ کے زمانہ میں پیش آیا - معتمد باللہ کا زمانہ سنہ ۲۱۸ ھ سے سنہ ۲۲۷ ھ تک ہے -

عربوں اور ہندوؤں میں مذہبی مناظرہ

یہہ تعلقات اس حد تک بڑھ چکے تھے کہ عرب مسلمانوں اور ہندوؤں میں بلکہ بودھوں میں دوستانہ مذہبی مناظرے ہوتے تھے - معتمد کے باپ ہارون الرشید (دوسری صدی ہجری کا اخیر) کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ہندوستان کے کسی راجہ نے ہارون رشید کو کہلا بھیجا کہ وہ آپ اپنے مذہب کے کسی عالم کو میرے پاس بھیج دیجئے، جو مجھ کو اسلام سے آگاہ کرے اور میرے سامنے میرے ایک پندت سے بحث کرے - دوسری روایت یہہ ہے کہ سندھ کے کسی راجہ کے یہاں ایک بودھ مذہب کا فاضل پندت تھا، اس نے راجہ کو آمادہ کیا تھا اور اس نے کہلا بھیجا تھا کہ مجھ سے یہہ کہا گیا ہے کہ وہ تلوار کے سوا آپ کے پاس آپ کے مذہب کی سچائی کی کوئی دلیل نہیں ہے - اگر آپ کو اپنے دھرم کی سچائی کا یقین ہو تو اپنے ہاں کے کسی عالم کو بھیجئے جو میرے ایک پندت سے آکر بحث کرے - خلیفہ نے ایک مقدس محدث عالم کو اس کام کے لئے

اس قصہ کے تمام اجزا صحیح ہوں یا نہ ہوں مگر بہر حال اس سے اتنا ثابت ہے کہ ان دونوں قوموں کے مذہبی تعلقات اور روابط نے اس حد تک ترقی کی تھی -

ایک مناظرہ راجہ

مؤرخ مسعودی جو سنہ ۳۰۳ھ میں ہندوستان آیا تھا کہمبایت کے حال میں لکھتا ہے کہ :-

”میں جب سنہ ۳۰۲ھ میں یہاں آیا تو یہاں کا حاکم ایک بانیہ (بنیہ) تھا جو برہمنی مذہب رکھتا تھا اور وہ مہانگر کے راجہ ولہیہ رائے کا ماتحت تھا۔ اس کو مناظرہ کا بہت شوق تھا۔ اس کے شہر میں باہر سے جو نئے مسلمان یا اور مذہب کے لوگ آتے تھے، وہ ان سے بحث و مناظرہ کرتا تھا“ (۱)۔

بودھوں سے ایک اور مناظرہ

بودھ مت کے پیرو حواس ظاہری کے علاوہ کسی اور ذریعہ علم کے قائل نہ تھے، چنانچہ بصرہ جو اس زمانہ میں (دوسری صدی کا وسط) مختلف مذہب و

(۱) مروج الذهب مسعودی جلد اول ص ۲۵۲ (لیتھو)

ہے ؟ خدا مر سکتا ہے ؟ خدا کہا سکتا ہے ؟ یا پی سکتا ہے ؟ یا سو سکتا ہے ؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے خدا کچھ نہیں کر سکتا ہے ، کہ یہہ سب اس کی ذات کی شان کے خلاف ہے - یہہ جواب سب نے پسند کیا ، اور خلیفہ نے چاہا کہ اس پندت کے مقابلہ کے لئے اسی لڑکے کو ہندوستان بھیجا جائے ، مگر تجربہ کاروں نے عرض کی کہ حضور یہہ بہر حال بچہ ہے ، ایک جواب بن آیا تو ضرور نہیں کہ سب جواب بن آئیں - چنانچہ ایک دوسرے مشہور متکلم کو خلیفہ نے چن کر ہندوستان بھیجا - ایک روایت میں ہے کہ وہ بوڑھے اس متکلم سے کبھی مناظرہ کر چکا تھا اور شکست کھا چکا تھا ، اور دوسری روایت میں ہے کہ اس نے راستہ ہی میں ایک آدمی کو بھیج کر پتہ چلایا کہ یہ صرف مذہبی ملا ہے یا عقلیات سے بھی واقف ہے - جب اس کو معلوم ہوا کہ وہ عقلیات کا بڑا فاضل ہے تو پھر دونوں روایتوں میں ہے کہ اس پندت نے اس کے مقابلہ میں اپنے کو کمزور پا کر اس سے پہلے کہ وہ مسلمان مناظرہ راجہ کے دربار میں پہنچے راستہ ہی میں اس کو زہر دلوادیا - (۱)

(۱) کتاب البیئۃ والامل فی شرح کتاب الملک والنحل لاصد بن یحییٰ

المرتضیٰ ، باب ذکر المعتزلة مطبوعہ حیدرآباد دکن سنہ ۱۳۱۶ھ ص ۳۱ د

قرآن پاک کا پہلا ہندی ترجمہ آج سے
ایک ہزار برس پہلے

قرآن پاک کا ترجمہ لوگ آج ہندی میں کرنے لگے ہیں، مگر یہ سن کر کتنا اچنبھا ہوگا کہ آج تقریباً ایک ہزار برس پہلے قرآن پاک کا ہندی میں یا سندھی میں ایک ہندو راجہ کے حکم سے کیا گیا تھا۔ سنہ ۲۷۰ھ میں الرا (الور واقع سندھ؟) کے راجہ مہروگ نے جس کا راج کشمیر بالا (کشمیر) اور کشمیر زیریں (پنجاب) کے بیچ میں ہے، اور جو ہندوستان کے بڑے راجاؤں میں ہے، اس نے منصورہ (واقع سندھ) کے امیر عبداللہ بن عمر کو لکھتے بھیجا کہ کسی ایسے شخص کو میرے پاس بھیجتے جو ہندی میں ہم کو اسلام کا مذہب سمجھا سکے۔ منصورہ میں عراق کا ایک مسلمان تھا جو بہت تیز طبیعت، سمجھدار، اور شاعر تھا، اور چونکہ ہندوستان میں پلا تھا اس لئے یہاں کی مختلف زبانیں وہ جانتا تھا۔ امیر نے اس سے راجہ کی خواہش کا ذکر کیا، وہ تیار ہوا، اس نے ان کی زبان میں ایک قصیدہ لکھ کر راجہ کو بھیجا، راجہ نے اس قصیدہ کو سنا تو بہت پسند کیا، اور اس کو سن کر خرچ بھیج کر اپنے پاس بلوایا۔ وہ راجہ کے دربار میں تین برس رہا اور اس کی خواہش سے اس نے قرآن کا ہندی زبان میں

ملت کے لوگوں کا مرکز تھا ، وہاں واصل بن عطاء ، جہم بن صفوان ، اور بودھوں سے اس مسئلہ میں مناظرہ ہوا - آخر واصل نے اپنی دلیلوں سے ان کو قائل کر دیا (۱) -

ایک مسلمان کا بت پرست ہو جانا

سنہ ۳۷۰ھ کا ایک عرب سیاح جو بہت المقدس نہ رہنے والا تھا وہ سندھ کے بت خانوں کے تذکرہ میں کہتا ہے کہ دہبروا میں پتھر کی دو عجیب و غریب مورتیں ہیں - وہ دیکھنے میں سونے اور چاندی کی معلوم ہوتی ہیں - کہتے ہیں یہاں آکر جو دعا لوگ مانگتے ہیں وہ قبول ہوتی ہے - اس کے پاس ایک سبز رنگ کے پانی کا چشمہ ہے جو بالکل زنگار معلوم ہوتا ہے ، زخموں کے لئے بہت مفید ہے - یہاں کے پجاریوں کا خرچ دیوداسیوں کے ذریعہ پورا ہوتا ہے ، بڑے بڑے لوگ یہاں اپنی لڑکیاں لا کر چڑھاتے ہیں - میں نے ایک مسلمان کو دیکھا جو ان دونوں مورتیوں کی پوجا کرنے لگا تھا ، پھر بعد کو نیشاپور جاکر وہ مسلمان ہو گیا - یہہ دونوں مورتیں طلسماتی ہیں ، کوئی ان کو ہاتھ سے چھو نہیں سکتا - (۲)

(۱) شرح کتاب الملک والنہال مرتبہ زیدی مطبوعہ حیدرآباد ، واصل بن

عطاء کا حال -

(۲) احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم بشاری ص ۲۸۳ -

یہہ کتاب سلیمان شمس الدین ایلتمش کے وزیر قوام الدین جلیدی کے نام سے لکھی ہے اور اب تک حلیۃ طبع سے متکروم ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ دارالمصنفین کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔

محمد عوفی نے اس کتاب کے دوسرے باب ۲۲ در ذکر ملوک طوائف و احوال ایشاں میں ایک عجیب و غریب قصہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کے تعلقات اس ملک میں عربوں کے عہد میں کیسے تھے اور ہندو راجہ اپنی مسلمان رعایا کے ساتھ کس طرح انصاف سے پیش آتے تھے۔ محمد عوفی کا یہہ سنہ ۶۶۵ھ سے پہلے ہوا تھا اور جو واقعہ اس نے بیان کیا ہے وہ یقیناً اس سے پہلے کا ہے اور یہہ وہ زمانہ ہے جب گجرات کی طرف ایک سلطان محمود اور دو سو برس کے بعد قطب الدین ایبک کے سرسری دھاووں کے سوا وہاں کسی اسلامی حکومت کا نام و نشان بھی نہ تھا۔

محمد عوفی کہتا ہے کہ ۲۲ مجھے ایک دفعہ کہمبایت جانے کا اتفاق ہوا، جو سمندر کے کنارے ایک شہر ہے اور وہاں دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت آباد ہے جو مسافروں کی خوب خاطر تواضع کرتی ہے اور یہہ شہر نہروالہ (احمد آباد گجرات کے قریب) کی سلطنت میں ہے اور یہاں کچھ مسلمانوں اور کچھ ان کے

ترجمہ کیا - راجہ روزانہ ترجمہ سنتا تھا اور اس سے بے حد متاثر ہوتا تھا - (۱)

ایک گجراتی راجہ کا بے مثال مذہبی انصاف

چھٹی صدی ہجری کے آخر میں جب سلطان غوریؒ کے بعد دہلی میں شمس الدین ایلتمش اور سندھ میں ناصرالدین قباجہ حکومت کرتے تھے، محمد عوفی نام ایک فاضل بخارا سے چل کر ہندوستان آیا تھا اور اس نے غالباً سندھ کے کسی ساحل منصورہ یا دیبل سے نکل کر خلیج فارس، سواحل عرب، اور ہندوستان کی مختلف بندرگاہوں کی سیاحت کی تھی، چنانچہ اس سلسلہ میں وہ کہمبایت بھی پہنچا تھا، اس کی دو کتابیں اس وقت باقی ہیں، ایک فارسی شاعروں کا تذکرہ جس کا نام لباب اللباب ہے، جو ناصرالدین قباجہ کے وزیر کے نام لکھی ہے، اور وہ دو جلدوں میں گم سپرینز لندن سے شائع ہو چکی ہے، دوسری کتاب اس سے زیادہ بڑی ہے، اس کا نام جامع التکایات ولامع الروایات ہے - اس میں مصنف نے کچھ اپنے کانوں سے سنے، اور اپنی آنکھوں سے دیکھے، اور کچھ دوسری کتابوں میں پڑھے ہوئے واقعوں اور قصوں کو مختلف عنوانوں میں ذکر کیا ہے -

نہ دینا، سب کام تم بطور خود انجام دینا - یہہ کہہ کر راجہ متحل میں چلا گیا اور رات کو ایک تیز ساندنی پر بیٹھ کر تن تنہا کہمبایت کی طرف روانہ ہو گیا - نہروالہ سے کہمبایت ۴۰ فرسنگ ہے، مگر راجہ نے ایک دن رات میں اس راستہ کو طے کیا اور وہاں بھیس بدل کر ایک سوداگر کی صورت میں اترا، اور گلی کوچہ بازار میں ہر جگہ پھر کر تحقیق کی، اور راستہ چلتوں کی باتیں سنیں - ہر ایک کی زبان سے یہی سنا کہ بیچارے مسلمانوں کو بے گناہ مارا گیا، اور ان پر بڑا ظام ہوا - راجہ ہر طرح واقعہ کی تحقیق کر کے ایک لوتے میں سمندر کا پانی بھر کر اور اس کا مذہب بند کر کے اپنے ساتھ لیا، اور پھر اسی طرح چوبیس گھنٹے میں ساندنی پر اپنی راجدھانی کو واپس آ گیا، صبح کو راجہ نے دربار منعقد کیا، مقدمات سنے، اور اسی کے ساتھ مسجد کے اس امام کو یاد کیا - جب وہ دربار میں حاضر ہوا تو راجہ نے اس کو حکم دیا کہ تم اپنی عرضداشت پڑھ کر سناؤ - امام نے جب اس کو پڑھا تو ہندو درباریوں نے کہا یہہ مقدمہ جھوٹا ہے اور یہہ دعویٰ سرے سے غلط ہے - راجہ نے آبدار کے ہاتھ سے وہ لوتا منگوایا اور سب کو تھوڑا تھوڑا اس کا پانی پلایا، جس نے پیا وہ اس کو گھونٹ نہ سکا اور کہا یہہ تو سمندر کا کھاری پانی ہے - راجہ نے کہا مجھ کو چونکہ اس معاملہ میں کسی دوسرے پر بھروسہ نہ تھا کہ وہ اختلاف دین

مخالفوں کی آبادی ہے - میں جس زمانہ میں یہاں آیا ایک قصہ سنا جو نوشیرواں کے اوپر والے قصہ سے ملتا جلتا ہے اور وہ یہہ ہے کہ راجہ جنک کے راج کے زمانہ میں یہاں ایک مسجد تھی جس میں منارہ تھا، اس پر چڑھکر مسلمان اذان دیتے تھے، پارسیوں نے ہندوؤں کو بھڑکا کر مسلمانوں سے لڑا دیا، ہندوؤں نے منارہ توڑ دیا اور مسجد کو مع اسی (۸۰) مسلمانوں کے شہید کر ڈالا - مسجد کا امام و خطیب جس کا نام عالی تھا یہاں سے بھاگ کر نہروالہ چلا گیا، وہاں جاکر راجہ کے درباریوں اور افسروں سے مل کر فریاد کی، مگر کسی نے توجہ نہ کی، امام نے یہہ حال دیکھکر تدبیر یہہ کی کہ ہندی (غالباً گجراتی) میں پورا واقعہ ایک قصیدہ میں نظم کیا، اور خبر رکھی کہ راجہ شکار کو کب جانا ہے - جب شکار کا دن آیا امام وہ قصیدہ لے کر راستہ میں ایک جھاری میں چھپ کر بیٹھ گیا، جب راجہ ادھر سے گذرا امام فریادی بن کر سامنے آ گیا اور دھائی دی اور عرض کی کہ اس کا یہہ قصیدہ سن لیا جائے - راجہ نے ہاتھی روک کر اس کی منظوم عرض داشت سنی اور بہت متاثر ہوا، اور قصیدہ کو اس کے ہاتھ سے لے کر ایک افسر کے سپرد کردیا، کہ فرصت کے وقت مجھے یہہ پھر دکھایا جائے - راجہ اسی وقت شکار سے واپس آ گیا، اور وزیر کو بلواکر کہا کہ میں تین دن تک محل میں رہوں گا اور آرام کروں گا، ان تین دنوں کے اندر کسی کام کے لئے مجھے تکلیف

مسلمانوں میں وحدۃ الوجود

وحدۃ الوجود کا مسئلہ کسی نہ کسی شکل میں ہر قوم میں موجود تھا، بعض یونانی فلاسفر ایک معنی میں اس کے قائل تھے - اسکندریہ کا نو افلاطونی فرقہ اس کا معتقد تھا، پرانے یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی یہ خیال موجود تھا، ہندو ویدانت کی پوری عبارت اسی تخیل پر قائم ہے - اور بعض مسلمان صوفیوں میں بھی اس کی پرجوش تلقین پائی جاتی ہے گوکہ وحدۃ الوجود کے اندر خود بہت سے مختلف معنی ہیں، اور اس ایک وحدت کی بھی بکثرت تشریحات کی گئی ہیں، یہاں تک کہ ایک تشریح کے مطابق وہ ”حلول“ کا مرادف اور ہم معنی بن گیا ہے -

بہر حال یہاں اصل مسئلہ سے غرض نہیں، بلکہ اس کی تاریخی حیثیت سے بحث ہے - یہ سوال اکثر اُٹھا ہے کہ مسلمان صوفیوں میں یہ تخیل کہاں سے آیا؟ جہاں تک ہم سے تحقیق ہو سکی ہے، ہمارے پاس کوئی دلیل ایسی نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ ہندو ویدانت کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا ہے، حالانکہ اسلام میں اس تخیل کا آغاز تیسری صدی کے آخر سے یعنی حسین بن منصور حلاج کے زمانہ سے ہے - اور اس کا کمال پانچویں صدی ہجری میں محیی الدین بن عربی کے زمانہ میں نظر آتا ہے - اس میں تو کوئی شک نہیں

درمیان بود“ کہ یہہ مذہبی اختلاف کا معاملہ تھا اس لئے میں نے خود جا کر اس کی تفتیش کی ، اور کچھ پر ثابت ہو گیا کہ یہہ مسلمان بے شک مظلوم ہیں اور ان پر ظلم ہوا ہے - میرے راج میں کسی جماعت پر جو میرے سایہ میں ہو ایسا ظلم نہیں کیا جا سکتا - اس کے بعد حکم دیا کہ برہمنوں اور پارسیوں میں سے جو اس جرم کے مرتکب ہوئے ہیں دو دو کو سزا دی جائے اور مسلمانوں کو ایک لاکھ بالوترا (گجراتی سکے) تاوان دلوایا ، تاکہ اس سے وہ مسجد اور منارہ دوبارہ بنوا لیں اور امام کو خلعت اور انعام دیا ، چنانچہ وہ مسجد دوبارہ بنی ، اور یہہ انعامات اس میں یادگار کے طور پر رکھے گئے ، چنانچہ ہر سال عید کے دن ان کو نکال کر سب کو دکھایا جاتا ہے -

محمد عوفی کہتا ہے کہ ”آج تک (سنہ ۶۶۵ ھ) یہہ چیزیں وہاں رکھی ہیں ، اور وہ پرانی مسجد اور منارہ بھی باقی تھا ، مگر کچھ دن ہوئے بالو (بابالا) کی فوج نے گجرات پر حملہ کیا تو اس مسجد کو ویران کر دیا - آخر سعید بن شرف (کسی عرب تاجر) نے اپنے سرمایہ سے اس کو دوبارہ بنوایا ہے - اور اس کے چاروں طرف چار سنہرے گنبد بنوائے ہیں - اور اسلام کی یہہ یادگار اس ہندو ملک میں آج تک قائم ہے “ -

کی تصدیق کتاب الطواصین سے بھی ثابت ہے - اس کے بعد یہ بھی ثابت ہے کہ وہ ہندوستان کے جادو، منتر، اور کرتب کو سیکھنے یا جیسا کہ بعض کہتے ہیں، کہ اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے ہندوستان آیا تھا، اس لئے عجب نہیں کہ وہ یہیں سے اپنا مسئلہ وحدۃ الوجود عراق لے گیا ہو (۱) -

ہندوؤں میں وحدت تنزیہی

اس کے بر خلاف قیاسات اس ثبوت میں بھی ہیں کہ ہندوؤں میں وحدت تنزیہی کا تشکیل اور بت پرستی کے خلاف جذبہ اسلام کا نتیجہ ہے - یہ مضمون خود بڑی وسعت رکھتا ہے اور وہ کسی دوسری بحث کے ضمیمہ کے طور پر ادا نہیں ہو سکتا -

(۱) حلاج کی کتاب الطواصین فرانس کے صوفی مستشرق لوی مسیگان (Louis Massignan) نے سنہ ۱۹۱۲ء میں پیرس سے شائع کی ہے، اور اسی کے ساتھ ایک مستقل جلد میں حلاج کے حالات کے متعلق قدیم بیانات کو بھی یکجا کر دیا ہے، حلاج کے ہندوستان آنے کا واقعہ اسی کتاب میں ابن باکوید صوفی شیرازی کی کتاب کے اقتباسات میں مذکور ہے - دیکھو صفحہ ۳۱ و ۳۳ (مطبوعہ پیرس) -

کہ ہندوستان میں آنے کے بعد ہندو ویدانتیوں کے تخیل سے مسلمان صوفیوں پر اثر پڑا ہے (۱) - مگر اسلامی تصوف میں اس تخیل کا اثر اس سے پہلے معلوم ہوتا ہے، خصوصاً جب یہ واقعہ ہے کہ مسلمانوں میں متحیی الدین ابن عربی ہی سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس عقیدہ کی سب سے پرجوش حمایت کی ہے، اور وہ اسپین کے باشندے تھے، اور کبھی ہندو فلاسفی سے ان کو دو چار ہونے کا موقع نہیں ملا، اس لئے یہہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ ہندو ویدانت سے نہیں بلکہ نوافلاطونی فلسفہ سے متاثر ہوئے تھے -

لیکن جہاں تک حسین بن منصور حلاج کا تعلق ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ جس وحدۃ الوجود کا مدعی تھا وہ معتبر محتاط مسلمان صوفیوں کا وحدۃ الوجود نہیں، بلکہ وہ حلول یعنی ایک قسم سے ہندوؤں کے اوتار کے مسئلہ کا قائل تھا - اس کی تفصیل اس کے پرانے تذکرہ نویسوں نے پوری طرح کی ہے، اور خود اس

(۱) چنانچہ غالباً آٹھویں صدی ہجری میں بنگال کے ایک نو مسلم پندت اور ایک صوفی عالم نے مل کر سنسکرت کی کتاب امرت نند کا عربی میں ترجمہ "دعین الصیوۃ" کے نام سے کیا، پھر اس سے فارسی میں، اور اب فارسی سے اردو میں اس کا ترجمہ ہوا ہے، اور دارا نے اپنے زمانہ میں سر اکبر کے نام سے جوگ ہشت کا ترجمہ فارسی میں کیا -

ہندوستان میں مسلمان

(فتوحات سے پہلے)

ماخذ

علاوہ ان کتابوں کے جن کا ذکر اوپر گذر چکا ذیل کے معلومات کے لئے سندھ کی فارسی تاریخوں سے بھی فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ یہہ کتابیں اب تک چھپی نہیں ہیں، مختلف کتب خانوں میں قلمی موجود ہیں، البتہ الیٹ صاحب نے اپنی تاریخ کی پہلی جلد میں ان کے ضروری اقتباسات دے دئے ہیں، اور وہی میرے پیش نظر ہیں، ان کتابوں کے نام یہہ ہیں۔

۱۔ چچ نامہ

یہہ تاریخ السند والہند کے نام سے عربی زبان میں سندھ کی سب سے پرانی تاریخ تھی۔ محمد علی بن حامد بن ابوبکر کوفی نے ناصرالدین قباچہ کے عہد میں سنہ ۶۱۳ھ (۱۲۱۶ع) میں اوچ (سندھ) میں بیٹھ کر فارسی میں ترجمہ کیا۔ اس کی اصل عربی نہیں ملتی، مگر صرف محمد بن قاسم کی موت اور راجہ داہر کی لڑکی کی قید کا واقعہ اس میں افسانہ ہے، باقی اکثر باتیں اس میں ایسی ہیں جن کی پرانی عربی تاریخوں سے تائید ہوتی ہے۔

خاتمہ

ان چند صفحات میں عرب و ہند کے مذہبی تعلقات کا جو آئینہ تیار کیا گیا ہے خوب غور کر کے دیکھو کہ ان دونوں قوموں نے باوجود شدید مذہب پرست ہونے کے کہیں اس شیشہ میں بال آنے دیا ہے ؟ کیا جو پہلے گذر چکا وہ آئندہ نہیں ہو سکتا ؟



لکھی ہے ، تمام ضروری معلومات ان میں فراہم ہیں ، مگر یہ کتاب نئی ترتیب کی محتاج ہے ، ساتھ ہی مولانا نے الیٹ پر اس میں بے حد بھروسہ کیا ہے ، اور مشکلات کے حل میں بعض ایسے قیاسات سے کام لیا ہے جو میرے نزدیک صحیح نہیں جیسا کہ آگے معلوم ہوگا - کتابوں کے حوالوں میں نہ صفحات کا حوالہ دیا ہے اور نہ جلد اور باب کا اشارہ کیا ہے ، اس لئے اس کے واقعات کی تصدیق و تطبیق سخت مشکل ہے -

۲ - دوسری قابل ذکر اردو کتاب پیرزادہ محمد حسین صاحب دہلوی ، ایم ، اے ، مرحوم کے ابن بطوطہ کے سفرنامہ دوسری جلد متعلقہ ہند کا اردو ترجمہ ہے - اس میں اصل چیز ابن بطوطہ کے بیان کردہ مقامات اور اشخاص پر مترجم کے حواشی ہیں ، جو انگریزی ترجمہ اور ذاتی تلاش پر مبنی ہیں -

ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں ہندوستان کی جو تاریخ پڑھائی جاتی ہے وہ بالکل ایک خاص مقصد کو سامنے رکھ کر پڑھائی جاتی ہے ، اور اسی مقصد کو سامنے رکھ کر تاریخ ہند کی کتابیں انگریزی میں تصنیف کی جاتی ہیں - ان کتابوں میں قدیم ہندوستان کی تاریخ کو کہنا چاہئے کہ گویا وہ سکندر اور اس کے جانشینوں کی تاریخ کا ایک ٹکڑا ہے - اسی حملہ سے ہندوستان کی کایا پلٹ ہوئی ، اس کو علم و فن کی

۲ - تاریخ معصومی

یہ میر محمد معصوم کی تاریخ سندھ ہے ، اکبر کے زمانہ میں سنہ ۱۰۱۱ھ میں لکھی گئی -

۳ - تاریخ طاہری

میر طاہر بن سید حسن قندھاری نے سندھ کے قیام کے زمانہ میں سنہ ۱۰۳۰ھ (۱۶۲۲ع) میں سندھ کی یہ تاریخ لکھی -

۴ - بیگ لارنامہ

یہ کتاب شاہ قاسم خاں بن سید قاسم بیگ لار کے نام سے سنہ ۱۰۱۷ھ سے سنہ ۱۰۳۶ھ تک میں لکھی گئی -

۵ - تحفۃ الکرام

یہ سب سے آخری کتاب ہے ، علی شیر نے سنہ ۱۱۸۱ھ (۱۷۶۷ع) میں لکھی ہے -

اس خطبہ میں جن معلومات کو مرتب کیا گیا ہے ان کے متعلق اردو کی دو کتابیں بھی خاص طور سے ذکر کے قابل ہیں -

۱ - تاریخ سندھ - مولانا عبداللطیف شرر لکھنوی نے سنہ ۱۹۰۹ع میں الیٹ کی تاریخ سندھ جلد اول کے معلومات اور ماخذوں سے اور بعض اپنی ذاتی تحقیقات سے اسلامی سندھ کی نہایت مبسوط تاریخ دو جلدوں میں

اور تفتیش اور ان کی توثیق ہوئی کہیں کو باہم جوڑنا اور ملانا اور ان سے نتیجہ نکالنا ضروری ہے یا نہیں ؟

ان کتابوں کے پڑھنے اور ان تاریکوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محمود غزنوی تک ایک بھی مسلمان ملیچچہ کا قدم اس پاک اور پونر بیہوشی پر نہیں پڑا تھا ، اور مسلمانوں اور ہندوؤں میں آپس میں کسی قسم کا تعلق تھا ، نہ جان پہچان تھی ، نہ آمد و رفت تھی ، حالانکہ گذشتہ صفحوں کے پڑھنے والوں کو یہہ اچھی طرح معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان دونوں قوموں کے درمیان کتنے متعدد اور مختلف پہلوؤں کے تعلقات قائم تھے ۔

ہندوستان اور درہ خیبر پار کے ملکوں کے درمیان ہمیشہ سے صلح و جنگ کے متواتر تعلقات قائم تھے ۔ اسلام سے پہلے ان ملکوں کی کیفیت یہہ تھی کہ جب کبھی کابل شاہ کو قوت حاصل ہوئی اس نے ویند اور اور پشاور تک قبضہ کر لیا ، اور جب راء لہوار کو موقع ملا کابل و قندھار تک اپنی سرحد قائم کر لی ۔ یہی حال سندھ کی طرف تھا ۔ کبھی شہنشاہ ایران نے مکران سے دریائے سندھ تک قبضہ کر لیا ، اور کبھی سندھ کے راجہ نے بلوچستان و مکران لے کر ایران کی سرحد سے سرحد ملا دی ۔ یہی کیفیت ساتویں صدی عیسوی تک تھی ۔ جب ادھر اسلامی فتوحات نے قدم بڑھانا اور ان ملکوں کے قبیلوں اور قوموں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا

دولت ملی، تاریخ کی دنیا میں اس نے زندگی پائی - سکندر کے حملہ اور سفر کے ایک ایک راستہ کا پتہ لگانا، بگڑے ہوئے یونانی ناموں کو درست کرنا، اور ان کے اُلٹے پلٹے بیانیوں کو مرتب اور منظم کر کے پیش کرنا ہندوستان کی پرانی تاریخ ہے - یہی مؤرخ جب اسلام اور ہندوستان کے تاریخ کا آغاز کریں گے تو چند سطروں میں وحشی عربوں کا اور پھر (نعوذ باللہ) ایک خونخوار پیغمبر کا اور اس کے جانشینوں کے پرہیزگار حملوں کا ذکر کر کے صفحہ دو صفحہ میں عرب سے سیدھے غزنی پہنچ جائیں گے - یہاں محمود کی فوج ہندوستان پر جہاد کرنے کے لئے تیار ملتی ہے اور اس کو لیکر وہ فوراً پنجاب، سندھ، اور گجرات پہنچ جاتے، اور لوٹ مار کر کے اُس کو واپس لے جاتے ہیں، پھر دیرھ سو برس کے بعد شہاب الدین غوری کو ہندوستان لاتے ہیں اور اُس کے بعد سے قرون وسطیٰ کی تاریخ ہند کا سلسلہ آگے چلاتے ہیں - سوال یہ ہے کہ اُس دوری اور بعد مسافت کے باوجود تو یونان کی سرحد ہندوستان سے آکر مل جاتی ہے - لیکن اُس قرب اور نزدیکی کے ہوتے بھی کیا ہندوستان اور افغانستان سے ایک طرف اور مکران اور سندھ سے دوسری طرف کوئی سرحد نہیں ملتی تھی؟ اور ان ملکوں میں آپس میں صلح و جنگ، اور لڑائی اور میل کے تعلقات نہ تھے؟ اور ان کا سلسلہ ان سرحدی قبیلوں کے مسلمان ہونے سے پہلے قائم تھا یا نہیں؟ آخر ان کی تحقیق

مسلمان تھے اور نہ کبھی کسی سلطنت کے ماتحت رہے تھے۔ اور اس کے بعد مشرقی سمت میں ملتان اور سندھ کے عرب امیروں کو، پھر لاہور اور ہندوستان کے بعض راجاؤں کو زیر و زبر کر کے غزنین کی سلطنت قائم کی۔ ان میں سے ہندوستان اور غور کے سوا باقی کل خالص مسلمانوں کی سلطنتیں تھیں۔

چونکہ اس بیان کی تفصیلات میرے مضمون کے دائرہ سے باہر ہیں اس لئے صرف سلسلہ کے لئے یہہ چند سطریں لکھ کر تاریخ ہند کے علمبرداروں کی توجہ ادھر ملتفت کرتا ہوں کہ وہ محمود سے پہلے کے افغانستان اور ہندوستان کے تعلقات پر تلاش و محنت سے مواد فراہم کریں اور کسی نئے نتیجہ سے باخبر کریں۔

اوپر کی تفصیل سے یہہ اندازہ ہوگا کہ افغانی کوهستان کے دروں سے مسلمانوں کی ہندوستانی راجاؤں کے ساتھ قوت آزمائی محض مذہبی جذبہ کا نتیجہ نہ تھی، بلکہ صدیوں کی قومی لڑائیوں کے سلسلہ کی یہہ ایک کڑی ہے۔

بہر حال یہہ تو شمالی ہندوستان کا حال تھا لیکن جنوبی ہندوستان کی کیفیت دوسری تھی۔ سنہ ۵۴۱۶ (سنہ ۱۰۶۴ ع) میں محمود غزنوی سنہ ۵۷۳ (سنہ ۱۱۷۸ ع) میں شہاب الدین غوری اور سنہ ۵۹۲ (سنہ ۱۱۹۹ ع) میں

ادھر سب سے پہلی اسلام کی سلطنت سامانیہ حکومت ہے، جس نے بخارا کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ لیکن اس کے زمانہ میں بھی کابل سے آگے توجہ نہ کی جا سکی۔ اس کے بعد صفاریہ حکومت جو چند روزہ قائم ہوئی تھی اس نے کابل و قندھار سے آگے اپنی نظر بڑھائی۔ خلافت عباسیہ نے سندھ کی برائے نام حکومت بھی اسی کے سپرد کر دی تھی۔ اس کے بعد سامانیہ حکومت کے حدود سے ہٹ کر اس کے ایک ترک افسر الپ تگین نے اس لئے تاکہ وہ اپنے آقا کے فوجی حملہ اور سزا سے محفوظ رہے اس دور دست علاقہ کو اپنی کوششوں کی جولانگاہ اور غزنین کو اپنی خودمختار حکومت کا مرکز بنایا۔ یہ چوتھی صدی ہجری کے بیچ کا واقعہ ہے۔ اسی حکومت غزنین کا دوسرا کہو یا تیسرا تاجدار سلطان محمود غزنوی ہے۔ اس نے اپنی ۳۳ برس کی حکومت میں غزنین کی چاروں طرف کے ملکوں اور حکومتوں کو خواہ وہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں اپنے بے پناہ حملوں سے مجبور کر کے اپنی چھوٹی سی موروثی حکومت میں داخل کر کے ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈال دی۔ اس نے غزنین کی ایک طرف کا شہر کی اسلامی ایلخانی حکومت کو، دوسری طرف خود اپنے آقا سامانیوں کی حکومت کو، تیسری طرف دیلمیوں کی حکومت کو، طبرستان کی حکومت آل زیار کو، مشرق کی سمت میں غوریوں کی سرزمین کو جو اب تک نہ تو

مگر اس لڑائی بھڑائی جنگ و جدل فوج کشی اور حملہ آوری کے حدود سے دور اور الگ ان مسلمان عربوں اور عراقیوں کی آبادیاں تھیں، جو خشکی کی راہ اتر سے دکھن نہیں آئے تھے، بلکہ سمندر کے کناروں سے چل کر ان علاقوں میں آباد ہوئے تھے، اور آتے جاتے دھتے تھے۔

یہہ بالکل کھاپی ہوئی بات ہے کہ شمالی ہند سے پہلے جنوبی ہند میں مسلمانوں کی نو آبادیاں قائم ہوئیں، اور اس کا سلسلہ در حقیقت تجارتی آمد و رفت سے وابستہ ہے۔ اس علاقہ میں نہ صرف یہہ کہ باہر سے مسلمان آکر آباد ہوئے بلکہ خود ملک کے باشندوں نے بھی اسلام قبول کرنا شروع کر دیا تھا، اس اثر اور نتیجہ کے پیدا ہونے کے متعلق مختلف روایتیں مشہور ہیں، اور تاریخ کی کتابوں اور سفرناموں میں لکھی ہوئی ہیں، ان کا مشترک مضمون یہہ ہے کہ یہہ اثر دوطرفہ کششوں کا نتیجہ تھا، ایک تو عرب تاجروں کی آمد و رفت اور دوسرے سرانديپ کے نقش قدم کی زیارت کو آنے والے صوفیوں اور درویشوں کی کرامت۔

مسلمانوں کا پہلا مرکز سرانديپ

فرشتہ نے لکھا ہے کہ ”چونکہ اسلام کے پہلے ہی سے عرب ان جزیروں میں تاجرانہ آتے تھے اور یہاں کے لوگ عرب جایا کرتے تھے، اس لئے سرانديپ کے راجہ

قطب الدین ایبک گجرات پر دھاوے کر کے بادل کی طرح آئے اور آندھی کی طرح نکل گئے - البتہ اس کے سو برس بعد باگھیلہ راجہ اور اس کے وزیر مادھو کی باہمی رنجش اور آزدگی اور مادھو کی دعوت نے سب سے پہلے علاء الدین خلجی کو سنہ ۶۹۷ھ (سنہ ۱۲۹۷ ع) میں گجرات کا حاکم بنا دیا - علاء الدین خلجی نے گجرات سے لے کر سمندر کے کنارے کنارے کارومندل تک کا علاقہ فتح کیا - مگر فتوحات کا یہ سلسلہ اس جہاز کی طرح تھا جو اپنے زور میں سمندر کے سینہ کو چاک کر کے آگے بڑھتا جاتا ہے لیکن جیسے ہی وہ ایک قدم آگے بڑھتا ہے پیچھے پانی سمٹ کر ایسا ہو جاتا ہے کہ پانی کی سطح میں اس غیر معمولی شگاف کا نشان بھی نہیں ملتا - یہ گویا خلجی سپہ سالار کی ایک فوجی سیر و سیاحت تھی - اس سے زیادہ کچھ نہیں - سنہ ۷۰۹ھ (سنہ ۱۳۰۹ ع) میں اس کے ایک افسر ملک کافور نے کرناتک فتح کر لیا - لیکن اس کے بعد سنہ ۷۲۷ھ (سنہ ۱۳۲۳ ع) میں دکن کی سمت میں بیجانگر کی عظیم الشان ہندو سلطنت قائم ہو گئی، جو صدیوں تک جنوبی ہند کو شمالی ہند کے مسلمان حملہ آوروں سے بچاتی رہی، اور ملک کافور کے فتوحات کے سلسلہ میں معبر (کارومندل) میں جو ایک چھوٹی سی اسلامی حکومت قائم ہو گئی تھی، وہ بھی چالیس برس بعد مت کر بیجانگر کے دائرہ حکومت میں داخل ہو گئی -

گھاس کی چٹائی اڑھ لیتے ہیں ، اور ان میں سے بعض ایک ایسا کپڑا پہنتے ہیں جس کو مختلف رنگوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے جوڑ کر سی لیتے ہیں ، اور بدن پر مردوں کی جلی ہوئی ہڈیوں کی راکھ مل لیتے ہیں ، اور سر اور ڈاڑھی مونچھ کے بال منڈاتے ہیں ، اور دوسرے بال بڑھاتے ہیں ، گلے میں انسان کی ایک کھوپڑی لٹکائے رھتے ہیں ، اور عبرت اور خاکساری کے لئے اُسی میں کھاتے ہیں ۔“

اس تصویر سے اور اس گروہ کے متعلق دوسرے عرب سیاحوں کے بیانات سے اس تسلیم میں کوئی شبہ نہیں رھتا کہ یہ لوگ بودھ مذہب کے پیرو ہوں گے ۔

ہمارا نا خدا پھر اپنی کہانی شروع کرتا ہے :-

”ہ سراندیپ اور اس کے آس پاس والوں کو پیغمبر اسلام کی بعثت کا حال جب معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے میں سے ایک سمجھدار آدمی کو تحقیق حال کے لئے عرب روانہ کیا ۔ وہ رکتے رکتے جب مدینہ پہنچا تو رسول اللہ صلعم وفات پا چکے تھے ، ابوبکر صدیق کی خلافت

کو اسلام اور مسلمانوں کا حال سب سے پہلے معلوم ہوا ، اور صحابہ کرام ہی کے زمانہ میں سنہ ۴۰ھ میں (ساتویں صدی عیسوی کے شروع ہی میں) وہ مسلمان ہو گیا ، (۱) - فرشتہ نے اپنے مآخذ کا حوالہ نہیں دیا ہے ، مگر ایک قدیم العہد تصنیف عجائب الہند سے جو تقریباً سنہ ۳۰۰ھ میں لکھی گئی ہے ، اس روایت کی پوری تصدیق ہوتی ہے - بزرگ بن شہریار ناخدا جو ان جزیروں کا جہاز ران تھا ، سرانڈیپ کے بیان میں لکھتا ہے :-

”ہندوستان کے پتھاریوں ، سناسیوں ، اور جوگیوں کی کئی قسمیں ہیں ، ان میں سے ایک ”بیکور“ (۲) ہوتے ہیں ، جن کی اصل سرانڈیپ سے ہے - یہ مسلمانوں سے بہت محبت کرتے ہیں اور ان کی طرف بہت میلان رکھتے ہیں ، وہ گرمی کے موسم میں ننگے رھتے ہیں ، صرف چار انگل کی لنگوٹی کمر میں ایک تورپی لٹا کر باندھ لیتے ہیں اور جازوں میں

(۱) فرشتہ جلد دوم مآخذ ہشتم سنہ ۳۱۱ھ -

نولکشور -

(۲) غالباً یہی لفظ ہے جو کتاب البدائع اور سلیمان تاجر کے سفرنامہ وغیرہ میں کہیں بیکور جین ، اور کہیں بیکور تین کے نام سے ملتا ہے -

سراندیپ کے (جس کو عرب یاقوت کا جزیرہ بھی کہتے تھے) راجہ نے مسلمانوں کے ساتھ اپنی دوستی اور محبت کے اظہار کے طور پر ایک جہاز میں دوسرے تکتوں کے ساتھ ان مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کو عراق روانہ کیا جن کے باپ وہاں تجارت کرتے تھے اور وہیں ان کو مسافرت میں بے والی وارث چھوڑ کر مر گئے تھے - (۱) اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلی ہی صدی ہجری میں سراندیپ میں مسلمانوں کی نوآبادی قائم ہو چکی تھی - ابوزید سیرافی (سنہ ۳۰۰ھ) نے تیسری صدی ہجری کے اخیر میں یہاں عرب سوداگروں کے قیام کا اور آمد و رفت کا تذکرہ کیا ہے - (۲)

الغرض مختلف روایتوں سے اتنا مشترک نتیجہ نکلتا ہے کہ ان اطراف میں اسلام اور عربوں کی پہلی نوآبادی سراندیپ میں قائم ہوئی، اور اس کی تاریخ کا آغاز پہلی صدی ہجری اور ساتویں صدی عیسوی تک پہنچ جاتا ہے -

دوسرا مرکز مالدیپ

ان اطراف میں مسلمانوں اور عربوں کا دوسرا مرکز مالدیپ کا جزیرہ تھا، جس کو عرب کبھی جزیرۃ المسہل، اور کبھی

(۱) فتوح البلدان بلذری (سنہ ۲۷۹) ص ۳۳۵، (لیڈن) -

(۲) ابوزید سیرافی ص ۱۲۱، (پیرس) -

بھی ختم ہو چکی تھی ، اور حضرت عمر کا زمانہ تھا - وہ ان سے ملا اور رسالت ماب صلعم کے حالات دریافت کئے ، حضرت عمر نے بتفصیل بیان کئے - جب وہ واپس ہوا تو مکران (بلوچستان کے پاس) پہنچ کر مر گیا - اس کے ساتھ اس کا ایک ہندو نوکر تھا ، وہ صحیح سلامت سرانديپ پہنچ گیا ، اور اس نے رسول اللہ صلعم ، حضرت ابوبکر ، اور حضرت عمر کا سارا حال بیان کیا ، اور ان کے فقیرانہ اور درویشانہ طور و طریق کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ کیسے متواضع اور خاکسار ہیں ، اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں ، اور مسجد میں سوتے ہیں - اب یہہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ جو اس قدر محبت اور میلان رکھتے ہیں وہ اسی سبب سے ہے - (۱)

اس روایت کی تیسری تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ پہلی صدی ہجری کے آخر میں امویوں کی طرف سے حجاج عراق کا گورنر تھا ، اور جزائر ہند کی طرف عراق ہی کی بندرگاہ سے جہازات آتے جاتے تھے ، تو

۱۰ سلطان احمد شہنشاہ ابوالبرکات مغربی کے ہاتھ پر
مسلمان ہوا ۱۱ -

الغرض اس وقت سے لے کر آج تک یہہ تمام جزیرے
مسلمان ہیں اور ان میں بڑی تعداد مخلوط النسل عربوں
کی ہے -

تیسرا مرکز ملیبار

روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام اور عربوں کا
تیسرا مرکز ہندوستان کا وہ آخری کنارہ ہے جس کو
ہندوؤں کے پرانے زمانہ میں کیرالا کہتے تھے اور بعد کو
ملیبار کہنے لگے (ملی پہاڑ اور بار ملک) - اس کی
حد عربی جغرافیہ نویسوں نے گجرات کے خاتمہ سے کولم
واقع تراونکور تک بتائی ہے -

تحفة السجاہدین کی روایت ہے جس کو قرشتہ نے
نقل کیا ہے :-

۱۰ اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد یہودی
اور عیسائی سوداگر یہاں آیا کرتے تھے
اور یہاں بود و باش اختیار کر چکے تھے -
جب اسلام پر دو سو برس گذرے
عرب اور عجمی مسلمان درویشوں کی
ایک جماعت حضرت آدم کے نقش قدم
کی زیارت کے لئے سراندیپ جس کو لنگا

ان چھوٹے چھوٹے سب جزیروں کو ملاکر ”دیپات“ (۱) کہتے ہیں۔ ان جزیروں کا سب سے منفصل حال ابن بطوطہ نے بیان کیا ہے۔ اس کے زمانہ میں یعنی سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں (سنہ ۷۰۰ھ) میں یہہ جزیرہ پورا کا پورا مسلمان تھا اور ان میں عربوں اور دیسی مسلمانوں کی آبادیاں تھیں، اور سلطان خدیجہ نام ایک بنگالی خاتون ان پر حکمران تھی۔ ابن بطوطہ کے زمانہ میں یہاں یمن وغیرہ کے بہت سے علماء اور جہازران موجود تھے۔ ان کی زبانی اس جزیرہ کے لوگوں کے مسلمان ہو جانے کی کیفیت یہہ درج کی ہے کہ یہاں کے لوگ پہلے بت پرست تھے۔ یہاں ہر مہینہ سمندر سے دیو کی شکل میں ایک بلا آتی تھی، جب یہاں کے لوگ اس کو دیکھتے تھے تو ایک کنوادی لڑکی کو بناؤ سنگار کر کے اس بت خانہ میں جو سمندر کے کنارے تھا جھوز آتے تھے۔ لیکن مراکو کے ایک عرب شیخ ابوالبرکت بربری مغربی جو اتفاق سے یہاں آگئے تھے، ان کی دعا اور برکت سے یہہ بلا ان کے سر سے تلی۔ اس کرامت کو دیکھ کر وہاں کا راجہ شنورازہ اور تمام رعایا شیخ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئی۔ ابن بطوطہ کہتا ہے کہ وہاں کی اس مسجد کی محراب پر جس کو اس نو مسلم راجہ نے بنایا تھا یہہ کتبہ میں نے لکھا ہوا پایا:

(۱) ”دیپ“ سنسکرت میں جزیرہ کو کہتے ہیں۔

اور سوداگری کا کاروبار شروع کرو اور اپنے امراء کے نام ایک وصیت نامہ لکھ کر سپرد کیا کہ ان پر دیسی سوداگروں کے ساتھ ہر قسم کی مہربانی اور لطف کا برتاؤ کیا جائے اور ہر نیک کام میں ان کی مدد کی جائے، اور ان کو اپنی عبادت گاہوں کے بنانے کی اجازت دی جائے اور اس طرح ان سے سلوک کیا جائے کہ ان کو وہاں رہنے کی اور اس کو وطن بنانے کی خواہش پیدا ہو۔ اس وقت سے عرب سوداگر اس ملک میں آنے جانے اور رہنے پہلے لگے۔

ایک دوسری روایت ہے (جس کو فرشتہ نے پہلے سے زیادہ صحیح مانا ہے اور میرے نزدیک وہ پہلے سے زیادہ غلط ہے) کہ زیمور کے اسلام کا واقعہ خود پیغمبر اسلام کے زمانہ میں پیش آیا۔ بہر حال یہہ درویش پھر ملیبار واپس آئے اور کدنگور میں مسجد بنائی اور کچھ لوگ وہاں مقیم ہوئے اور کچھ لوگ موجودہ تیراونکور کے شہر کولم میں جا کر رہے اور وہاں بھی مسجد بنائی پھر ہیلی ماراوی، جریٹن، دریٹن، فندرینیا،

کہتے ہیں جا رہی تھی - اتفاق یہہ ہ کہ ان کا جہاز ہوا کے جھونکو سے بہک کر ملیبار کے شہر کنکلور (کنکانور) کے کنارے آکر لگا - شہر کے راجہ زیمرور (سامری) نے ان کی بڑی آؤبھگت کی - باتوں باتوں میں اسلام کا ذکر آگیا ، راجہ نے کہا میں نے یہودیوں اور عیسائیوں کی زبانی تمہارے پیغمبر کا اور مذہب کا حال سنا ہے ، اب تم خود سناؤ - درویشوں نے اسلام کی حقیقت کو اس موثر انداز سے بیان کیا کہ اس نے راجہ کا دل موہ لیا - راجہ نے ان سے وعدہ لیا کہ واپسی میں بڑی وہ ادھر ہی سے گذرتے جائیں - چنانچہ وہ وعدہ کے مطابق آئے - راجہ نے سب امراء کو بلاکر کہا کہ اب میں خدا کی یاد کرنا چاہتا ہوں اور یہ کہہ کر ملک برابر برابر سب افسروں میں تقسیم کر دیا اور خود چھپ کر ان درویشوں کے ساتھ عرب چلا گیا اور مسلمان ہو گیا اور ان درویشوں سے کہا کہ ملیبار میں اسلام کے پھیلانے کی صورت یہ ہے کہ تم لوگ ملیبار سے تجارت

اور مہربانی کا ہے کیونکہ ان کے ملک
میں زیادہ شہروں کا آباد ہو جانا انہیں
مسلمان تاجروں کی بودوباش کا نتیجہ
ہے (۱) -

ملیبار کے یہی مسلمان عرب تاجر اور سوداگر اور
تارکین وطن ہیں جو موپلا اور نائٹ کے ناموں سے ہندوستان
میں مشہور ہیں اور جن کے ہاتھوں میں پرتگیزیوں سے پہلے
تک سمندر کی باگ تھی - ان کے ساتھ وہ لوگ بھی
شامل ہو گئے ہیں جو دیسی باشندوں میں سے مسلمان
ہو گئے ہیں یا شادی بیہ کے ذریعہ سے ان کی برادری
میں آگئے ہیں -

کولم

کولم کا شہر موجودہ تراونکور میں داخل ہے - عرب
جہازوں بہت پرانے زمانہ سے اس کا نام لیتے چلے آئے ہیں
اور کہتے ہیں کہ وہ یہہ مسالوں والے ملک کا آخری شہر
ہے - یہاں سے جہاز عدن کو جایا کرتے تھے، یہاں مسلمانوں
کا ایک محلہ آباد ہو گیا تھا اور ان کی ایک جامع
مسجد بھی تھی - (۲)

(۱) تھفتہ المجاہدین بحوالہ دعوت اسلام ڈاکٹر آرٹلی صفحہ ۳۸۲ و ۳۸۳ -

(۲) تقویم البلدان ص ۳۶۱ -

(پلڈارانی) چالیاں، فاکنور اور منگلور
میں مسجدیں بنائیں اور نوآبادیاں
قائم کیں۔“

یہ فرشتہ کا خلاصہ ہے۔ مگر اصل تحفۃ المجاہدین کے
ایک دو اور اقتباسات بھی مفید ہیں جن سے بعد کے
زمانہ کا طرز عمل ظاہر ہوتا ہے:-

دہ ہندوستان کے مغربی ساحل کے بندرگاہوں
میں مختلف ملکوں سے تاجر بکثرت آتے
ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نئے
شہر آباد ہو گئے ہیں! اور مسلمانوں کی
تجارت سے ان میں آبادی بڑھ گئی ہے
اور مکانات کثرت سے بن گئے ہیں۔
یہاں کے سردار اور راجہ مسلمانوں پر
سختیاں کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔
باجودیکہ یہ سردار اور ان کی سپاہ
بت پرست ہے مگر وہ مسلمانوں کے
مذہب اور ان کے شعائر کا بہت کچھ
پاس و لحاظ کرتے ہیں۔ بت پرستوں اور
مسلمانوں کے اس اتحاد سے اس لئے اور
تعجب ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد
کل آبادی کا دسواں حصہ بھی نہیں
..... بحیثیت مجموعی ملہبار کے ہندو
راجاؤں کا برتاؤ مسلمانوں کے ساتھ عزت

سے ہے“ (۱) - یہ پایہ تخت کا نام بیردال (بیردھول) ہے -
یہاں باہر سے گھوڑے لائے جاتے ہیں - (۲)

معلوم ہوتا ہے کہ ساحل کا یہ حصہ چند صدیوں کے بعد عربوں کے استعمال میں آیا ہے - چھٹی صدی کے آخر سے اس کا نام سننے میں آتا ہے - ساتویں صدی میں یہاں عربوں کا اچھا خاصہ عمل دخل معلوم ہوتا ہے -
وصاف (المتوفی سنہ ۷۲۸ھ) اور رشیدالدین جامع التواریخ کے مصنف (المتوفی سنہ ۷۱۸ھ) دونوں نے آٹھویں صدی کے آخر میں اپنی کتابیں لکھی ہیں - یہ زمانہ ہندوستان میں جلال الدین فیروز شاہ خلجی کا تھا - وصاف اور رشید دونوں قریب قریب بیک لفظ یہ لکھتے ہیں :-

”معبور کولم سے لے کر سیلوار (نیلور)
کے ملک تک سمندر کے کنارے کنارے
تین فرسنگ لغبا ہے - اس کے اندر بہت
سے شہر اور گاؤں ہیں - راجہ کو یہاں کے
لوگ دیوار کہتے ہیں جس کے معنی
دولت والے کے ہیں - چین کے بڑے جہاز
چن کو جنک کہتے ہیں یہاں چین“

(۱) توہم البلدان صفحہ ۳۵۵ -

(۲) تاریخ وصاف کی تصنیف کا سال سنہ ۷۰۷ھ (سنہ ۱۳۰۷ع) ہے،

چوتھا مرکز معبر یا کارومندل

مدراس میں ملیبار کے دوسرے مقابل ساحل کو عرب معبر کہتے ہیں۔ اس کا موجودہ مشہور نام کار و مندل ہے۔ معبر کا نام بھی عرب سیاحوں اور تاجروں میں خاص طور سے شہرت رکھتا تھا۔ ابن سعید مغربی نے چھٹی صدی کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہہ کولم کے پورب تین چار دن کے راستہ پر دکھن کی طرف جھکا ہوا ہے (۱)۔ زکریا قزوینی (سنہ ۹۸۶ھ) نے ساتویں صدی میں اس کا نام مندل لکھا ہے اور یہاں کی عود لکڑی کی تعریف کی ہے (۲)۔ اور اسی کے قریب راس کامران (راس کساری) کو جگہ دی ہے جس کی نسبت سے اس عود کو کامرونی (قامرونی) عود کہتے تھے (۳)۔ ابوالفداء سنہ ۷۳۲ھ (سنہ ۱۳۱۳ع) نے راس کساری کو راس کمہری لکھا ہے (۴) اور معبر کی حد یہہ لکھی ہے کہ یہہ ملیبار کے پورب کولم سے تین چار دن کی مسافت پر ہے اور اس کا آغاز کولم کے پورب

(۱) تقویم البلدان ص ۳۶۱ -

(۲) آثارالبلاد قزوینی صفحہ ۸۲ -

(۳) تقویم البلدان صفحہ ۳۵۵ -

(۴) ایضاً ۳۵۲ -

کیش (قیس) (۱) کی بندرگاہ سے لا دیا کرے -
 سال میں دس ہزار گھوڑے خلیج فارس
 کی دوسری بندرگاہوں سے جیسے قطیف
 النحاء، بصرین، هرمز، وغیرہ سے آتے تھے
 اور ہر گھوڑے کی قیمت ۲۲۰ طلائی سکے
 (دینار) ہوگئی - سنہ ۶۹۲ھ (سنہ ۱۲۹۳ع)
 میں دیوان مر گیا اور اس کی دولت
 اس کے وزیروں، مشیروں اور نائیوں میں
 بت گئی اور شیخ جمال الدین کو جو
 اس کا جانشین ہوا، کہتے ہیں کہ
 سات ہزار بیلوں کا بوجھ سونا اور
 جواہرات ہاتھ آئے اور تقی الدین پہلے کے
 معاہدہ کے مطابق اس کا نائب مقرر
 ہوا - (۲)

اسی زمانہ کے قریب قریب مارکوپولو جب یہاں
 آیا ہے اس وقت یہاں کی حکومت پانچ ہندو راجاؤں کے
 ہاتھوں میں پائی مگر مسلمانوں کا تاجرانہ عمل و دخل

(۱) عرب و ہند کے تجارتی تعلقات کے ضمن میں اس جزیرہ کا پورا
 حال گزر چکا ہے -

(۲) ترجمہ جامع التواریخ الیث جلد اول صفحہ ۶۹ و ۷۰ - وصات نے زیادہ
 تحقیق اور تفصیل کے ساتھ اس کو لکھا ہے - دیکھو وصات جلد ۲ ص ۳۲ - ۳۳ -

ماچین اور سندھ اور ہند کے ملکوں سے
 بیش قیمت سامان اور کپڑے لاتے ہیں -
 معبر سے ریشمی کپڑے خوشبودار لکڑی
 لے جاتے ہیں اور اس کے دریا سے بڑے
 موتی نکالے جاتے ہیں - یہاں کی
 پیداواریں عراق، خراسان، شام، روم اور
 یورپ تک جاتی ہیں - یہہ ملک لال اور
 خوشبودار گھاسیں پیدا کرتا ہے - اس کے
 مندر میں بکثرت موتی ہیں - معبر
 ہندوستان کی کنجی ہے - چند سال
 پہلے سندھ پاندے یہاں کا دیوان تھا
 جس نے اپنے تین بھائیوں کے ساتھ
 مختلف سمتوں میں قوت حاصل کی -
 ملک تقی الدین بن عبدالرحمان بن
 محمد الطیبی جو شیخ جمال الدین کا
 بھائی ہے اس راجہ کا وزیر اور مشیر تھا
 جس کو پتن، ملی پتن، (پتم اور ملی
 پتم) اور بادل کی ریاست راجہ نے سپرد
 کر دی تھی اور چونکہ معبر میں گھوڑے
 اچھے نہیں ہوتے اس لئے درمیان میں
 یہہ معاہدہ تھا کہ جمال الدین ابراہیم
 دیوان کو چودہ سو مضبوط عرب گھوڑے

لفاطی سے بھری ہوئی تاریخ ہے اس واقعہ کو پوری تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے (۱) - مسلمانوں نے اپنے عہد و پیمان اور دارالامن کی بنا پر دھول کے راجہ کی پوری مدد کی اور اس کی طرف سے ترک مسلمانوں سے خوب لڑے لیکن ترک بہادروں کا مقابلہ آسان نہ تھا - راجہ نے شکست کھائی اور ملک پر سلطان علاءالدین کے سپہ سالار ملک کافور نے قبضہ کر لیا۔ ان مسلمانوں کو جو اس سے لڑے تھے وہ سخت سزا دینا چاہتا تھا مگر انہوں نے قرآن اور کلمہ پڑھ پڑھ کر اپنا مسلمان ہونا ثابت کیا - (۲)

یہ واقعہ سنہ ۷۱۰ھ (سنہ ۱۳۱۰ع) میں پیش آیا -

الیٹ صاحب کی ایک غلطی

الیٹ نے اپنی کتاب کی دوسری جلد میں تاریخ علائی کے نام سے خزائن الفتوح کا خلاصہ کیا ہے - اس میں اس واقعہ کے ضمن میں خسرو کے ایک فقرہ کا یہ ترجمہ دیا ہے کہ ”یہ مسلمان نیم ہندو اور اپنے دین و مذہب سے بے خبر تھے“ (۳) - لیکن یہ مطلب بالکل غلط ہے

(۱) خزائن الفتوح امیر خسرو - مطبوعہ تاریخ جامع ملیہ اسلامیہ علی گڑھ

سنہ ۱۹۲۷ع ص ۱۵۷ - ۱۶۲ -

(۲) ج ۳ ص ۹۰ -

(۳) دیکھو خزائن الفتوح ص ۱۶۱ و ۱۶۲ -

بھی یہاں اس کو پورا نظر آیا اور گھوڑوں کی آمد
عرب سے اس طرح تھی - کہتا ہے :-

”اس ملک میں گھوڑے نہیں ہوتے - ہرمز
اور عدن کی بندرگاہوں سے سوداگر ہر سال
گھوڑے لاتے ہیں اور پانچوں راجوں میں
ہر سال دو دو ہزار گھوڑے خریدے
جاتے ہیں اور ایک ایک گھوڑے کی
قیمت پانچ پانچ سو دینار دی جاتی
ہے“ -

یہاں کے موتی اور جواہرات کی لا تعداد دولت کا
اس نے بھی ذکر کیا ہے -

ہندو راجہ کے لئے مسلمانوں کی
مسلمانوں سے لڑائی

اس کے بعد ہی سلطان علاء الدین خلجی کی فوج نے
گجرات سے لے کر کارومندل تک زیر و زبر کر ڈالا -
اس وقت تمام ہندوستان میں پہلی دفعہ یہ واقعہ
پیش آتا ہے کہ کارومندل جس کا پایہ تخت اس وقت
بہر دھول تھا اس کے راجہ کی طرف سے مسلمان عساکریوں
اور عربوں نے مسلمان ترک حملہ آوروں کا مقابلہ کیا -
امیر خسرو دہلوی نے خزائن الفتوح میں جو علاء الدین
خلجی کی انہیں فتوحات کی ایک رنگین اور بے معنی

سب سے پہلا عرب سیاح و تاجر جس نے اپنا سفرنامہ سنہ ۲۳۵ھ میں تمام کیا ہے یعنی سلیمان، اس نے ولہیہ راجہ کی بڑی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ وہ اس کو اور اس کی رعایا کو عربوں اور مسلمانوں سے بڑی محبت ہے اور اس کی رعایا کا عقیدہ ہے کہ ہمارے راجاؤں کی عمریں اسی لئے زیادہ بڑی ہوتی ہیں کہ وہ عربوں کے ساتھ محبت سے پیش آتے ہیں۔ (۱) - ان اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب سوداگروں اور نوآبادکاروں اور یہاں کے لوگوں میں بڑے اچھے دوستانہ تعلقات تھے - یہی سبب ہے کہ اس راج کے مختلف شہروں میں عربوں کی آبادیاں کثرت سے قائم ہو گئی تھیں اور وہ اخیر اخیر تک قائم رہیں -

اسی طرح طاقن یا داکھن یا دکھن کے راجہ کی نسبت بھی اس کا یہی بیان ہے کہ وہ عربوں کے ساتھ بلہرا ہی کی طرح محبت رکھتا ہے۔ (۲) - خاص گجرات یا گوجر (جزر) راجاؤں کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ عربوں کے دشمن ہیں۔ (۳) -

تیسری صدی ہجری کے آخر اور چوتھی صدی ہجری کے شروع میں جب بزرگ بن شہریار ناخدا

(۱) ص ۲۶ و ۲۷ -

(۲) ص ۲۹ -

(۳) ص ۲۸ -

حقیقت یہہ ہے کہ امیر خسرو نے اپنے شاعرانہ مبالغہ اور انشا پردازی کی نری الفاظی میں ان مسلمانوں کو ہندو راجہ کے ساتھ دینے کے جرم میں بہت کچھہ ابرا بہلا کہا ہے جس کا کوئی مقصود و مطلب نہیں ہے چہ جائیکہ اس کے معنی نیم ہندو کے ہوں (۱) -

پانچپواں مرکز گجرات

عربوں کا پانچپواں تجارتی مہاذ گجرات، کاتھیاوار، کچھہ اور کوکن کا علاقہ تھا جہاں ولہیہ رائے یا عربوں کے معسوب راجہ بلہرا کی حکومت اتھی جس کی پہلی راجدھانی ولہیہ پور تھا جو موجودہ بھاؤنگر کے پاس ایک بڑا شہر تھا اور عرب اس کو ہمیشہ مانگر یا مہانگر کے نام سے پکارتے تھے - آثار قدیمہ کی موجودہ تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس شہر کا دائرہ پانچ میل تک پھیلا ہوا تھا - یہاں کے بعض راجاؤں کا مذہب بودھہ اور بعضوں کا جین تھا اور انہیں دونوں کے جھگڑوں میں شائد اس کا خاتمہ ہوا - اس راج کے زیر سایہ چیمور کی بندرگاہ جس کو عرب صیمور کہتے ہیں بہت ترقی پر تھی اس کے بعد کہمبایت وغیرہ کا درجہ تھا -

اس مسلمان قاضی یا کونسل کے تھے جو غیر مسلم حکومتوں میں انہیں حکومتوں کی طرف سے مسلمانوں کے معاملات کو فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کیا جاتا تھا - عربوں اور مسلمانوں کی حکومتوں کو جب دنیا میں پورا عروج حاصل تھا تو جس طرح آج کل یورپین قوموں کو ایشیا اور افریقہ کی سلطنتوں میں خاص خاص امتیازات حاصل ہیں اور ان کا مقدمہ کسی غیر یورپین کی عدالت میں پیش نہیں کیا جاتا، اسی طرح عربوں اور مسلمانوں کی کیفیت بھی تھی اور اسی طرح کے حقوق انہوں نے بھی اپنے تعلق اور آمد و رفت کے غیر اسلامی ملکوں میں حاصل کر لئے تھے - ترکستان، روم، چین، اور ہندوستان میں مسلمانوں کے ان امتیازی حقوق کا پتہ چلتا ہے (۱) - بہر حال اسی قاضی یا کونسل یا غیر حکومت کے مقرر کردہ مسلمان افسر کا نام ”ہنرمند“ تھا - تیسری صدی ہجری کے اخیر اور چوتھی صدی ہجری کے شروع میں چیمور میں عربوں کی اتنی بڑی آبادی ہو گئی تھی کہ ان کے لئے راجہ کو ایک ہنرمند مقرر کرنا پڑا تھا جس کا نام عباس بن ماہان تھا - (۲)

(۱) دیکھو ابن حوقل ص ۲۳۳ -

(۲) عتائبالہند ص ۱۲۲ -

ادھر اپنے جہاز لاتا تھا تو ان اطراف میں عربوں اور عام مسلمانوں کی بڑی آبادی تھی - ایک نو مسلم ہندو جہازراں بھی اس کو ملتا ہے جس نے اپنے جہازوں کے ذریعہ سے بڑی دولت کمائی تھی اور حج بھی ادا کیا تھا (۱) ، محمد بن مسلم سیراف کا ایک تاجر اس کو ملتا ہے جو تھانہ (بمبئی کے پاس) میں بیس برسوں سے زیادہ رہا تھا اور ہندوستان کے اکثر شہروں میں اس نے سفر کیا تھا اور ان تمام حالات سے واقف تھا (۲) - چیمور (صیمور واقع گجرات) میں فسا (واقع فارس) کے ایک مسلمان ابوبکر سے اس کی ملاقات ہوئی (۳) - گوا جس کو قدیم عرب ضداپور کہتے تھے اس کے راجہ کا مصاحب موسیٰ نام ایک مسلمان تھا (۴) -

ہنرمند

یہہ ایک فارسی لفظ ہے جس کے معنی ہنر والے کے ہیں لیکن عربوں نے ایک خاص معنی میں اس کو استعمال کیا ہے اور اخیر کی دال گرا کر وہ اس کو ہنر من کہتے ہیں اور اس کا مصدر ”دھر منہ“ (ہنرمند ہونا) بناتے ہیں - اس کے اصطلاحی معنی

(۱) عجائب الہند ص ۱۶ -

(۲) ص ۱۵۲ -

(۳) ص ۱۵۷ -

(۴) ص ۱۵۷ -

صیمور میں دس ہزار کی آبادی

صیمور (ولبہہ راے کی حکومت میں ایک شہر) میں عربوں اور مخلوط المسلم مسلمانوں کی آبادی روز بروز بڑھتی جاتی ہے، جس زمانہ میں (سنہ ۳۰۴۲ھ میں) مسعودی آیا ہے صرف اسی ایک شہر میں مسلمانوں کی دس ہزار کی آبادی تھی -

بیمبر

خدا جانے یہہ کیا لفظ ہے بہر حال اس کے معنی مسعودی نے یہہ لکھے ہیں کہ وہ مسلمان جو ہندوستان میں پیدا ہوئے ہیں اس کی جمع بیاسرہ ہے - مسعودی کی یہہ اہم عبارت حسب ذیل ہے :-

”میں سنہ ۳۰۴۲ھ میں لار کی سرزمین میں سے جو بلہرا کی حکومت میں ہے شہر چیمور (صیمور) میں موجود تھا، اس زمانہ میں اس شہر کے حاکم کا نام جانچ تھا اور اس وقت وہاں دس ہزار مسلمان آباد تھے جو ہندوستان کے پیدا شدہ (بیاسرہ) اور سیراف، عمان، بصرہ اور بغداد اور دوسرے ملکوں کے تھے جنہوں نے یہاں بود و باش اختیار کرلی ہے - ان میں سے بہت سے

ولبہہ رائے کی عملداری

چوتھی صدی ہجری کے شروع میں مسعودی ہندوستان آیا ، سنہ ۳۰۳ھ میں وہ کہمبایت میں تھا - اس کے علاوہ وہ گجرات کے مختلف شہروں میں پھرا - ولبہہ رائے (بلہرا) راجاؤں کے متعلق اس کی بھی شہادت وہی ہے جو اس کے ساتھ ستر برس پہلے سلیمان تاجر نے ظاہر کی تھی - کہتا ہے ” سندھ اور ہندوستان کے تمام راجاؤں میں راجہ بلہرا کے راج کی طرح اور کسی راج میں عربوں اور مسلمانوں کی اتنی عزت نہیں - اسلام اس راجہ کی حکومت میں معزز اور محفوظ ہے اور اس کے ملک میں مسلمانوں کی مسجدیں اور جامع مسجدیں بنی ہیں جو ہر طرح آباد ہیں - یہاں کے راجہ چالیس چالیس ، پچاس پچاس ، برس راج کرتے ہیں ، یہاں کے لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ ہمارے راجاؤں کی عمریں اسی عدل و انصاف اور مسلمانوں کی عزت کرنے کے سبب سے لمبی ہوتی ہیں - گجرات کے راجہ کی دشمنی کا وہی حال ہے اور طاقن یا دکھن کے راج میں بھی مسلمانوں کی وہی عزت ہے - (۱)

جو بت پوجتے ہیں مگر اپنے ساتھ وہ مسلمانوں کو بھی
بسا لیتے ہیں“ (۱) -

کھمبایت میں

کھمبایت کی نسبت اس کا بیان ہے کہ ”یہ بھی
ہندوستان کے ساحلی شہروں میں سے ہے جہاں تاجر
جایا کرتے ہیں، اس میں مسلمان بھی آباد ہیں“ (۲)
اس کے بعد ہی سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ
میں (سنہ ۶۲۵ھ) جامع الحکایات کا مصنف عوفی غالباً
سندھ سے کھمبایت گیا تھا - اس کا بیان ہے کہ
”وہاں (کھمبایت میں) خوش عقیدہ اور دیندار
مسلمانوں کی آبادی ہے اور ان کی ایک جامع مسجد
بھی ہے اور اس کا ایک امام اور خطیب بھی ہے -
گجرات کا راجہ جو نہروالہ میں رہتا تھا ان لوگوں کے
ساتھ بہت عدل و انصاف کے ساتھ پیش آتا تھا (۳) -

کھمبایت سے چیمور تک چوتھی صدی میں

ابن حوقل بغدادی جس نے چوتھی صدی ہجری
میں گجرات سے سندھ تک سفر کیا تھا وہ بیان
کرتا ہے کہ -

(۱) بحوالہ تقویم البلدان ابوالفداء ص ۳۵۹ -

(۲) ایضاً ص ۲۵۷ -

(۳) جامع الحکایات عوفی کا قلمی نسخہ موجودہ دارالمصنفین (اعظم گڑھ) -

معزز سوداگر ہیں جیسے موسیٰ بن اسحاق
 صندا لونی (صندا پوری؟) اور ہندومندی
 کے عہدہ پر ان دنوں ابو سعید معروف
 بن زکریا ممتاز تھے - ہندومند سے
 مراد مسلمانوں کا سردار ہے اور
 اس کی صورت یہ ہے کہ راجہ
 مسلمانوں پر انہیں کے رئیسوں میں سے
 کسی کو سردار بنا دیتا ہے اور مسلمانوں
 کے معاملات اسی کے سپرد کر دیتا ہے
 اور بیاسرہ کے معنی ہیں وہ مسلمان
 جو ہندوستان میں پیدا ہوئے ہوں“ (۱) -

تہانہ میں

چھٹی صدی ہجری کے آخر میں سلطان شہاب الدین
 کا ہمعصر ابن سعید مغربی سنہ ۵۸۵ھ مراکش اور مصر
 میں بیٹھکر بیرونی کی قانون مسعودی کی طرح جغرافیہ
 فلکی پر ایک کتاب لکھ رہا تھا - اس میں اس نے
 جنوبی ہند کے بعض شہروں کے نام لئے ہیں - تہانہ کے
 ذکر میں کہتا ہے کہ ”یہ گجرات (لار) کا آخری شہر ہے“
 تاجروں کی زبان پر اس کا نام بہت مشہور ہے -
 اس ہندی ساحل پر رہنے والے سب ہندو ہیں

بیچ میں سیکڑوں میل کے علاقہ بدستور ہندو رایوں اور راجاؤں کے زیرِ فرماں رہے۔ گنجرات تو پھر ہمیشہ کے لئے اسلامی ہو گیا مگر کارو منڈل (معبّر) میں حسن کیتھلی اور اس کے جانشین نے آٹھویں صدی کے وسط تک تقریباً چالیس برس تک حکومت کی پھر بیجانگر کے راجاؤں نے اس کو فتح کر لیا۔

مراکش کا مشہور سیاح ابن بطوطہ جو اسی زمانہ میں ہندوستان آیا تھا اور محمد تغلق کی طرف سے ایک جوابی سنارت لے کر چھن جا رہا تھا وہ دہلی سے کھمبایت اور پھر کھمبایت سے کارو منڈل گیا تھا جہاں سے چھن کو جہازات جاتے تھے۔ اس پورے راستہ کی اسلامی آبادیوں اور وہاں کے حاکموں کا اس نے ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خالص ہندوؤں کی آبادی اور حکومت میں کہاں کہاں مسلمان آباد تھے اور ان کی کیا حالت تھی۔

کھمبایت

ابن بطوطہ دوام آباد اور ساگر ہوکر کھمبایت پہنچا ہے جو گنجرات کی بڑی بندرگاہ تھی۔ یہہ بندرگاہ گو اب دہلی کی سلطنت سے برائے نام وابستہ تھا مگر یہاں کی تجارت، کاروبار، اثر و اقتدار اور نظم و نسق تمام عرب اور عراقی کے تاجروں اور جہازرانوں کے ہاتھوں میں

۱۱ کہمباییت سے صیمور تک راجہ بلہرا (ولہیہ راے) کی حکومت ہے اس میں غالب آبادی تو ہندوؤں کی ہے لیکن اس میں مسلمان بھی ہیں اور مسلمانوں پر حکومت خود مسلمانوں کی ہے یعنی راجہ کی طرف سے ایک مسلمان والی ان کے لئے مقرر ہوتا ہے - ولہیہ راے کے علاقوں میں مسجدیں ہیں جن میں جمعہ کی نمازیں ادا کی جاتی ہیں اور اسی طرح ان میں اور نمازیں پڑھی جاتی ہیں اور اذان بھی علی الاعلان دی جاتی ہے ” (۱) -

کہمباییت سے کارومندل تک آٹھویں صدی ہجری میں

گجرات سے کارومندل تک جتنا علاقہ ملک کافور فتح کرتا چلا گیا تھا وہ ایک آندھی تھی جو اُٹی اور گذر گئی مگر ابتدا اور انتہا میں فتح علاقے کا جو جھلکا دکھایا تھا وہ نہ اکھڑ سکا ، تاہم وہ دونوں خود مختار ہو گئے - ادھر گجرات اور ادھر کارومندل

گاوی اور گاوی سے گندھار پہنچا - کہتا ہے یہہ دونوں ساحلی شہر راجہ جالینی کے قبضہ میں ہیں - مگر وہ بادشاہ اسلام کے ماتحت ہے، یہاں اس کو مسلمان آباد ملتے ہیں جن میں بہت سے راجہ کے درباریوں اور افسروں میں داخل تھے - ان میں ایک خواجہ بہرہ نام تھا اور دوسرا ناخدا ابراہیم تھا جو چھ جہازوں کا مالک تھا - ابن بطوطہ اسی گندھار میں ناخدا ابراہیم اور اس کے بھائی کے جہازوں میں سوار ہوا - ان جہازوں کے نام جاگیر اور مغورت تھے - جہازوں میں پچاس تیرانداز اور پچاس حبشی سپاہی تھے -

بیرم

یہہ ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جو ہندوستان کے ساحل سے چار میل دور ہے (یہہ عدن کے قریب کا بیرم نہیں) - پہلے اس پر ہندو قابض تھے پھر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا - ابن بطوطہ کے زمانہ میں ملک التجار گزرونی نے اس کو تعمیر کیا اور وہاں مسلمانوں کو آباد کیا -

گوگہ

یا گوگہ (موجودہ بھاؤنگر کے پاس ہے) یہاں راجہ دنکول کی حکومت تھی - بہت بڑا شہر تھا - بڑے بڑے بازار تھے یہاں اس نے ایک مسجد دیکھی جو حضرت خضر کی طرف منسوب تھی (جن کو عام لوگ سمندر

تھا جو یہاں پہلے سے آباد چلے آتے تھے - عربی و عراقی و عجمی مسلمانوں کی ہر طرف کثرت تھی اور ان کی بنائی ہوئی مسجدیں اور خانقاہیں آباد تھیں - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ دیہہ شہر ایلی مسجدوں اور دوسری عمارتوں کے لحاظ سے بہترین شہر ہے اور اس کا سبب یہہ بتاتا ہے کہ یہاں کے اکثر باشندے بیرونی ملکوں سے تجارت کرتے ہیں، وہ ہمیشہ عمدہ مکانات اور خوبصورت مسجدیں بناتے رہتے ہیں اور ان کے بنانے میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کا جذبہ پیدا ہے - عالیشان عمارتوں میں شریف سامری کا متصل ہے، اس کے پہلو میں عظیم الشان مسجد ہے اور ملک التجار گزرونی کا بھی بڑا مکان ہے اور اس کے ساتھ بھی ایک مسجد ہے اور تاجر شمس الدین کلاہدوز کا گھر بہت بڑا ہے - شہر میں حاجی ناصر کی خانقاہ ہے جو عراق کے شہر دیار بکر کے باشندہ تھے - دوسری خانقاہ خواجہ استحاق کی ہے جہاں فقیروں کے لئے لنگر بھی تقسیم ہوتا ہے (۱) -

گاہی اور گندھار

گاہی اور گندھار یہہ دونوں پہرچ کے ساتھ کی بندرگاہ تھے - (آئین اکبری) - ابن بطوطہ کہمبایت سے چل کر پہلے

(۱) سفرنامہ ابن بطوطہ عربی مطبوعہ خیرید مصر جلد دوم صفحہ ۱۲۸

جمال الدین کا اصلی مرکز تھا۔ یہاں ابن بطوطہ کو شیخ متھند ناگوری نام ایک صاحب خانقاہ بزرگ ملے اور فقیہ اسماعیل سے جو قرآن پاک کے استاد تھے اور نور الدین علی قاضی سے اور ایک اور امام سے ملاقات ہوئی۔ اس شہر میں اس نے عجیب بات یہہ پائی کہ یہاں عورتوں، مردوں سب میں تعلیم کا برابر چرچا تھا۔ شہر میں ۱۳ مکتب لڑکیوں کے اور ۲۳ لڑکوں کے دیکھے۔ ہنور کی مسلمان عورتیں بھی ہندو عورتوں کی طرح ساری باندھتی تھیں۔ باشندوں کا ذریعہ معاش تجارت تھی۔ یہاں ابن بطوطہ کو اس مسلمان جوگی کا ایک پیام اور تحفہ ملا۔ باشندے امام شافعی کے پیرو تھے جس کے معنی یہہ ہیں کہ وہ عرب تھے یا ان کی اولاد تھے۔

ملیبار

ہنور سے ابن بطوطہ کا جہاز ملیبار کے سواحل پر آکر لگتا ہے۔ کہتا ہے کہ اس علاقہ کی حد چندا پور سے کولم تک دو مہینہ کا راستہ ہے۔ یہہ سیاہ مریچوں والا ملک ہے اس ملک میں چھوٹے بڑے بارہ ہندو راجہ ہیں۔ بڑے راجاؤں کے پاس پچاس پچاس ہزار اور چھوٹوں کے پاس تین چار ہزار نوچ ہے۔ ایک راجہ کا علاقہ ختم ہو کر جہاں دوسرے راجہ کا علاقہ شروع ہوتا ہے

میں قوبتوں کا سپارا سمجھتے ہیں) - یہاں حیدری فقیروں کا ایک گروہ تھا -

چنداپور

یہاں سے ہمارا مسافر چنداپور پہنچا جس کو عرب صنداپور کہتے تھے اور جس کو اسی تشابہ کی وجہ سے میں نے کبھی سنگھاپور سمجھا تھا - لیکن وہ درحقیقت موجودہ گوا کے پاس تھا - ہمارا سیاح یہاں ایک مسلمان سلطان جمال الدین ہنوری کی ریاست پاتا ہے - اس سلطان جمال الدین کا باپ حسن ایک جہازراں تھا - سلطان جمال الدین راجہ ہریب (صحیح نام ہریہ ہے اور یہہ بیجانگر کا راجہ تھا) کے ماتحت تھا - یہاں ایک ہندوؤں کا اور دوسرا مسلمانوں کا محلہ الگ الگ تھا - یہاں ایک عظیم الشان مسجد تھی، ابن بطوطہ کی نگاہ میں بغداد کی مسجدوں کا مقابلہ کرتی تھی -

چنداپور کے پاس ہی ایک اور چھوٹی سی ساحلی آبادی تھی جہاں ایک گرجا بھی تھا، اور وہاں کے ایک بتخانہ میں ایک بظاہر جوگی لیکن درحقیقت مسلمان صوفی سے اس کی ملاقات ہوتی ہے جو صرف اشاروں سے باتیں کرتا تھا -

ہنور

جس کو ہنور کہتے ہیں اور جو اب بھی احاطہ بمبئی میں شمالی کنڑا کے ضلع میں ہے - یہ سلطان

ابی سرور

ملیبار کے جس شہر میں پہلے وہ داخل ہوتا ہے اس کا نام وہ ابی سرور بتاتا ہے - ابوالندا نے اپنے جغرافیہ میں اس شہر کا نام یاسرور لکھا ہے - ابن بطوطہ کہتا ہے یہہ ایک چھوٹی سی بندرگاہ ہے یہاں بھی مسلمانوں کی آبادی ہے اور ان کا سب سے بڑا آدمی یہاں شیخ جمعہ ہے جو ابی ستہ کے نام سے مشہور ہے بڑا مختصر آدمی ہے اس نے اپنی دولت فقیروں اور محتاجوں کو بانٹ دی ہے یہاں ناریل کے درخت بہت ہیں -

پاکنور

ابی سرور سے وہ پاکنور پہنچتا ہے (یہہ مدراس میں جنوبی کنٹری میں برکور کے نام سے اب مشہور ہے یہہ ابن بطوطہ کے زمانہ میں بیجانگر کے ماتحت تھا) کہتا ہے کہ یہاں کے راجہ کا نام باس دیو ہے اس کے پاس تیس جنگی جہاز ہیں لیکن ان کا امیر البکر مسلمان ہے جو اچھا نہ تھا - تاجروں کو لوٹتا تھا - جب یہاں کوئی جہاز آتا ہے تو راجہ ”بندرگاہ کے حق“ کے نام سے کچھ وصول کرتا تھا - راجہ نے ابن بطوطہ کی بڑی خاطر کی - یہاں کا بڑا آدمی حسین سلاط ہے اور یہاں قاضی اور خطیب مقرر ہیں اور حسین سلاط کی بنوائی ہوئی ایک مسجد بھی ہے -

وہاں لکڑی کا ایک پھاٹک لگا ہے جس پر اس علاقہ کے راجہ کا نام لکھا ہے - ہندو حکومت ہونے کے باوجود ان علاقوں میں مسلمانوں کی بڑی عزت ہے - چنداپور سے کولم تک ہر آدھ میل پر لکڑی کا ایک مکان بنا ہے جس میں دوکانیں اور چبوترے بنے ہیں ہر مسافر خواہ وہ مسلمان ہو یا ہندو ہو آرام کرتا ہے - ہر ایک مکان کے پاس ایک کنواں ہے جس پر ایک ہندو سب کو پانی پلاتا ہے - ہندوؤں کو برتن میں اور مسلمانوں کو اوک سے - ہندو باشندے مسلمانوں کو اپنے گھروں کے اندر نہیں آنے دیتے اور نہ اپنے برتنوں میں ان کو کھاتے ہیں اور اگر کھاتے ہیں تو یا اس برتن کو توڑ دیتے ہیں یا اسی مسلمان کو آدے دیتے ہیں لیکن جہاں کہیں کوئی مسلمان نہ ہو وہاں وہ مسلمانوں کا کھانا پکا دیتے ہیں اور کیلے کے پتے پر رکھ دیتے ہیں جو باقی بچتا ہے وہ چیل کوے اور کتے کو کھلا دیتے ہیں - اس پورے راستہ میں ہر منزل میں مسلمان آباد ہیں جن کے پاس مسافر جا کر ٹہرتے ہیں اور وہ ان کے لئے ہر چیز خرید کر کھانا پکا دیتے ہیں یہاں اگر مسلمانوں کی آبادی جا بجا نہ ہوتی تو مسلمان مسافروں کا یہاں سفر کرنا مشکل تھا - راستہ میں بھی اگر ہندو کسی مسلمان راہ چلتے کو دیکھتے ہیں تو راستہ سے ہٹ جاتے ہیں -

مسجد ہے جس کی نذر تمام جہاز والے مانتے ہیں اور دیتے ہیں اس کی نذر و نیاز کا ایک خزانہ ہے جس کا منتظم حسین نام وہاں کی مسجد کا امام ہے اور حسین وزان یہاں کے مسلمانوں کا سردار ہے۔ یہاں طالب علموں کی ایک جماعت ہے جس کو اسی جامع مسجد کے خزانہ سے وظیفہ ملتا ہے اس مسجد کے متعلق ایک لنگر خانہ بھی ہے جہاں سے مسافروں کو اور غریب مسلمانوں کو کھانا بتتا ہے۔ یہاں متدشوا (افریقہ) کے ایک درویش سے ابن بطوطہ کی ملاقات ہوتی ہے یہہ بزرگ ہندوستان اور چین اور عرب کی سیاحت کر چکے تھے۔

چریٹن

یہہ ملیبار کے علاقہ میں شاید وہ مقام ہے جس کو اب سری کندا پورم کہتے ہیں۔ پہلی صدی ہجری میں ملیبار کے راجہ کے مسلمان ہونے پر ملیبار کے مختلف شہروں میں جو مسجدیں بنی تھیں ان میں ایک یہاں بھی بنی تھی۔ ابن بطوطہ کہتا ہے کہ ”یہاں کے راجہ کا نام کویل ہے یہہ ملیبار کا بڑا راجہ ہے اس کے جہازات فارس، یمن اور عمان جاتے ہیں“ یہاں بغداد کے ایک عالم سے اس کی ملاقات ہوئی جن کا ایک بھائی یہاں کا بڑا سوداگر تھا اور جو بڑی دولت چھوڑ کر مرا تھا۔ ہندو راجہ مسلمان میت کے ترکہ میں سے کچھ

منگور

یہاں سے وہ منگور (منگلور) جاکر لنگر ڈالنا ہے۔ کہتا ہے کہ یہہ ملیبار کا سب سے بڑا دریائی موقع ہے اور فارس اور یمن کے اکثر تاجر یہاں اترتے ہیں۔ اس کے راجہ کا نام رام دیو ہے۔ چار ہزار کے قریب مسلمان یہاں آباد ہیں ان کا محلہ الگ ہے۔ کبھی کبھی یہاں کے باشندوں سے ان کی لڑائی بھی ہوتی ہے مگر راجہ بیچ میں پڑکر دونوں میں صلح کرا دیتا ہے۔ یہاں ایک قاضی ہے جو نہایت لائق اور فیاض آدمی ہے جس کا نام بدرالدین ہے معبر (کارومندل) کا رہنے والا شافعی مذہب ہے۔ یہاں کے راجہ نے اپنے لڑکے کو جب ضمانت کے طور پر جہاز میں بھیجا تب ہم قاضی کے کہنے سے اترے تین دن تک ہماری ضیافت ان لوگوں نے کی۔

ہیلی

ہیلی نام گو اب کوئی بندر نہیں مگر کڈانور سے سولہ میل شمال کی طرف پہاڑ کا ایک گونا سمندر میں نکلا ہے اس کو کوہ ہیلی (ایلی) کہتے ہیں۔ ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ وہ یہہ بہت بڑا اور خوبصورت شہر ہے یہاں بڑے بڑے جہازات آتے ہیں چین کے جہاز یہیں آکر ٹہرتے ہیں۔ یہہ شہر ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے نزدیک مقدس ہے کیونکہ یہاں ایک جامع

وہ راجہ مسلمان ہو گیا تھا - وہ عربی خط پڑھہ سکتا تھا اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا مسلمان نہ ہوا اور اس نے اس درخت کو چڑ سے اُکھڑوا دیا مگر وہ پھر نکل آیا - ابن بطوطہ کے زمانہ میں اس مسجد کے پاس وہ درخت موجود تھا اس کے سامنے ایک محراب بنی تھی -

بدھ پتن

دہ پتن سے چھار ہدھ پتن پہنچا یہاں یہی پہلی صدی ہجری والے نو مسلم راجہ کی ایک مسجد تھی - ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ یہہ بھی سمندر کے کنارے ایک بڑا شہر ہے (یہہ شاید شہر چالیام تھا جو موجودہ شہر بے پور کے قریب واقع تھا) - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ یہاں زیادہ تر برہمن آباد ہیں جو مسلمانوں سے بہت نفرت رکھتے ہیں اور مسلمان آباد نہیں - شہر کے باہر سمندر کے کنارے ایک مسجد ہے ، مسلمان مسافر وہیں جا کر ٹھہرتے ہیں یہہ مسجد بھی اس لئے بچی ہوئی ہے کہ ایک دفعہ کسی برہمن نے اس کی چھت توڑ کر اس کی لکڑی اپنے گھر میں لگا لی تو اس کا گھر جل گیا جس میں وہ خود مع اپنے تمام خاندان اور اسباب کے جل کر مر گیا - اس وقت سے کوئی برہمن اس مسجد کو نہیں چھوتا بلکہ وہ اس مسجد کی خدمت اور حفاظت کرتے ہیں - آنے جانے والوں کے

نہیں لیتا بلکہ وہ مسلمانوں کے سردار کے پاس امانت رکھتا ہے - ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ جب میں چلا ہوں تو وہ عالم صاحب اپنے متوفی بھائی کا سب سامان لے کر بغداد کی روانگی کی تیاری کر رہے تھے -

دہ پٹن

یہہ بھی راجہ کویل کی عملداری میں ہے سمندر کے کنارے یہہ بڑا شہر ہے - باغات بکثرت ہیں ناریل، سیاہ مرچ، چھالیہ، پان اور ادوی کی بہتات ہے - یہاں راجہ کویل کے بزرگوں میں سے کسی کا بنایا ہوا ایک نہایت خوبصورت تالاب ہے جس میں تراشے ہوئے سرخ پتھر لگے ہیں اور جس کے چاروں کونوں پر چار گنبد ہیں اور اسی کے قریب راجہ کویل کے باپ دادوں میں سے کسی کی بنوائی ہوئی مسجد بھی ہے - مسلمان اس تالاب میں نہاتے اور وضو کرتے اور اس مسجد میں نماز پڑھتے ہیں - کہتے ہیں کہ وہ راجہ مسلمان تھا اس کے مسلمان ہونے کا قصہ ابن بطوطہ نے وہاں کے مسلمانوں کی زبانی یہہ سنا کہ جہاں مسجد ہے وہاں ایک ایسا درخت تھا جس میں ہر خزاں کے موسم میں ایک ایسا پتہ گرتا جس پر کلمہ لکھا ہوتا تھا جب یہہ پتہ گرتا تھا تو آدھا مسلمان اور آدھا ہندو لے لیتے تھے - اس سے بیماروں کو شفا ہو جاتی تھی - اسی کرامت کو دیکھ کر

ہے وہ بحریوں کا باشندہ ہے بڑا عالم اور سختی داتا ہے -
 ہر طرف کے سوداگر اس کے دسترخوان پر آکر کھانا
 کھاتے ہیں - شہر کا قاضی فخرالدین عثمانی ہے اور
 خانقاہ کا شیخ شہاب الدین گازرونی ہے - چین اور ہندوستان
 میں جو لوگ ابواسحاق گازرونی کی نذر مانتے ہیں
 وہ اسی خانقاہ میں لاکر اپنی نذر پیش کرتے ہیں -
 ناخدا مہمال بھی یہیں رہتا ہے - یہہ شخص بہت مشہور
 اور مالدار دریائی تاجر ہے اس کے اپنے جہاز ہیں جو
 ہندوستان ، یمن ، چین اور فارس سے تجارت کا سامان
 لاتے اور لے جاتے ہیں - راجہ کے نائب اور شیخ شہاب الدین
 اور ابراہیم شاہ بندر نے ابن بطوطہ کا استقبال سلطان
 محمد تغلق کے سفیر کی حیثیت سے طبل و علم و
 نقارہ کے ساتھ کیا - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ کالی کت کا
 راجہ بڑا عادل ہے - ایک دفعہ راجہ کے نائب کے بہتیجے
 نے ایک مسلمان تاجر کی تلوار چھین لی ، تاجر نے
 اس کے چچا سے جا کر شکایت کی اس نے تحقیق کے بعد
 حکم دیا کہ اسی تلوار سے اس کے بہتیجے کے دو ٹکڑے
 کر دیے جائیں -

چین کے جہازات یہیں سے روانہ ہوتے تھے ، اچھے
 موسم کے انتظار میں ابن بطوطہ کو مہینوں قیام کرنا پڑا -
 اس کے جہاز کا وکیل ، ملک شام کا رہنے والا سلیمان صفدی
 نام تھا ، اس کی غلامی سے یہ واقعہ پیش آیا کہ

پینے کے لئے پانی کا انتظام کیا ہے اور اس کے دروازہ پر جالی لگادی ہے تاکہ اس میں پرند نہ جائیں -

پنڈارانی

یہاں سے نکل کر ہمارا سیاح پنڈارانی پہنچا جس کو وہ قندرینہ کہتا ہے اور جو کالی کت سے سولہ میل اتر ہے - کہتا ہے کہ یہہ بہت بڑا شہر ہے اس میں مسلمانوں کے تین محلے آباد ہیں ہر محلہ میں ایک مسجد ہے، سمندر کے کنارہ سمندر کے رخ پر ایک پرفضا جامع مسجد ہے وہاں کا قاضی اور امام عمان کا رہنے والا ہے یہاں گرمیوں میں چین کے جہاز آکر ٹہرتے ہیں -

کالی کت

اب ہمارا سیاح ملیبار کے مشہور بندر کالی کت میں پہنچتا ہے - کہتا ہے کہ یہہ ملیبار میں سب سے بڑا بندر ہے یہاں چین، جاوا، سیلون، مالدیپ، یمن، اور فارس کے سوداگر بلکہ تمام دنیا کے سوداگر آتے ہیں - یہاں کا بندر دنیا کی بڑی بندرگاہوں میں سے ہے - یہاں کا راجہ ہندو ہے جس کا لقب زیمور (سامری) ہے - یہہ اسی طرح ڈاڑھی منڈاتا ہے جس طرح (رومی) فرنگی لوگ جن کو میں نے وہاں دیکھا ہے منڈاتے ہیں لیکن یہاں کے سوداگروں اور تاجروں کا سردار مسلمان ہے اس کا نام ابراہیم شاہ بندر

چالیات

ابن بطوطہ کو جہازوں کی تباہی کے سبب سے پھر اسی راستہ سے کالی کت کو واپس آنا پڑا - راستہ میں وہ چالیات میں ٹھہرا، جس کو عرب شالیات کہتے تھے اور اب اس کو شالیا کہتے ہیں - یہہ کالی کت کے قریب تھا، ابن بطوطہ یہاں کے کپڑوں کی صنعت کی تعریف کرتا ہے، وہ یہاں سے ہنور، اور وہاں سے چنداپور (گوا) پہنچتا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ راجہ (شاید بیجانگر کا راجہ مراد ہے) نے لڑکر سلطان جمال الدین ہنوری کے ہاتھ سے یہاں کی ریاست چھین لی - ابن بطوطہ یہاں سے سوار ہو کر مالدیپ چلا گیا -

مالدیپ

یہاں عرب مسلمانوں کی بڑی آبادی تھی اور سلطانہ خدیجہ حکمراں تھی، اس کا پورا حال اوپر گذر چکا ہے -

سیلون

مالدیپ سے وہ سیلون آتا ہے، یہاں کا راجہ اس وقت اریا چکروتی نام تھا، اس کے پاس بہت سے جہازات تھے جو یمن تک جایا کرتے تھے - یہہ راجہ فارسی زبان سمجھتا تھا، نقش قدم کی وجہ سے یہاں عربی اور عجمی مسلمان فقیروں اور درویشوں کی آمد و رفت لگی تھی -

ابن بطوطہ کا مال و اسباب تو جہاز پر چڑھ گیا مگر وہ خود ساحل پر چھوٹ گیا اور آخر وہ خشکی کے راستہ سے کولم روانہ ہوا تاکہ وہاں وہ اس جہاز کو پا کر سوار ہو جائے۔

کولم

کولم موجودہ تروانکور میں داخل ہے۔ ابن بطوطہ کہتا ہے کہ وہ تمام ملیبار میں یہہ شہر سب سے زیادہ خوبصورت ہے، بازار بھی اچھے ہیں، سوداگر اتنے بڑے مالدار ہیں کہ پورے جہاز کے جہاز کا مال وہ ایک دفعہ خرید لیتے ہیں اور گودام میں رکھ کر بیچتے ہیں۔ مسلمان سوداگر بھی یہاں بکثرت ہیں۔ ان میں سب سے بڑا شہر آوہ کا باشندہ علاءالدین ہے۔ یہاں عراقی خاصی تعداد میں آباد ہیں، شہر کا قاضی قزوین کا ایک فاضل ہے۔ شہر میں سب سے دوامت مند مسلمان محمد شاہ بندر ہے۔ اس کا بھائی تقی الدین بڑا فاضل ہے، یہاں کی جامع مسجد بھی اچھی اور خوبصورت ہے، یہاں کے راجہ کا نام تروری (بناتے تیری اس زبان میں راجہ کو کہتے ہیں) ہے۔ یہہ مسلمانوں کی بڑی عزت کرتا ہے اور بہت منصف مزاج ہے، یہاں کالی کت والے شیخ شہاب الدین گزرونی کے بیٹے شیخ فخرالدین کی خانقاہ ہے۔

جو ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق سب بھاگے ہوئے مجرم اور پہلے چور اور ڈاکو تھے، مگر اتنے چور، ڈاکو اور مجرم کہاں سے آگئے تھے شاید یہہ ابن بطوطہ نے اس غصہ میں لکھ دیا ہے کہ یہہ لوگ اس وقت کاروماندل کے بادشاہ غیاث الدین سے جو ابن بطوطہ کا سازھو تھا برسرپرخاص تھے -

بیجانگر

دریائے کرشنا سے لیکر سمندر کے کنارے تک بیجانگر کی عظیم انشان ہندو حکومت قائم تھی - کیا تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو خشکی میں بہمنیوں کی اسلامی سلطنت سے اس کی دائمی لڑائی برپا تھی اور دوسری طرف سمندر کے راستہ سے عرب و فارس کے مسلمان بادشاہوں سے اس کے تعلقات قائم تھے اور چنانچہ امیر تیمور کے بیٹے مرزا شاہ رخ نے یہاں اپنی سفارت بھیجی تھی جس کے سرورق مولانا کمال الدین عبدالرزاق تھے انہوں نے واپس جا کر بیجانگر کی سلطنت کے جاہ و جلال اور ترقی و کمال کا جو حال لکھا ہے اسکو خاوند شاہ نے روضۃ الصفا کے آخر میں اور حبیب البشیر نے جغرافیہ کے حصہ میں ملنگاور، کالی کٹ اور بیجانگر کے ناموں کے نیچے نقل کیا ہے - بیجانگر کی فوج میں دس ہزار مسلمان موجود تھے اور بیجانگر کے راجہ ان کی فوجی قوت کی برتری کے سبب سے ان کی عزت کرتے تھے

گالی

پھرتا پھراتا وہ سیلون کے بندر گالی (قالی) میں پہنچتا ہے، یہاں سے آج بھی یورپ اور اسٹریلیا کو جہازات جاتے ہیں، یہاں کے جہازوں کا مالک ناخدا ابراہیم نام تھا، وہ کلمبو اور بٹالہ سے جہاز پر سوار ہو کر ناخدا ابراہیم کے جہاز پر معبر (کارومندل) ہندوستان کے ساحل پر دوبارہ آیا۔

معبر (کارومندل)

ابن بطوطہ جس وقت کارومندل پہنچا ہے اس وقت وہاں غیاث الدین وامغانی بادشاہ تھا، یہہ وہی حکومت تھی جو علاؤ الدین خلجی کے انسر ملک کانور کی فتح کے بعد یہاں قائم ہو گئی تھی۔ یہہ غالباً سنہ ۷۴۱ھ (۱۳۴۱ء) تھا، اس صدی کے اخیر میں بیہجانگر کے راجہ نے اس اسلامی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ شہر مدورا اس کا پایہ تخت تھا۔

دوار سمندر

جہاں اب مسیور کی ریاست ہے۔ وہاں اس وقت ہوسیالا خاندان کا راج تھا۔ ان کے پایہ تخت کا نام دوار سمندر تھا۔ اس وقت جو راجہ حکمران تھا اس کا نام بلال دیو تھا۔ ابن بطوطہ نے اس کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ بتائی ہے، اس میں ۲۰ ہزار کے قریب مسلمان تھے

میں سندھ اور ملتان کو فتح کیا ، اس کے بعد سے تقریباً سوا سو برس تک یہہ ملک پہلے دمشق پھر بغداد کی حکومت کا جزء رہا - تیسری صدی ہجری (نویں صدی عیسوی) کے بیچ میں معتصم باللہ کے بعد مرکز کی کمزوری کے سبب سے یہاں کے عرب گورنروں نے خود مختاری سی حاصل کر لی ، اس کے بعد کہیں ہندو راجاؤں نے کسی کسی حصہ پر قبضہ کر لیا اور کہیں مسلمانوں نے اپنی ریاستیں کھڑی کر لیں - سلطان محمود غزنوی کے حملہ تک ان میں سے بعض بعض مسلمان ریاستیں سندھ میں قائم تھیں ان میں سے دو نسبتاً ذرا بڑی تھیں - ایک سندھ کے سرے پر منصورہ میں اور دوسری سندھ کے خاتمہ پر ملتان میں - چوتھی صدی ہجری کے اخیر تک جو عرب سیاح یہاں آئے گئے ہیں وہ ان دنوں اسلامی ریاستوں کا حال بیان کرتے آئے ہیں - ملتان ، منصورہ ، دیبل اور دوسرے شہروں سے سلطان محمود کے وجود سے پہلے بیسیوں مسلمان عالم اور محدث پیدا ہوئے جن میں سے ایک ابو معثر نجیح سندھی ہیں جو دوسری صدی میں تھے اور جو سیرت کے امام سمجھے جاتے تھے اور جن کی یہہ عزت تھی کہ جب انہوں نے انتقال کیا تو خلیفہ مہدی نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی - اسی زمانہ کا ایک مشہور سندھی عربی شاعر ابو عطا سندھی ہے جس کا تلفظ گو درست نہ تھا مگر اسکے عربی اشعار کو خالص عرب اہل زبان نے بھی

مسجد بھی بنوائی تھی اور قرآن پاک کی تعظیم بھی
کی جاتی تھی (۱) -

حاضرین ! ان دور دراز علاقوں میں پھرتے پھراتے اکتا
گیے ہوں مگر آپ نے دیکھ لیا کہ ان دور افتادہ علاقوں
میں مسلمان اسلامی جنگی فتوحات سے پہلے بھی
کہاں کہاں اور کس کس صورت میں پھیلے تھے اور
ہندو ہمسایوں اور راجاؤں سے ان کے تعلقات کیسے تھے ؟
اور ہندو مسلمانوں کے تعلقات کا یہہ منظر شمالی ہندوستان
کے منظر سے کتنا مختلف ہے ؟ اب آئے تھوری دیر سندھ
کے ریگستان کا بھی لطف اٹھائیں -

چھٹا مرکز سندھ

گذر چکا ہے کہ عربوں نے کس طرح دیبل (تہتہہ)
سے ملتان تک پہلی صدی ہجری کے آخر میں فتح کیا
مگر واقعہ یہہ ہے کہ اس فتح بلکہ حملہ سے بھی پہلے
سندھ میں مسلمان آباد ہو چکے تھے چنانچہ پانچ سو
عرب مسلمان ایک عرب سردار کی ماتحتی میں مکران
سے بھاگ کر سندھ کے راجہ داہر کے یہاں چلے آئے
تھے (۲) - محمد بن قاسم نے پہلی صدی ہجری کے آخر

(۱) فرشتہ جلد اول ص ۳۳۳ نوٹکشور -

(۲) بلاذری فتوح سندھ -

نواآبادی یہاں قائم رہی - شروع میں سندھ کے دوسرے شہروں کے ساتھ ملتان پر بھی دمشق کے اموی خاندان کا قبضہ رہا - تیس پینتیس برس کے بعد زمانہ نے کروت لی ، سنہ ۱۳۲ھ میں اسلامی حکومت کی مسند پر بنو امیہ کی جگہ بنو عباس بیٹھے اور حکومت کا مرکز دمشق سے ہٹ کر بغداد آگیا - اس کے بعد تقریباً تیسری صدی ہجری کے شروع تک یعنی معتصم تک ملتان عباسی حکومت کے مرکز سے وابستہ رہا ، اس کے بعد یہہ ہوا کہ اگر خلیفہ زبردست ہوا تو اس نے اس دور دراز شہر پر قبضہ رکھا اور اگر کمزور ہوا تو یہاں کے والی اور عامل خود مختار بن گئے - اس زمانہ میں ملتان سندھ اور منصورہ کے والیوں کے پاس رہا مگر بعد کو ملتان سندھ سے بھی الگ ہو کر ایک خود مختار اور مستقل حکومت بن گیا - اس استقلال اور خود مختاری کی تاریخ غالباً تیسری صدی ہجری کا وسط ہے -

ملتان سے مقصود صرف ایک شہر نہیں بلکہ پورا صوبہ ہے جو کبھی پوری ایک ریاست بلکہ سلطنت تھا - مصر کے وزیر مہلبی نے چوتھی صدی ہجری میں لکھا ہے کہ وہ اس کے حدود وسیع ہیں ، پچھم طرف مکران اور دکھن میں منصورہ (سندھ) تک اس کی وسعت ہے ۴۰ (۱) - دریائے سندھ کے پاس جو قنوج تھا سنہ ۳۰۰ھ

تسلیم کیا - اس درجہ اور رتبہ کے دوسرے بزرگوں کے نام یہاں گنائے جائیں تو ایک اور دفتر شروع ہو جائیگا اس لئے ان کو چھوڑنا ہوں -

عربوں نے سندھ کا علاقہ فتح کرنے کے بعد وہاں اپنی نوآبادیاں قائم کیں - قریش ، کلب ، تمیم ، اسد اور یمن و حجاز کے بہت سے قبیلے یہاں کے مختلف شہروں میں آکر آباد ہوئے اور تیسری صدی ہجری کے بیچ تک ان کی حکومت ملتان سے لے کر سندھ تک کسی نہ کسی طرح قائم رہی لیکن آخر کار یمنی اور حجازی عربوں کی باہمی خانہ جنگی نے ان کو برباد کر دیا اور بہت سے علاقے ان کے ہاتھوں سے نکل گئے - تاہم ملتان اور منصورہ (سندھ) دو ریاستیں ان کی ایسی تھیں جو سلطان محمود غزنوی کے حملہ تک قائم رہیں - پہلے انہیں دونوں کا حال ذرا تفصیل سے بیان کرنا ہے -

ملتان

گذر چکا ہے کہ اس شہر پر عربوں نے پہلی صدی ہجری (ساتویں صدی عیسوی) میں قبضہ کیا - اس وقت سے لے کر سلطان محمود غزنوی کے زمانے تک برابر اس پر عربوں کا ہی قبضہ رہا - تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے ہر عرب سپاہ نے اس کا ذکر کیا ہے - سلطان محمود کے حملہ کے وقت اور اس کے بعد بھی برابر مسلمانوں کی

بنو سامہ (۱) کہتے تھے - اسلام میں اس خاندان کا عروج معتقد کے زمانہ میں (سنہ ۲۷۹ ھ سنہ ۲۸۶ ھ) میں ہوا - اس کی صورت یہہ ہوئی کہ عرب کے صوبہ عمان میں خارجیوں کی کثرت تھی خلیفہ نے محمد بن قاسم کو ان کی سرکوبی کے لئے متعین کیا، اس نے خوارج کو شکست دی اور عمان میں اپنی ریاست قائم کی اور اہل سنت کے مذہب کو رائج کیا - یہہ اس خاندان کا پہلا امیر ہے اور اس کے بعد اس کی اولاد اس ریاست پر برابر قابض رہی - سنہ ۳۰۵ ھ میں ان میں باہم خانہ جنگی ہوئی - قرامطہ جو بحرین میں اس وقت زور پکڑ رہے تھے، انہوں نے اس سے فائدہ اٹھایا یہاں تک کہ سنہ ۳۱۷ ھ میں ابوطاہر قرامطی نے عمان کو اس کے قبضہ سے نکال کر قرامطی حدود سلطنت میں داخل کر لیا - (۲)

عمان اور سندھ کی دریائی آمد و رفت اور بحری تجارت ہمیشہ سے قائم تھی اور غالباً بنو سامہ کا تعلق سندھ سے بہت پرانا تھا، چنانچہ بنو سامہ کے غلام فضل بن ماہان اور فضل بن ماہان کے بعض اہل خاندان سندھ کے ایک مقام سندان پر ماموں کے زمانہ سے

(۱) ابن خلدون نے اس کی بار بار تصریح کی ہے کہ بنو سامہ کا اس سامہ بن

لوئی کے خاندان سے ہونا قریش کے اکثر نسب دان تسلیم نہیں کرتے دیکھو ابن خلدون

ج ۱ ص ۳۲۲ و جلد ۲ ص ۹۳ -

(۲) ایضاً جلد ۲ ص ۹۳ (مصر) -

میں وہ ملتان میں تھا (۱) - اس زمانہ میں ایک لاکھ اور بیس گانوں شمار کے دو سے ملتان کی اسلامی ریاست کے حدود میں تھے (۲) -

پرانسی سلطنتوں میں یہہ اکثر قاعدہ رہا ہے اور ہونا بھی چاہئے کہ مذہب کے غیر سرکاری فرقے بھاگ بھاگ کر حکومت کے آخری اور سرحدی ملکوں میں جا کر پناہ لیتے ہیں - مجوسی ایرانیوں اور عیسائی رومیوں میں بھی یہی دستور تھا اور مسلمان عربوں میں بھی یہی ہوا، چنانچہ پہلے، آچکا ہے کہ قزدار میں خارجی مسلمانوں کی آبادی اور انہیں کی ریاست قائم تھی - اسی طرح ملتان بھی شیعوں کے ایک فرقہ اسماعیلیہ کی چاہناہ بن گیا تھا اور بعد کو وہاں ان کی حکومت قائم ہو گئی تھی یہہ خالص عربی النسل تھے اور اپنے کو سامہ بن لوئی کی اولاد کہتے تھے -

بنو سامہ کون تھے

قریش کے اجداد میں اوپر ایک نام لوئی بن غالب ہے اس لوئی کی ایک اولاد کا نام سامہ تھا، اسی خاندان کو

(۱) مسعودی جلد اول ص ۳۷۲ (پیرس) -

(۲) ایضاً ص ۳۷۵ -

منہ کہتے ہیں اور وہی وہاں بادشاہ
 ہیں اور وہ امیرالعوامین کا
 خطبہ پڑھتے ہیں۔ ہندوستان کے راجہ
 ان سے لڑنے آتے ہیں تو وہ بھی
 ملتان سے اپنی بڑی فوج لے کر نکلتے
 ہیں اور ان سے لڑتے ہیں اور اپنی
 دولت اور قوت کے سبب نے ان پر
 غالب آتے ہیں (۱) -

اس کے دس برس کے بعد مسعودی سنہ ۳۰۰ھ
 کے بعد ہی ملتان پہنچتا ہے وہ لکھتا ہے :-
 ”ملتان کا امیر جیسا کہ ہم نے
 کہا ہے کہ سلطنت یہاں سامہ بن
 لوٹی بن غالب کے ہاتھ میں ہے“
 اس کے پاس فوج اور قوت ہے اور
 ملتان اسلامی حکومت کی بڑی سرحدوں
 میں سے ایک سرحد ہے - ملتان
 کے تابع اس کے چاروں طرف ایک لاکھ
 بیس گانوں ایسے ہیں جو شمار میں آئے
 ہیں اور یہیں وہ مشہور بت خانہ ہے
امیر ملتان کی زیادہ تر آمدنی

لے کر معتصم باللہ (سنہ ۲۲۷ھ) تک حکومت کی اور
پھر برادرانہ خانہ جنگی میں بریاد ہوئی (۱) -

اس تعلق سے یہہ تعجب کی بات نہیں اگر
عمان میں بنوسامہ کی ریاست تباہ ہونے کے بعد وہ
قراطنہ سے بھاگ کر سندھ اور سندھ سے ملتان چلے
آئے ہوں اور یہاں خدا نے ان کو پھر نئی سلطنت
عطا کی ہو - بہر حال یہی بنوسامہ ملتان کے امراء تھے
اور انہیں کو پچھلے مورث کے لحاظ سے بنومنبہ بھی
کہتے تھے اور تیسری صدی ہجری کے خاتمہ میں
سب سے پہلے ان کی خود مختار ریاست کا نام ہم کو
ملتا ہے -

بنومنبہ

سب سے پہلے ابن رستہ جس کا زمانہ سنہ ۲۹۰ھ ہے ،
اپنی کتاب الاطلاق النفسیہ کے حصہ جغرافیہ میں کہتا ہے :-

”ملتان میں ایک قوم زہتی ہے جو
دعویٰ کرتی ہے کہ وہ سامہ بن لوی (۲)
کے خاندان سے ہے“ ان کو لوگ بنو

(۱) بلاذری ص ۲۲۶ (لیڈن) -

(۲) بعض مورخوں اور سیاحوں نے ”سامہ“ کے بجائے ”آسامہ“ کہیں

کہیں لکھا دیا ہے یہاں صحیح نہیں -

.....اور جو کچھ یہاں آتا ہے ملتان کا امیر اس کو لے لیتا ہے، کچھ پجاریوں پر خرچ کرتا ہے اور کچھ اپنے لئے اٹھا رکھتا ہے اور جب کبھی کوئی ہندو راجہ اس پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو وہ اس بت خانہ کے برباد کردینے کی دھمکی دیتا ہے تو وہ واپس چلے جاتے ہیں اگر یہہ نہ ہوتا تو ہندو راجہ اس کو ویران کردیتے - ملتان کے چاروں طرف ایک مضبوط شہر پناہ ہے، شہر کے باہر آدھے فرسنگ پر بہت سی سمارتیں ہیں جن کا نام ”جندراون“ ہے یہہ فوجی کیمپ ہے، یہیں بادشاہ رہتا ہے وہ ملتان میں صرف جمعہ کو جاتا ہے، ہانپہی پر سوار ہوکر شہر میں جمعہ کی نماز پڑھنے جاتا ہے، وہ نسلاً قریشی ہے، سامہ بن لوئی کے خاندان سے ہے - ملتان پر اس نے قبضہ کرلیا ہے اور منصورہ (سندھ) کے امیر یا کسی اور کا وہ تابع نہیں صرف خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھتا ہے - (۱)

ان خوشبو لکڑیوں سے ہے جو دور دور سے اس بت خانہ کے لئے بھیجی جاتی ہیں جب کبھی ہندو اس پر حملہ کرتے ہیں اور مسلمان اس کے مقابلہ سے عاجز آتے ہیں تو وہ دھمکی دیتے ہیں کہ ہم اس بت خانہ کو توڑ دیں گے تو ہندو فوجیں واپس چلی جاتی ہیں - میرا ملتان جانا سنہ ۳۰۰ کے بعد ہوا اس وقت وہاں بادشاہ ابواللیباب منبہ بن اسد قرشی سالی تھا (۱) -

مسعودی کے چالیس برس بعد سنہ ۳۲۰ میں اصطخری ہندوستان وارد ہوا وہ کہتا ہے :-

”دشہر مولتان منصوۃ سے آدھا ہے، یہاں ایک بت خانہ ہے جس کے جاترے کے لیے لوگ دور دور سے آتے ہیں اور اس بت خانہ اور اس کے پتھاریوں پر بڑی بڑی رقمیں خرچ کرتے ہیں - یہ بت خانہ بازار کے سب سے آباد حصہ میں ہے..... (بت کا حال ہے)

یہاں کی حکومت سنیوں کے ہاتھ میں تھی اور خلیفہ بغداد کا خطبہ پڑھا جاتا تھا - سنہ ۳۶۷ھ تک کوئی قابل ذکر بات نہیں ہوئی لیکن سنہ ۳۷۵ھ میں یہہ اسماعیلیوں کے ہاتھوں میں نظر آتا ہے اور مصر کے اسماعیلی فاطمی خلیفہ کے زیر اثر اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملتان کے شاہی خاندان کا یہہ مذہبی انقلاب سنہ ۳۴۰ھ بلکہ سنہ ۳۶۷ھ اور سنہ ۳۷۵ھ کے بیچ میں ہوا -

اس قیاسی تاریخ کی تائید اُس سے ہوتی ہے کہ مصر میں اسماعیلی فاطمیوں کی سلطنت بھی اسی زمانہ میں یعنی سنہ ۳۵۸ھ میں قائم ہوئی اور سنہ ۳۶۱ھ میں ان کا پایہ تخت افریقہ سے مصر کو منتقل ہوا - اس وقت دنیاے اسلام دو حصوں میں منقسم ہو رہی تھی - سنی بغداد کے خلافت عباسیہ کو اور شیعہ مصر کی خلافت فاطمیہ کو مانتے تھے - یہہ دونوں خلافتیں اپنے اپنے اثر اور اقتدار کو مختلف اسلامی ملکوں میں بڑھانے کے لئے رقیبانہ کوششوں میں مصروف تھیں، یہاں تک کہ خود مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی یہہ رقیبانہ کارشیں قائم تھیں اور جب کوئی نئی اسلامی ریاست قائم ہوتی تو دونوں کے داعی اور مبلغ ایذا کا شروع کر دیتے - گو یہہ بغداد کی خلافت کے انحطاط کا اور مصر کے

اصطخری کے ۲۷ برس بعد سنہ ۳۶۷ھ میں ابن حوقل بغدادی ملتان آیا اس نے ملتان کا بہت کچھہ حال لکھا ہے مگر یہاں کے باطنیوں اور اسماعیلیوں کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے حالانکہ یہہ نئی بات یقیناً ذکر کے قابل تھی - اب ابن حوقل کے آٹھہ برس بعد بشاری مقدسی ملتان میں قدم رکھتا ہے - وہ کہتا ہے :-

”ملتان والے شیعہ ہیں، اذان میں
حی علی خیر العمل کہتے ہیں اور
اقامت میں دو دفعہ تکبیر کہتے
ہیں“ - (۱)

”ملتان میں خطبہ مصر کے فاطمی
خلیفہ کا پڑھتے ہیں اور اسی کے حکم
سے یہاں کا بندوبست ہوتا ہے اور یہاں
سے برابر تحفے تحائف مصر کو بھیجے
جاتے ہیں“ - (۲)

ان بیانات سے دوسرے واقعات کے علاوہ یہہ ثابت
ہوتا ہے کہ ابن دستہ کے زمانے میں یعنی سنہ ۲۹۰ھ میں
پھر مسعودی کے زمانہ میں بھی کیونکہ وہ خاموش ہے
اور اصطخری کے زمانہ میں یعنی سنہ ۳۳۰ھ میں

(۱) احسن التقاسیم مقدسی ص ۲۸۱ -

(۲) ایضاً ص ۲۸۵ -

بن طاہر بن مسلم علوی کے سپرد کر دیا (۱) جہنوں نے اس کو مروا ڈالا۔

ملتان کے قرامطہ

اب سوال یہ ہے کہ عرب جغرافیہ نویس سنہ ۳۴۰ تک جس عرب سنی خاندان بنو منبہ کو ملتان کا بادشاہ لکھتے ہیں اس کے بعد کا اسماعیلی خاندان وہی عرب بنو منبہ تھے جو سنی سے اسماعیلی بن گئے تھے یا یہہ کوئی دوسرا خاندان تھا؟ کتابوں کے پیش نظر ذخیرہ سے اس کا کوئی جواب ہم کو نہیں ملتا لیکن ابوریحان بیرونی کتاب الہند میں جس کو اس نے سنہ ۴۲۴ھ میں لکھا ہے، ملتان کے بت خانہ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:-

”جب قرامطی (اسماعیلیہ) مولتان پر قابض ہوئے تو جلم بن شیبان نے جس نے یہاں غلبہ حاصل کر لیا تھا محمد بن قاسم کی جامع مسجد کو ایک اموی یادگار سمجھ کر بند کر دیا اور اس بت خانہ کو توڑ کر مسجد بنا لیا“ (۲)

(۱) اس فاطمی سفارت کا واقعہ زین الاخبار میں ہے ص ۷۱ (برلن)۔

(۲) کتاب الہند ص ۵۰۱ (لندن)۔

اوج ترقی کا زمانہ تھا کہ عباسیہ سلطنت بوزہی ہوچکی تھی اور فاطمی حکومت کا عہد شباب تھا مگر اس کی تلافی اس سے ہو رہی تھی کہ مشرق میں جو نئی ترکی سلطنتیں قائم ہوتی تھیں وہ عباسیہ کو اپنا معتدا تسلیم کر لیتی تھیں؟ بخارا کے سامانیہ ان کے زیر اثر تھے - چوتھی صدی ہجری کے بیچ میں غزنویوں کا ظہور ہوا اور اس کے چالیس پچاس برس کے بعد سلجوقیوں کا پرچم لہرایا اور ان سب نے اپنی پوری فرجی قوت اور زور کے بارچوں خلیفے عباسیہ کے سامنے سر جھکایا -

سلطان محمود غزنوی کی شہرت کے آغاز کے ساتھ ہی خلیفہ بغداد نے سب سے پہلے سنہ ۳۸۷ اور سنہ ۳۹۰ کے بیچ میں اس کو خلعت فاخرہ بھیجا اور امین الملتہ یمن الدولہ (مذہب کا امین اور سلطنت کا دست راست) کا خطاب اسکو دیا اور اس کے بعد سنہ ۳۹۶ھ میں سلطان نے ملتان کے اسماعیلیوں کے خلاف فوج کشی کی اور سنہ ۴۰۱ میں وہاں کے قرمطی امیر کو گرفتار کر لیا، غالباً انہیں حالات کو دیکھ کر سنہ ۴۰۳ میں مصری فاطمیوں نے بھی محمود کے پاس اپنا سفیر بھیجا مگر سلطان نے اس کو باطنی سمجھ کر راستہ ہی میں پکڑوا لیا اور مشہور سید حسین

جن کا دوسرا نام باطینہ ہے اور جو حسن صباح کا گروہ تھا وہ سنہ ۳۸۳ھ (سنہ ۹۹۱ء) کے بعد خراسان میں ظاہر ہوا۔

مصر کے اسماعیلی فاطمی خلیفۃالاحکام بامرالہ نے شام میں ایک اور فرقہ پیدا کیا تھا جس کا مشہور نام دروز ہے۔ سوال یہ ہے کہ ملتان میں جو فرقہ برسر حکومت آگیا تھا وہ اسماعیلی شیعہ تو یقینی تھا مگر ان میں سے کس فرقہ کا تھا۔ میرے نزدیک وہ فاطمی اسماعیلی شیعہ تھے جن کا مرکز مصر تھا۔ باقی جن مورخوں نے ان کو قرامطہ اور ملاحدہ کہا ہے وہ اس اشتباہ کے سبب سے کہدیا ہے جو ان فرقوں میں باہم ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جس زمانہ میں یعنی سنہ ۳۲۰ھ کے بعد یہہ ملتان میں قوت پاتے ہیں وہ زمانہ ہرجگہ قرامطہ کے انحطاط اور زوال کا تھا۔ دوسرے یہہ کہ قرامطہ مصر کے فاطمی خلفاء کی سرداری کو برائے نام تسلیم کرتے تھے اور ملتان والے مصر ہی کے فاطمی خلفاء کو مانتے تھے۔ تیسرے یہہ کہ بشاری مقدسی جو ایک مذہبی عالم تھا وہ ان تمام قرامطہ میں بلکہ شیعہ لکھتا ہے اور فاطمیہ کے زیر اثر۔ پھر اذان حی علی خیر العمل جمعہ اور خطبہ وغیرہ کے شعائر قرامطہ میں نہ تھے جن کا وجود ملتان کے اسماعیلیوں میں مقدسی کے بیان سے ثابت ہے دروزی سنہ ۳۸۶ھ سے سنہ ۴۱۱ھ کی پیداوار ہیں جو

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ قرومطی خاندان جو چوتھی صدی کے آخر میں غالب ہو گیا تھا وہ کوئی دوسرا خاندان تھا اور اس کے بانی اول کا نام جلم بن شیبان تھا اور جیسا کہ یہہ نام ظاہر کرتے ہیں وہ بھی عرب تھا - اس کے بعد بیرونی کہتا ہے کہ وہ ان قرامطہ کا زمانہ ہم سے تقریباً ایک سو سال پہلے تھا (۱) - کتاب الہند سنہ ۳۲۳ھ میں لکھی گئی ہے - اس سے سو سال پہلے سنہ ۳۲۳ھ ہوگا مگر ہم کو معلوم ہو چکا ہے کہ سنہ ۳۲۳ھ تک یقینی طور سے یہاں بنو منبہ سنی عرب خاندان کی حکومت تھی اس لئے یہہ سنہ ۳۲۳ھ ملتان پر قرامطہ کے قبضہ کا سال نہیں ہے بلکہ عراق اور خلیج فارس کے سواحل پر ان کے ظہور کا زمانہ ہے -

اصل یہہ ہے کہ اس موقع پر تین اسلامی فرقوں کے نام گد مہ ہو گئے ہیں - قرامطہ، اسماعیلیہ اور ملاحدہ کو یہہ تینوں اسماعیلی شیعیت ہی کی قسمیں ہیں مگر ان تینوں میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے اور ان کی پیدائش کی تاریخ بھی الگ الگ ہے - سب سے پہلے تیسری صدی کے آخر میں قرومطی بحریں اور خلیج فارس اور آخر عراق میں رونما ہوئے اسماعیلیہ افریقہ میں سنہ ۲۹۶ھ میں ظاہر ہوئے مگر یہہ مصر میں سنہ ۳۵۶ھ میں آئے اور ملاحدہ

ہے کہ فارسی مورخین کو ملتان کی عربی تاریخ سے مطلقاً آگاہی نہیں تھی اس لئے وہ ملتان کے ان مسلمان رئیسوں کو افغانی سمجھنے پر مجبور تھے ورنہ شیخ حمید وغیرہ کا دراصل افغانوں سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ اغلباً وہ جہلم بن شیبان کی نسل سے تھے جس کا ذکر بیرونی کے حوالہ سے ابھی گذرا ہے - مزید تفصیل آگے آتی ہے -

فرشتہ میں ہے کہ الپ تگین نے اور اس کے جانشین سبکتگین نے جب سرحد کے افغانوں پر حملے شروع کئے تو انہوں نے لاہور کے راجہ جے پال سے مدد مانگی - راجہ جے پال نے بھائیہ کے راجہ سے مشورہ کیا اور یہہ طے کیا کہ چونکہ ہندوستان کی فوج جازوں میں سرحد کی سردی برداشت نہیں کر سکتی اس لئے پٹھانوں کو یہاں لاکر آباد کرنا چاہئے اور اس طرح شیخ حمید لودھی کو لمغان اور ملتان کی جاگیر دی - شیخ حمید نے اپنے حاکم مقرر کئے اور اس کے عوض اس نے الپ تگین سنہ ۳۵۱ھ سنہ ۳۶۵ھ کے حملوں سے ہندوستان کو بچانے کی خدمت ادا کی (۱) - اس واقعہ میں پٹھانوں کو لاکر آباد کرنا اور شیخ حمید کو لودھی بتانا افسانہ ہے -

الپ تگین کے بعد جب سنہ ۳۶۵ میں سبکتگین بادشاہ ہوا تو شیخ حمید نے غزنین کی بڑھتی ہوئی

بہت بعد کا زمانہ ہے اور باطلینہ یا ملاحدہ یعنی حسن بن صباح کا فرقہ تو اس کے سو برس بعد پیدا ہوا ہے اس لئے بعض مورخین کا ان کو ملاحدہ کہنا سراسر غلط ہے -

یہہ ممکن ہے کہ خلیج فارس، بحریں عمان کے قرامطیوں کے ذریعہ پہلے قرامطہ ہی کی حیثیت سے یہہ لوگ پیدا ہوئے ہوں اور بعد کو قرامطہ کے زوال کے بعد انہوں نے فاطمی اسماعیلی رنگ اختیار کر لیا ہو کیونکہ قرامطہ بھی گویا نیم اسماعیلی ہی تھے -

سلطان محمود کے حملہ کے وقت ملتان میں جو اسماعیلی خاندان حکمران تھا فارسی تاریخوں کے دوسے اس کے مورث کا نام شیخ حمید تھا - فرشتہ نے خدا جانے کس ماخذ سے لکھا ہے کہ وہ ابتدائی مسلمان جو افغانستان پر حملہ کے وقت ادھر آگئے تھے وہ بعد کو واپس نہ جاسکے اور انہوں نے کوہستان خیبر کے پتھانوں میں شادی بیاہ شروع کر دیا - اس عربی و افغانی نسل سے لودھی اور سور دو قبیلے پیدا ہوئے - شیخ حمید اسی لودھی خاندان سے تھا - یہہ تمام داستان قبائل کی اصلیت کی دوسری بے بنیاد باتوں کی طرح بے بنیاد ہے - لودھیوں نے کبھی اپنے نام کے ساتھ شیخ نہیں لکھا اور نہ اس قسم کے ان کے نام ہوتے تھے بلکہ اس زمانہ میں ان کا اہلنام بھی مشکل سے تسلیم ہو سکتا ہے - حقیقت یہہ

دوسرے مورخین کی روایت یہہ ہے کہ خود ابوالفتح نے سلطان کے ارادہ کا حال سن کر راجہ اندپال سے مدد مانگی، راجہ نے لاہور سے پشاور جاکر سلطان کو روکا مگر سلطان کی فوج اندپال کو شکست دے کر اوسی کے ملک سے ہوکر ملتان پہنچی ابوالفتح قلعہ بند ہوگیا اور آخر اہل شہر نے بیچ میں پکوڑے اس بات پر صلح کرلی کہ ملتان سے مقررہ خراج غزنین پہنچتا رہے گا۔ ابوالفتح نے اپنے عقائد سے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ اپنے ملک میں اسماعیلیت کے بجائے اہل سنت کے احکام کو جاری کر لے گا۔ اس کے چند سال کے بعد (سنہ ۴۰۲ھ سے پہلے) سلطان نے پھر ملتان پر حملہ کیا اور اسماعیلیہ کا قلع و قمع کیا اور داؤد بن نصیر کو پکوڑے کر غزنین لے گیا اور غور کے قلعہ میں قید کردیا جہاں وہ مر گیا۔ (۱)

یہہ فرشتہ کا خلاصہ تھا مگر گرویزی جس کی تاریخ زین الاخبار سنہ ۴۴۱ھ کے قریب خاص غزنویوں کے عہد میں اور پایہ تخت میں لکھی گئی ہے اس میں ہے کہ وہ اور غزنین سے سلطان نے ملتان کا قصد کیا اور سونچا کہ یہاں سے اگر

قوت کو دیکھکر امیر سبکتگین سے صلح کر لی اور خود کو امیر کے باجگزاروں میں داخل کر لیا لیکن سنہ ۳۹۰ھ میں سلطان محمود نے جب غزنویں کے تخت پر قدم رکھا اور پھر سنہ ۳۹۵ھ میں جب وہ بھاتیہ کے راجہ بجرار پر حملہ کر رہا تھا تو ملتان کی ریاست شیخ حمید کے پوتے ابوالفتح داؤد بن نصیر بن شیخ حمید کے ہاتھ میں تھی اور فارسی تاریخوں میں اسی کو ملحد اور قرمطی (اسماعیلی) کہا گیا ہے ابوالفتح داؤد نے شاید سلطان محمود کے بڑھتے ہوئے حوصلہ کو دیکھ کر یہہ چاہا کہ ہندو راجاؤں کے ساتھ ملکر اپنے کو بچائے چنانچہ بھاتیہ کے حملہ کے وقت ابوالفتح نے محمود کے خلاف بجرار کی مدد کی - (۱)

سلطان اس دفعہ تو خاموش رہا مگر آئندہ سال سنہ ۳۹۶ھ میں اس نے ابوالفتح کو سزا دینے کا ارادہ کیا اور یہہ چاہا کہ ملتان کے اوپر سے براہ راست (یعنی گویا قیرہ غازی خاں سے) آنے کے بجائے پشاور سے پنجاب ہو کر ملتان جائے تا کہ ابوالفتح کو خبر نہ ہونے پائے اس خیال سے اس نے پنجاب کے راجہ انندپال سے راستہ مانگا کہ اس کے ملک سے ہو کر وہ سلطان کی فوج کو ملتان جانے دے

(۱) یہہ پورا واقعہ فرشتہ جلد اول ص ۲۲ و ۲۵ ٹولکشر میں ہے -

۱۰۰۰ سال (سنہ ۳۹۹ھ) میں سلطان محمود نے ملتان پر حملہ کیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ سلطان کو ملتان کے والی ابو الفتح کی بداعتقادی اور اتحاد (اسماعیلیت) کے الزام کی خبر معلوم ہوئی اور یہ حال بھی معلوم ہوا کہ اس نے اپنی رعایا کو بھی اس بد مذہبی کی دعوت دی اور انہوں نے قبول کر لی ہے۔ یہ سن کر سلطان نے مناسب سمجھا کہ اس پر جہاد کرے اور جس حال پر وہ ہے اس سے وہ اس کو نیچے اتار دے تو وہ غزنین سے اس کی طرف چلا تو اسکو راستہ میں دریا اور ندیاں بکثرت ملیں اور ان میں پانی بڑے زور سے بہ رہا تھا خاص کر سینکڑوں کو عبور کرنا سخت مشکل تھا اس لیے سلطان نے انڈیال کو کہلا بھیجا کہ وہ اپنے ملک ہو کر ملتان جانے کا راستہ دے، اس نے اس کو قبول نہیں کیا تو سلطان نے پہلے اسی پر حملہ کیا..... انڈیال بھاگ کر کشمیر چلا گیا اور جب ابو الفتح نے سلطان کی آمد کا حال سنا تو اس

سیدھے ملتان جاتا ہے تو شاید داؤد بن نصر (نصیر نہیں) کو جو ملتان کا امیر تھا خبر ہو جائے ورنہ بچاؤ کا سامان کر لے اسیلئے دوسرے راستے سے چلا، انند پال راستہ میں پڑتا رہتا اس سے راستہ مانگا، ندیا، لڑا، انند پال بھاگ کر کشمیر چلا گیا۔ سلطان ملتان پہنچا اور سات روز تک شہر کا محاصرہ کیا۔ آخر اہل شہر نے اس بات پر صلح کر لی کہ ۲۰ ہزار درم خراج ادا کیا کریں، سلطان واپس گیا یہہ سنہ ۳۹۹ھ میں ہوا..... پھر جب سنہ ۴۰۱ھ میں آیا، غزنویں سے ملتان گیا اور ملتان کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا اس کو بھی فتح کر لیا اور قرامطہ (اسماعیلیہ) جو وہاں تھے ان میں سے اکثر کو گرفتار کر لیا بعضوں کو مار ڈالا، بعضوں کے ہاتھ کاٹے اور سخت سزا دی..... اور اسی سال داؤد بن نصر کو گرفتار کر لیا اور قلعہ غور میں قید کر دیا۔ (۱)

عربی کی مستند تاریخوں میں اس کے متعلق بہت مختصر بیان ہے اور بعض باتوں میں کسی قدر اختلاف بھی ہے مگر پھر بھی واقعہ کے بعض اہم اجزاء ان میں یکساں ہیں۔ ابن اثیر (سنہ ۵۵۵ھ - سنہ ۶۳۰ھ) میں ہے -

کرنا چاہا مگر سلطان نے قبول نہ کیا اور سفیر مارا گیا جیسا کہ پہلے گذر چکا۔

اس سلسلہ میں نہایت اہم چیز دروزیوں کی مقدس کتاب کا ایک ٹکڑا ہے مصر کے اسماعیلی خلیفۃ الحکام بامر اللہ (سنہ ۳۸۶ ھ - سنہ ۴۱۱ ھ) نے مصر و شام میں جو اپنا خاص فرقہ پیدا کیا تھا اسی کا نام دروزی ہے اور جو آج بھی شام و لبنان میں آباد ہے بہر حال دروز کی اس کتاب میں ایک تحریر ہے جو سنہ ۴۲۳ ھ کی ہے اس کے بعض فقرے یہہ ہیں - (۱)

”ملتان اور ہندوستان کے اہل توحید
کے نام عموماً اور شیخ ابن سومر
راجہ پال کے نام خصوصاً“

سنہ ۴۲۳ ھ سلطان محمود المتوفی سنہ ۴۲۱ ھ کے جانشین بیٹے سلطان مسعود کا زمانہ ہے - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غزنویوں کے ملتان فتح کر لینے کے بعد بھی ملتان ان لوگوں کا مرکز تھا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ غزنویوں کی کمزوری کے بعد ملتان پر پھر اسماعیلیوں نے قبضہ کر لیا تھا ؟ کیونکہ سلطان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ہم پھر ملتان پر اسماعیلیوں کو حکمران پاتے ہیں چنانچہ سنہ ۵۷۲ ھ میں سلطان کو قرامطہ

کے مقابلہ اور اس کی نافرمانی کی قوت نہ پا کر اپنی دولت سراندیپ میں بھجوانی اور ملتان خالی کر دیا جب سلطان وہاں پہنچا تو وہاں کے لوگوں کو ضلالت اور گمراہی میں اندھا پایا تو ان کا محاصرہ کیا اور لوگر قبضہ کیا . اور ان پر ۲۰ ہزار درہم جرمانہ کیا - (۱)

ابن خلدون نے بھی اپنی تاریخ میں انہیں واقعات کا اعادہ کیا ہے - (۲)

اس اقتباس سے ایک تو نام کی صحت ہوتی ہے کہ ابوالفتح کے بجائے ابوالفتح تھا دوسرے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ غزنین سے براہ راست ملتان کا راستہ چھوڑ کر پنجاب کے راستہ سے ملتان جانے کی کیا وجہ تھی ، باقی ابوالفتح کا اپنے خزانہ کو سراندیپ منتقل کر دینا بے اصل ہے شاید اس زمانہ کے مورخ کو معلوم نہ ہو کہ ملتان اور سراندیپ میں کتنا فصل ہے ، ممکن ہے کہ اصل نسخہ میں کسی اور شہر کا نام ہو اور غلطی سے سراندیپ چمپ گیا ہو - اسی کے بعد سنہ ۳۰۳ھ میں مصر کے فاطمی خلیفہ نے سلطان محمود سے تعلق پیدا

(۱) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۱۳۲ (لیدن) -

(۲) ابن خلدون ج ۲ ص ۳۶۶ (مصر) -

سنہ ۳۹۰ھ تک شیخ حمید اور اس کے بیٹے نصر کا (گروہ بیوی فرماں روا ہوا ہو) زمانہ قرار دیا جاسکتا ہے اور سلطان محمود کا معاصر ابوالفتح داؤد تھا اس لئے اس کی فرماں روائی کا عہد سنہ ۳۹۰ھ سے سنہ ۳۹۶ھ تک (ملتان کی پہلی فتح کا سنہ) بلکہ سنہ ۴۰۱ھ (ملتان کی دوسری فتح اور داؤد کی گرفتاری) تک ہوگا۔

پہلے اور دوسرے خاندانوں سے فارسی مورخین واقف نہیں ہیں بہر حال وہ عرب سیاحوں کے بیان کے مطابق خالص عرب تھے تیسرے سلسلہ سے سلطان محمود کے تعلق سے فارسی مورخین کی واقفیت ہے۔ اس سلسلہ میں یہہ تصحیح کرلیجئے کہ جس کو وہ ابوالفتح کہتے ہیں، اس کی عربی کیفیت ابوالفتح تہی اور جس کو وہ نصیر لکھتے ہیں وہ گرویزی کی، سب سے پرانی سند کے مطابق نصر تھا۔ یہہ لفظی تصحیح اس لئے اہم ہے کہ فرشتہ وغیرہ نے ان کو لودھی اور پٹھانوں کے خاندان سے منسوب کیا ہے مگر یہہ نام شیخ حمید، نصر، داؤد خالص عربی قسم کے نام ہیں اور نصیر کے بجائے اور زیادہ نصر خالص عربی الواضع ہے۔ اسی طرح کیفیت (ابوالفتح یا ابوالفتح) خاص عربوں کی نشانی ہے اور خصوصاً ابوالفتح جمع کی صورت میں) اور اس کے بعد لفظ ”شیخ“ کا اعزازی لقب خالص عربی ہے اور اسماعیلی باطلیوں میں لفظ ”شیخ“ خاص طور سے ”امیر“ کے معنی میں

(اسماعیلیہ) کے ہاتھوں سے پھر ملتان کو نکالنا پڑا (۱) اور آخر دہلی کی حکومت کا وہ ایک جزء ہو گیا -

فرمانروایاں ملتان کا سلسلہ

اوپر کے بیان سے فرمانروایاں ملتان کے تین مختلف سلسلے ظاہر ہوتے ہیں -

۱ - منبہ بن اسد جو اسامہ بن لوی کے خاندان قریش میں سے تھا اور جس کے خاندان کو بنو منبہ کہتے تھے اور جس کا پتہ سنہ ۲۹۰ھ سے سنہ ۳۲۰ھ تک (ابن رستہ سے اصطخری تک) یقینی طور سے لگتا ہے -

۲ - جلم بن شیبان جو بیرونی کے بیان کے مطابق وہ شخص ہے جو پہلا قرمطی یا اسماعیلی تھا جس نے ملتان پر قبضہ کیا تھا اس کا زمانہ سنہ ۳۲۰ھ بلکہ سنہ ۳۶۷ھ اور ۳۷۵ھ کے درمیان ہے یعنی اصطخری بلکہ ابن حوقل اور بشاری کے بیچ میں کیونکہ بشاری پہلا عرب سیاح ہے جو ملتان اور مصر کے فاطمیوں کے درمیان تعلق کا ذکر کرتا ہے -

۳ - شیخ حمید اور اس کا بیٹا نصیر یا نصر اور اس کا بیٹا ابوالفتح یا ابوالفتح داؤد قرمطی، شیخ حمید الہتکین اور سبکتگین کا معاصر تھا یعنی سنہ ۳۵۱ھ سے

کتاب الدروز کے خط کے ان ابتدائی فقروں سے وہ ملتان اور ہندوستان کے عام سرحدوں اور خاص کر شیخ ابن سومر راجہ بل کے نام ”یہہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ ابن سومری ملتان کا بادشاہ تھا - ملتان کے سلسلہ میں سومر کا نام نہ کسی مؤرخ نے لیا ہے اور نہ اور کسی سند سے ثابت ہے - سومریوں کا تعلق صرف سندھ سے تھا جو مدت سے ملتان سے بالکل الگ اور مستقل ریاست تھی جیسا کہ عرب سیاحوں کے متفقہ بیان سے بلا اشتباہ ثابت ہے - یہہ البتہ اس خط سے ثابت ہوتا ہے کہ ابوالفتح داؤد امیر ملتان اور سومر ایک ہی مذہب کے پیرو تھے اور غالباً ابوالفتح کے زوال اور قید کے بعد یہہ سومر سندھ کے قرامطہ کا مذہبی شیخ و امام مقرر ہوا ہو -

شیخ حمید وغیرہ کے پٹھان ہونے کے متعلق ایک بات یہہ ہو سکتی ہے کہ اسماعیلیوں کا یہہ قاعدہ رہا ہے کہ وہ اکثر قوموں میں تبلیغ کی آسانی کی خاطر یہہ کرتے تھے کہ وہ اپنے کو ان سے قریب کرنے کے لئے ان سے نسلی اور مذہبی قرب اختیار کر لیتے تھے - اس طرح شیخ حمید وغیرہ نے پٹھانوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے اپنے کو پٹھان مشہور کر دیا ہو مگر ہندو اصل و نسل سے ان کا ہرگز کوئی تعلق نہیں اور نہ ان کے نام کے ساتھ کبھی کوئی ہندی لفظ استعمال ہوا ہے -

استعمال ہوتا تھا کیونکہ اس کی شان سیاسی سے زیادہ مذہبی ہوتی تھی اسی لئے خود حسن بن صباح کو شیخ النجبال (پہاڑی علاقوں کا شیخ) کہتے تھے ان وجوہ سے ان کو لودھی اور پٹھان بنانے کی داستان فرضی معلوم ہوتی ہے - اس زمانہ میں تو پٹھانوں میں اسلام کا رواج بھی بمشکل تسلیم کیا جاسکتا ہے - اس بنا پر میری رائے یہی ہے کہ شیخ حمید، شیخ نصر اور ابوالفتح داؤد وغیرہ نسباً عرب اور نسلاً جلم بن شیبان ہی کی اولاد ہوں گے - ہندوستان کے ایک مشہور مصنف (۱) نے یہہ بالکل پے ثبوت بات لکھدی ہے کہ یہہ ابوالفتح داؤد وہی تھا جو سندھ کی تاریخ میں سومرہ کے نام سے مشہور ہے - سومرہ اس کو ہندو اور ابوالفتح اس کا اسلامی نام تھا - یہہ غلطی اس لئے سرزد ہوئی کہ وہ سمجھے کہ ملتان اور منصورہ دونوں میں ایک ہی خاندان کی حکومت تھی اس لئے جب ملتان کے سلسلے میں اس کا نام ابوالفتح تھا اور سندھ کے سلسلہ میں سومرہ کو ہونا چاہئے تو درحقیقت یہہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہوں گے حالانکہ یہہ قطعاً غلط ہے -

(۱) مولوی عبدالعلیم صاحب شرر مرحوم نے اپنی تاریخ سندھ کے جلد دوم

صفحہ ۹ میں اور پھر صفحہ ۱۲ میں یہہ لکھا ہے - شاید مولانا ابو الفاظ الیٹ

کے (جلد اول صفحہ ۲۹۱) سے کچھ غلط فہمی ہوئی ہو -

ہندوؤں اور مسلمانوں میں لباس اور زبان کی یکسانیت بھی پیدا ہو چکی تھی -

ابن حوقل (سنہ ۳۶۷ھ) نے یہاں کے طرز لباس اور زبان کے متعلق اسی قسم کا بیان دیا ہے - کہتا ہے :-

”یہاں مسلمانوں اور ہندوؤں کا لباس ایک ہی طرح کا ہے اور بالوں کے چھوڑنے کا بھی وہی ایک طریقہ ہے اور اسی طرح ملتان والوں کی وضع ہے - اور منصورہ اور ملتان اور اس کے اطراف میں عربی اور سندھی بولی جاتی ہے اور مکران والوں کی بولی فارسی اور مکرانی ہے اور کرتوں کا لباس نمایاں ہے مگر تاجر لوگ قمیص اور چادر استعمال کرتے ہیں جس طرح عراق اور فارس کے لوگ“ - (۱)

سنہ ۳۷۵ھ میں بشاری آیا - اس نے یہاں کے اخلاق اور تمدن کا بہت کچھ اچھا نقشہ کھینچا ہے - کہتا ہے :-

”ملتان منصورہ سے چھوٹا ہے مگر اس سے زیادہ آباد ہے پھل گو زیادہ نہیں مگر سستے ہیں..... اور (عراق

ملتان کا ہندی اسلامی تمدن

ملتان میں عربی و ہندی تمدن و معاشرت کی خوشگوار آمیزش پیدا ہو گئی تھی - شہر گو چھوٹا لیکن خوبصورت تھا، بازار بھی ہر پیشہ والوں کے الگ الگ تھے - شہر کے چاروں طرف فصیل تھی - ملتان سے باہر امیر کا جو فوجی معسكر تھا وہاں بھی بلند عمارتیں قائم تھیں - بیرونی نے بتایا ہے کہ شہر میں محمد بن قاسم کی بنوائی ہوئی جامع مسجد تھی (سنہ ۳۲۰ھ اور سنہ ۳۷۵ھ کے بیچ میں غالباً) - جلم بن شیبان اسماعیلی قرامطی نے اس کو بند کر دیا کہ وہ بنو امیہ کی یادگار تھی اور سورج دیوتا والے مشہور بتخانہ کو توڑ کر جامع مسجد بنوایا - سلطان محمود نے (سنہ ۳۹۹ھ یا سنہ ۴۰۳ھ) جب ملتان فتح کیا تو پھر پہلی جامع مسجد کو کھول دیا اور دوسری کو بے مرمت چھوڑ دیا - بیرونی کے زمانہ تصنیف کے وقت (سنہ ۴۲۲ھ میں) وہ گردگر میدان ہو گیا تھا جس میں مہندی کے درخت لگے تھے -

اصطخری نے (سنہ ۳۲۰ھ) لکھا ہے کہ ملتان کا امیر ہاتھی پر سوار ہو کر جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد جاتا ہے - یہہ خالص ہندو راجاؤں کی پریشان و شکوہ سواری گویا عرب امیروں کو پسند آچکی تھی - پھر کہتا ہے کہ ملتان کے لوگ پاجامہ پہنتے ہیں اور اکثر لوگ فارسی اور سندھی بھی بولتے ہیں، غرض

دہلی ملتان کا سکھ مصر کے فاطمی سکھ کے
مطابق بتایا گیا ہے لیکن زیادہ تو
’قنہریات‘ وہاں چلتے ہیں‘ - (۱)

منصورہ

عربوں میں سندھ کا سب سے بڑا شہر برہمن آباد
مشہور ہے جس کا اصلی ہندسی نام جیسا کہ بیرونی
نے بتایا ہے بہمنوا ہے - اہل ایران اس کو برہمن آباد
کہتے تھے - یہی نام مسلمانوں میں رائج ہوا - اس کے
بعد بعض فوجی اور سیاسی ضرورتوں سے سندھ میں
عربوں کو خود اپنے شہر بسانے پڑے جن میں محفوظہ ،
بیضاء اور منصورہ زیادہ مشہور ہوئے -

بنو امیہ کے اخیر زمانہ میں اہل عرب کی قوت جب
کمزور ہوئی اور سندھیوں نے ان کو سواحل کی طرف
تھکیلنا شروع کیا ، اس وقت کے عرب والی حکم بن
عوانہ کلہی نے سب عربوں کو سمیت کر ایک جگہ جمع کیا
اور دریا پار ایک شہر بسایا جس کا نام محفوظہ
رکھا -

(۱) احسن التماسیم ص ۲۸۲ - قنہری کوئی معلوم سکھ معلوم ہوتا ہے - اہلیت

نے خدا جانے اس کو قندھاریات کر کے لکھا دیا ہے کہ یہاں قندھار میں مضرب ہوتے
تھے مگر یہاں بے ثبوت بات ہے اور لفظ کی تحریف ہے -

کی بندرگاہ) سیراف کی طرح سال کی لکڑی کے کٹی کٹی منزل کے مکانات ہیں - یہاں بدکاری اور شرابخواری نہیں - اور جو اس جرم میں پکڑے جاتے ہیں ان کو قتل کیا جاتا ہے یا کوئی سخت سزا دی جاتی ہے - خرید و فروخت میں نہ جھوٹ بولتے ہیں اور نہ کم تولتے ہیں - مسافروں کی خاطر کرتے ہیں - اکثر باشندے عرب ہیں، نہر کا پانی پیتے ہیں، سر سبزی اور دولت ہے بیوپار کی حالت بھی اچھی ہے تکلف و تنعم نمایاں ہے - حکومت مصلفانہ ہے - بازار میں کوئی عورت بناؤ سنگار کئے ہوئے نہیں ملے گی اور نہ کوئی اس سے راستہ میں علانیہ بات کرتا ہے - پانی اچھا، زندگی عیش و مسرت کی اور خوش دلی اور مروت ہے - فارسی زبان سمجھی جاتی ہے، تجارت کا نفع خاصہ ہے - جسم میں تغذرتی ہے لیکن شہر میلا ہے، مکانات تلگ ہیں، ہوا خشک اور گرم ہے، رنگ گندم گوں اور سیاہ ہے - (۱)

میں سندھ کا حکمران بن بیٹھا تھا - مگر یہہ بھی صحیح نہیں، اصل یہہ ہے کہ نام کا دھوکا نہیں کھانا چاہئے - اس کا بانی جیسا کہ ہمارے قدیم ترین ماخذ بلاذری المتوفی سنہ ۲۷۹ کا بیان ہے محمد بن قاسم کا لڑکا عمرو تھا، اس لئے منصورہ (مدد دیا گیا) کو ایسا نام سمجھنا چاہئے جو محفوظہ کی طرح متضد خوش فالی کے لئے رکھا گیا تھا -

بنا کا زمانہ

حکم جس کے زمانہ میں عمرو نے اس شہر کو بسایا وہ عراق کے امیر خالد بن عبداللہ قسری کا فرستادہ تھا - خالد سنہ ۱۰۵ھ میں عراق کا امیر بنا اور سنہ ۱۲۰ھ میں معزول ہوا - حکم خالد کا بھیجا ہوا سندھ کا دوسرا والی تھا، اس لئے غالباً سنہ ۱۱۰ھ سے اس کا زمانہ شروع ہوا ہوگا - اس قیاس سے منصورہ کی بنا کی تاریخ سنہ ۱۱۰ھ سے سنہ ۱۲۰ھ تک متعین کرنی چاہئے -

جائے وقوع

سب سے پہلے ابن خردادزبہ (سنہ ۲۵۰ھ) منصورہ کی جگہ دریائے سندھ کے کنارے بتاتا ہے (۱) - پھر بلاذری (سنہ ۲۷۹ھ) کہتا ہے کہ وہ دریا کے ادھر ہی بسایا

حکم کے ساتھ محمد بن قاسم کا لوکا عمرو بھی تھا جو نہایت بہادر اور مدبر تھا۔ حکم کے تمام کام وہی انجام دیتا تھا۔ اس نے سمندر کے ساحل پر برہمن آباد سے دو فرسخ پر منصورہ آباد کیا۔ (۱)

عباسیوں کے زمانہ میں معتصم باللہ کے عہد میں (تیسری صدی ہجری کا وسط) برمکی خاندان کا ایک رکن عمران بن موسیٰ بن یحییٰ بن خالد جب سندھ کا والی مقرر ہوا تو اس نے بیضاء نام شہر آباد کیا۔

مگر ان سب میں سے قدرت کی طرف سے شہرت اور بقا منصورہ کے حصہ میں آئی۔

منصورہ کا بانی

شہر منصورہ کا نام منصورہ کیوں پڑا؟ بعض لوگوں نے غلطی سے یہہ سمجھا کہ یہہ خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ میں بنا، اس کی نسبت سے یہہ منصورہ کہلاتا ہے حالانکہ یہہ قطعاً غلط ہے کیونکہ یہہ شہر تو بنو امیہ کے زمانہ ہی میں بن چکا تھا۔ اسی طرح مسعودی نے اس کو منصور بن جہور کی طرف منسوب کیا ہے (۲) جو بنو امیہ کے اختلال اور عباسیہ کے آغاز قیام کے زمانہ

(۱) فتوح البلدان بلاذری ص ۳۳۴ (لیقتن)۔

(۲) مردج الذهب ج ۱ ص ۳۷۹۔

ایک دوسرا مقام ترچناپالی (احاطہ مدراس) میں بھی ہے پرانے زمانہ کے فن جنگ کے لحاظ سے اس قسم کے مقامات بہت محفوظ خیال کیے جاتے تھے -

ابوالفضل نے آئین اکبری میں تمام مشکلات حل کردی ہیں۔ اس نے بتایا ہے کہ سندھ کے مشہور شہر بھکر کا پرانا نام منصورہ تھا، (۱) اور حقیقت یہ ہے کہ اس پر منصورہ کی پوری جغرافی تعریف صادق آتی ہے - ابوالفضل کہتا ہے ”یہاں آکر چھوڑ دریا ملکر ایک ہو جاتے ہیں اور دو حصوں میں بت کر اس کے نیچے سے گذرتے ہیں - ایک حصہ دکن اور ایک حصہ اتر ہوکر“ - بھکر کا نام ہندوستانی تاریخوں میں بہت مانوس ہے اور اب بھی روشناس ہے -

منصورہ پایہ تخت

منصورہ اپنی جائے وقوع کے لحاظ سے محفوظ بھی تھا اور ساتھ ہی دریا کے ساحل پر اور سمندر کے قریب واقع تھا - اور اس لحاظ سے عراق اور ملک عرب سے آمد و رفت اور وقت پڑنے پر یہاں سے نکل جانے کے لئے بھی مناسب تھا - اس لئے بہت جلد سندھ میں عربوں کا پایہ تخت بن گیا - تیسری صدی میں ہم اس کا نام پایہ تخت کی حیثیت سے سنتے ہیں - بلاذری (المستوفی

(۱) آئین اکبری جلد دوم ص ۱۶۰ نولکشور -

کیا تھا“ (۱) - ابن حوقل اور اصطخری دونوں نے لکھا ہے کہ دیہہ دریائے مہران (سندھ) کے کنارہ ایک ایسی جگہ پر آباد کیا گیا ہے کہ دریا کی ایک شاخ نے نکل کر اس کو جزیرہ کی طرح بنا دیا ہے“ - بعض عرب جغرافیہ نویسوں نے اس کا طول بلد مغرب سے ۹۳ درجہ اور عرض بلد جنوب سے ۲۲ درجہ بتایا ہے (۲) - خوش قسمتی سے ہمارے سامنے ابن حوقل کا وہ نقشہ ہے جو اس نے اپنے زمانہ میں سندھ کا تیار کیا تھا - اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دریائے سندھ جو پنجاب کی طرف سے چل کر آخر کار بکر ہند (سمندر) میں جا کر گر جاتا ہے، اس مقام سے تھوڑی دور پیچھے خشکی کی سمت میں ایک جگہ دریا کی ایک نئی شاخ نکلتی ہے اور جو فوراً ہی پھر گھوم کر اسی دریا میں مل جاتی ہے، اور اس طرح بیچ میں دریا کے کنارے اس شاخ کے احاطہ سے ایک تھوڑی سی زمین جزیرہ کی صورت میں بن گئی ہے اسی جزیرہ کی شکل میں یہہ شہر آباد ہوا تھا جو ہر طرف سے پانی سے گھرا کر ناگہانی حملہ آوروں سے محفوظ تھا - یہہ اسی قسم کا مقام تھا جیسا کہ میسور میں کاویری ندی کے گھوم جانے سے سرنگاپتم کا مقام نکل آیا ہے اور اس قسم کا

(۱) ص ۲۲۲ (لیٹن)

(۲) معجم البلدان یا قوت لفظ منصورہ -

خلیل نے خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا مگر معتصم کے عہددار عمران برمکی والی سندھ نے وہاں کے سرداروں کو گرفتار کر کے قصدار (قزدار) بھیج دیا - (۱)

عمران برمکی ہی کے زمانہ میں عربوں کے دو مشہور قبیلوں یمنی (تحتطانی) اور حجازی (نزاری) میں بعینہ وہی خانہ جنگی شروع ہوئی جس خانہ جنگی نے بدوامید کا خاتمہ کر دیا تھا - عمران نے یمنیوں کی طرفداری کی - اس وقت حجازیوں کا سرگروہ ایک قریشی سرداری عرب بن عبدالعزیز ہباری تھا ؟ اس نے موقع پا کر عمران کو قتل کر دیا (۲) -

سندھ کا ہباری قریشی خاندان

قریش کے خاندان بنو اسد میں پیغمبر اسلام کے زمانہ میں ہبار بن اسود ایک شخص تھا جو اسلام اور پیغمبر اسلام کا سخت دشمن تھا - آخر وہ فتح مکہ کے زمانہ میں سنہ ۸ھ میں مسلمان ہوا - اس کی اولاد میں سے ایک شخص حکم بن عوانہ کلبی والی سندھ کی معیت میں سندھ وارد ہوا تھا - اسی شخص کا پوتا عمر بن عبدالعزیز ہباری تھا (۳) - اس کا نسب نامہ

(۱) بلقزی ص ۲۲۵ -

(۲) ایضاً ص ۲۲۶ -

(۳) ایضاً -

سنہ ۲۷۹ ھ) منصوبہ کے ذکر میں کہتا ہے ”یہ وہی شہر ہے جہاں آج کل حکام جاکر ٹھہرتے ہیں“ (۱) - اس کے بعد کے تمام عرب سیاح اس کا اسی حیثیت سے نام لیتے ہیں اور آخر میں وہ ایک قریشی عرب ریاست کا دارالامارت بن جانا ہے -

سندھ دور خلافت عباسیہ میں

سندھ کا علاقہ خلیفہ المامون (سنہ ۲۱۸ ھ) تک بغداد کے مرکز سے وابستہ رہا، بلکہ اسی کے اخیر زمانہ میں عرب امراء خود مختاری کا خواب دیکھنے لگے، چنانچہ بنی سامہ کے غلام فضل بن ماہان نے سندان نام ایک شہر کو فتح کر کے براہ راست خلیفہ المامون سے اپنی امارت کی سند حاصل کی اور وہاں ایک جامع مسجد بنوائی جس میں نماز جمعہ ادا ہوتی تھی اور خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اس کے بعد اس کا بھائی محمد بن فضل بن ماہان حاکم ہوا اور یہ زمانہ معتصم باللہ (سنہ ۲۲۷ ھ) کا تھا - اس نے ستر جہازوں کے بیڑے کے ساتھ سیدیوں پر حملہ کیا - اس کی غیرحاضری میں اس کے بھائی ماہان نے ریاست پر قبضہ کر لیا اور غالباً اسی خانہ جنگی میں ریاست مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئی (۲) - معتصم باللہ زمانہ میں قندابل میں محمد بن

(۱) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۴ -

(۲) بلاذری ص ۴۴۶ -

یعقوبی کا عمر بن عبدالعزیز کو سامہ بن لوی کی نسل سے بتانا صحیح نہیں ہے - عمر بن عبدالعزیز ہبار بن اسود کی اولاد سے تھا جو کعب بن لوی کی نسل سے تھا - (ابن خلدون ج ۲ ص ۳۲۷ مصر) - غالباً یعقوبی کو ملتان کے امیروں کا دھوکا ہوا جو بنو سامہ تھے -

بہر حال عمر بن عبدالعزیز ہباری کی امارت کے بعد بھی عباسی تعلق قائم رہا - چنانچہ معتمد کے زمانہ میں (سنہ ۲۵۹ - ۲۷۹ ھ) بغداد کے انتظامات ملکی میں سندھ کا نام بھی نظر آتا ہے کیونکہ اس عہد میں خراسان کے صفاری خاندان کے بانی یعقوب بن لیث کو سنہ ۲۵۷ ھ میں ترکستان، ہجستان، کرمان کے ساتھ سندھ کا علاقہ بھی سپرد ہوتا ہے (۱) اور سنہ ۲۹۱ ھ میں معتمد اپنے اولوالعزم بھائی موفق کو تمام دیگر مشرقی ممالک کے ساتھ سندھ کی ولایت بھی عطا کرتا ہے اور اسی زمانہ میں ادھر خلیج فارس کے عربی اور عراقی کناروں پر قرمطیوں (قرامطہ) کی بغاوت شروع ہوتی ہے اور ادھر مغرب میں اسماعیلی فاطمیوں کی تحریک اُٹھتی ہے جو بالآخر مصر تک چھا جاتی ہے -

غالباً یہی وہ موزوں زمانہ ہے جب سندھ کا یہہ برائے نام رشتہ بھی بغداد سے کٹ جاتا ہے - بلاذری جو سنہ ۲۷۹ ھ میں مرا ہے وہ لکھتا ہے کہ وہ بنو کندہ کا آزاد کردہ

یہہ ہے : عمر بن عبدالعزیز بن مغنڈر بن زبیر بن عبدالرحمان بن ہبار بن اسود - یہہ خاندان امویوں اور عباسیوں دونوں کے عہد میں سلطنت کے کاروبار میں دخل رکھتا تھا (۱) - اس نے حجازیوں کا سردار بن کر عمران کو قتل کیا اور اس کا لازمی نتیجہ یہہ ہوا ہوگا کہ عمر بن عبدالعزیز ہباری کو سندھ کے حجازی عربوں کی ریاست حاصل ہو گئی ہوگی - سنہ ۲۴۰ھ میں خلیفہ متوکل کے زمانہ میں سندھ کے والی ہارون بن ولہ خالد نے جب انتقال کیا تو عمر بن عبدالعزیز نے دربار خلافت میں ایک عریضہ بھیج کر درخواست کی کہ سندھ کی ولایت اس کے سپرد کی جائے - خلیفہ نے اس کی درخواست بہر حال منظور کی - یعقوبی (المتوفی سنہ ۲۷۸ھ) جس کی تصنیف کا زمانہ سنہ ۲۵۹ھ ہے اپنی تاریخ میں لکھتا ہے "سندھ کے والی ہارون بن خالد نے سنہ ۲۴۰ھ میں انتقال کیا" - اور عمر بن عبدالعزیز سامی نے جو سامہ بن لوی کی طرف منسوب ہے اور جو سندھ پر قابض ہو چکا تھا ، لکھا کہ وہ ملک کا بہت اچھا انتظام کر رہا ہے تو متوکل نے اس کی درخواست قبول کی اور متوکل کے پورے زمانہ خلافت میں وہ مستقل رہا (۲) -

(۱) ابن خلدون ج ۲ ص ۳۲۷ -

(۲) تاریخ یعقوبی جلد دوم ص ۵۹۹ (لیڈن) -

ریاح اور قاضی ال ابی الشوارب تھے - مسعودی کی اصل عبارت یہ ہے :- (۱)

”میرے منصورہ پہنچنے کے زمانہ میں ابوالمنذر عمر بن عبداللہ بادشاہ تھا ، اور وہیں اس کے وزیر ریح اور اس کے دونوں بیٹوں محمد اور علی کو دیکھا ، اور ایک اور عرب سردار کو جو وہاں کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا ، جس کا نام حمزہ تھا (۲) اور حضرت علی بن ابی طالب کی بہت سی اولاد کراما وہاں نظر آئی جو عمر بن علی اور محمد بن علی کی نسل سے تھی - منصورہ کے بادشاہوں اور وہاں کے قاضی کے خاندان ال ابی الشوارب میں قرابت تھی ، اور منصورہ کے یہ بادشاہ ہبار بن اسود کی اولاد ہیں ، جو بنو عمر بن عبدالعزیز کہلاتے ہیں “ -

(۱) مروج الذهب مسعودی جلد اول ص ۳۷ -

(۲) داتر برت (Bird) جن کا حوالہ الیٹ نے دیا ہے ، (ج ۱ ص ۲۸۸)

انہوں نے اس فقرہ کا مطلب بالکل غلط سمجھا ہے کہ ”یہاں حمزہ سید الشہداء کی اولاد آکر پوسی تھی“ - حمزہ کے نام سے ان کو شبہ ہوا ، یہاں حمزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ نہیں بلکہ کوئی حمزہ نام دوسرا عرب سردار تھا ، اور مسعودی خود حمزہ کا ذکر کر رہا ہے اور اس کی اولاد کا نہیں - حضرت حمزہ کی کوئی اولاد نرینکا نہ تھی اور نہ ان کی نسل پھیلی -

غلام ابوالصمہ جو تیسری صدی کے شروع کے ایک عباسی والی عمر بن حفص بن ہزار مرد کے ساتھ سندھ گیا تھا - اس کا بیٹا صمہ آج کل سندھ میں زبردستی خود مختار بن بیٹھا ہے (۱) -

مگر معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز ہباری کی اولاد نچلی نہیں بیٹھی، خود عمر بن عبدالعزیز ہباری سندھ کے شہر یا بڈیا یا بانیہ میں رہتا تھا (۲) - مگر اس کی اولاد نے مستقل طور سے سندھ زیرین کے علاقہ پر قبضہ کر کے منصورہ کو اپنا پایۂ تخت بنا لیا - سنہ ۲۷۰ھ میں عمر بن عبدالعزیز ہباری کا بیٹا عبداللہ منصورہ کا فرمانروا تھا - اسی کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ الرا (الور واقع سندھ) کے ہندو راجہ نے اس سے ایک ایسے مسلمان مبلغ اور عالم کی فرمایش کی تھی جو اس کو دین اسلام سے آگاہ کر سکے (۳) - سنہ ۳۰۳ھ میں جب مسعودی آتا ہے تو وہ اس عبداللہ کے بیٹے عمر کو منصورہ کا فرمانروا پاتا ہے اور ساتھ ہی بہت سے عرب سردار وہاں اس کو ملتے ہیں، سادات اور علوی خاندان کے لوگ بھی وہاں نظر آتے ہیں، بادشاہ کا نام عمر بن عبداللہ، وزیر کا نام

(۱) بلاذری ص ۲۲۵ -

(۲) ابن حوقل ذکر السند -

(۳) عجائب الہند، بزرگ بن شہریار ص ۳ (لیپتن) -

پڑھتے تھے - جس زمانہ میں ہم شیراز میں
تھے اس وقت یہاں سے ایک سفیر شیراز
عضدالدولہ کے بیٹے کے پاس گیا تھا ۴۴ -

شہر منصورہ کی آبادی اور وسعت

ابن حوقل کا بیان ہے کہ منصورہ ایک میل لمبا
اور ایک ہی میل چوڑا تھا ، اور چاروں طرف دریا سے
گھرا ہوا تھا ، یہاں کے باشندے مسلمان تھے - بشاری کہتا
ہے کہ وہ منصورہ سندھ کا مرکزی شہر اور ملک کا
دارالحکومت ہے ، دمشق کی طرح ہے ، مکانات لکڑی اور
مٹی کے ہیں ، جامع مسجد اینٹ اور پتھر سے بنی ہے
اور بڑی ہے ، اور عمان کی جامع مسجد کی طرح سال
کی لکڑی کے ستونوں پر قائم ہے ،..... بیچ بازار میں
واقع ہے..... شہر میں چار دروازے ایک کا نام باب البکر
(دریا کا دروازہ) دوسرے کا طوران دروازہ ، تیسرے کا نام سندان
دروازہ ہے ، چوتھے کا نام ملتان دروازہ ۴۴ - (۱)

مملکت منصورہ کی وسعت اور سر سبزی

اس عرب حکومت کی وسعت میں سندھ کے متعدد شہر
تھے - بشاری کہتا ہے کہ سندھ کا دارالحکومت منصورہ ہے
اور اس کے شہروں میں سے دیبل ، زندریج ، کدار ، مایل

مسعودی کے بعد سنہ ۳۶۷ ھ میں ابن حوقل آیا ، اس وقت تک یہی خاندان یہاں حکموں تھا ، اور گو خلافت عباسیہ سے کوئی سیاسی و انتظامی تعلق باقی نہیں رہا تھا مگر مذہبی رشتہ باقی تھا ، چنانچہ عباسی ہی خلفاء کے نام کا وہ خطبہ پڑھتے تھے - اصل عبارت یہہ ہے :- (۱)

”ملک کا بادشاہ ایک قریشی ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ ہبار بن اسود کی نسل سے ہے - اس کے باپ دادا اس ملک پر حکمران تھے ، اور اب وہ ہے مگر خطبہ خلیفہ بغداد ہی کے نام کا پڑھا جاتا ہے “ -

سنہ ۳۷۵ ھ میں مقدسی جب آیا تو اسی خاندان کو اسی طرح حکمران پایا لیکن اس درمیان میں دیلمیوں کا شیعہ خاندان جو فارس پر حکومت کر رہا تھا اس کا اثر بھی بلوچستان کے راستے سے سندھ تک پہنچ رہا تھا - تاہم خلیفہ بغداد کا نام بھی باقی تھا - بشاری کہتا ہے :- (۲)

”منصورہ پر ایک سلطان کی حکومت ہے جو قریش کے خاندان سے ہے ، لیکن وہ خطبہ خلیفہ عباسی کا پڑھتے ہیں اور کبھی عضدالدولہ (دیلمی) کا خطبہ

(۱) سفر نامہ ابن حوقل ذکر السند -

(۲) احسن التماسیم بشاری ص ۲۸۵ -

مسعودی نے گویا ہم کو منصورہ کی پوری فوجی قوت بتادی، ایک ہاتھی کے ساتھ پانچ سو آدمی ہوتے ہیں، تو اسی ہاتھیوں کے ساتھ چالیس ہزار فوج ہوگی۔

منصورہ کی علمی اور مذہبی حالت

اس کے متعلق سب سے بہتر بیان بشاری نے اپنے سفر نامہ میں قلم بند کیا ہے۔ کہتا ہے:-

”یہاں کے باشندے لائق اور بامروت ہیں، ان کے ہاں اسلام کو تازگی حاصل ہے، اور علم اور اہل علم یہاں بہت ہیں، ان میں ذہانت و ذکاوت ہے، اور نیکی اور خیرات کرتے ہیں“۔ (۱)

”اہل ذمہ (غیر مسلم رعایا) بت پوجتے ہیں، مسلمانوں میں واعظوں کا وجود نہیں، مسلمانوں میں اکثر اہل حدیث ہیں۔ میں نے یہاں قاضی ابو محمد منصورہ کو دیکھا جو داؤدی تھے اور اپنے مذہب کے امام تھے اور ان کا حلقہ درس تھا، اور ان کی تصنیفیں ہیں، ان کی بہت سی اچھی تصنیفات ہیں“

بتلی ہے - اصطخری نے اور بعض شہر بھی اس میں گنائے ہیں، جیسے بانیہ، سدوسان، انور، سوہارہ، صیمور - مسعودی کا بیان ہے کہ وہ منصورہ کے دائرہ حکومت میں جو گاؤں اور آبادیاں ہیں ان کا شمار تین لاکھ کا ہے - اس سے اندازہ ہوگا کہ منصورہ کی حکومت خاصی بڑی تھی - ”پھر مسعودی کہتا ہے کہ وہ تمام کھیتیں ہیں، درخت ہیں، اور آبادیاں ملی ملی ہیں“ (۱) - اس سے اس کی سرسبزی اور آبادی کا قیاس ہو سکتا ہے -

بادشاہ کی جنگی قوت

مسعودی کہتا ہے کہ :-

وہ منصورہ والوں کی میدیوں کے ساتھ جو سندھ کی ایک قوم ہے برابر لڑائیاں دھتی ہیں - بادشاہ کے پاس ۸۰ جنگی ہاتھی ہیں، اور قاعدہ یہہ ہے کہ ایک جنگی ہاتھی کے ساتھ پانچ سو پیادہ فوج ہوتی ہے - ان میں سے دو ہاتھی نہایت مشہور بہادر اور لڑنے والے تھے ان میں سے ایک کا نام منصر قلس اور دوسرے کا نام حیدرہ تھا، اور یہہ سدھائے ہوئے تھے“ - (۲)

(۱) مرجع الذهب ج ۱ ص ۳۷۸ -

(۲) ایضاً -

منصورہ کا خاتمہ

منصورہ کی عربی حکومت کا خاتمہ کیونکر ہوا اس کے متعلق کوئی تصریحی بات نہیں ملتی۔ بشاری کے زمانہ یعنی سنہ ۳۷۵ھ تک وہ یقیناً قائم تھی۔ اس کے پندرہ برس کے بعد محمد کے حملے شروع ہوتے ہیں۔ سنہ ۴۱۶ھ میں جب سلطان محمود نے سومنات پر اپنا مشہور حملہ کیا ہے تو وہاں سے واپسی میں اس نے سندھ کا راستہ اختیار کیا، گجرات سے سندھ، اور سندھ سے دریائے سندھ کے کنارے کنارے ملتان، اور ملتان سے غزنین۔ اس راستہ میں مؤرخین نے تصریح کی ہے کہ وہ منصورہ ہو کر گزرا، (۱) لیکن ابن اثیر نے اپنی تاریخ کامل میں اسی سال کے واقعات کے ضمن میں ایک اہم فقرہ لکھا ہے :- (۲)

”اور سلطان نے منصورہ کا قصد کیا، یہاں کا والی اسلام سے پھر گیا تھا، تو جب اس کو سلطان کی آمد کی خبر ہوئی تو شہر سے نکل گیا، اپنے آدمیوں کو لے کر جہازیوں میں چھپ گیا۔ سلطان محمود نے اس کا تعاقب کیا، بہت سے آدمی مارے گئے، اور بہت سے دریا میں

(۱) زین الاخبار گردیزی ص ۸۷ (بولن)۔

(۲) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۲۳۳ (لیڈن)۔

..... بڑے بڑے شہروں میں حنفی فقہا
 بھی پائے جاتے ہیں لیکن یہاں مالکی
 واد حنبلی نہیں، اور نہ معتزلی ہیں،
 سیدھے اور صحیح مسلک پر ہیں، اور
 نیکی اور پاکدامنی ہے۔“ (۱)

اس قدیم عہد میں یہاں اہل حدیث کا ہونا بڑی
 حیرت انگیز بات ہے۔ داؤدی فرقہ سے مراد داؤدی بوہرے
 نہیں بلکہ امام داؤد ظاہری کے پیرو مراد ہیں، جو ایک
 قسم کے اہل حدیث ہی تھے۔

زبان

مسعودی کہتا ہے کہ ”سندھ کی زبان خاص ہے“
 ہندوستان سے الگ۔“ - بشاری منصورہ کی بندرگاہ دیبل کے
 متعلق کہتا ہے کہ یہاں کل کے کل تاجر بستے ہیں،
 ان کی زبان سندھی اور عربی ہے۔“ (۲) - اس سے یہہ قیاس
 ہو سکتا ہے کہ یہاں کی زبان پر عربی کا کتنا گہرا اثر
 پڑا ہوگا جس کا ثبوت آج بھی موجود ہے، کہ ان کی
 سندھی زبان میں عربی کے الفاظ اسی طرح ملے ہوئے ہیں
 جس طرح ہماری اردو میں، اور سب سے بڑا اثر یہہ ہے
 کہ سندھی کا خط آج بھی بعینہ عربی ہے۔

(۱) احسن التقاسیم ص ۲۸۱ -

(۲) مزدج الذہب جلد اول ص ۲۸۱ -

پر قابض ہو گیا تھا اس کی اولاد نے
سندھ پر یکے بعد دیگرے حکومت کی
یہاں تک کہ غزنویں کے سلطان محمود کے
ہاتھوں ان کا خاتمہ ہوا - ان کا پایہ
تخت منصورہ تھا “ (۱) -

کیا منصورہ والے بھی قرمطی اسماعیلی تھے ؟

اوپر کی سطروں میں بشاری نے جو خود ایک فقیہ
و عالم تھا جس دھوم دھام سے سنہ ۳۷۵ھ میں اہل
منصورہ کے دیندار اہل سنت ہونے کی شہادت دی ہے
اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے سنہ ۴۱۶ھ میں ان کا قرمطی
ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے - ابن خلدون کے بیان سے ثابت
ہے کہ محمود نے ہجاری امیر کے ہاتھ سے سندھ کی
ریاست چھینی اور ابن اثیر کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے
کہ جس امیر کے ہاتھ سے اس نے سلطنت چھینی
اس کے متعلق سلطان کو یہ معلوم ہوا کہ وہ مرتد
ہو گیا ہے ، جس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ
قرمطی اسماعیلی ہو گیا تھا -

جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ اہل منصورہ کے قرمطی
اسماعیلی تھو جانے کی شہرت منصورہ کی اسلامی ریاست پر
سلطان کے حملہ کے جواز کے لئے نہیں دی گئی ، تو

دوب کر مر گئے تھوڑے بیچ گئے، وہاں سے
سلطان بھاٹیہ ہو کر غزنین چلا گیا (۱) -

سوال یہ ہے کہ وہ اسلام سے پھر جانے اور مرتد
ہو جانے کے کیا معنی؟ اگر اس حملہ کو مسلمانوں کے
نزدیک بجا ثابت کرنے کے لئے والی منصورہ کو مرتد
مشہور نہ کیا گیا ہو تو اس زمانہ کے متحاورہ کے
مطابق اس کے یہہہ معنی قرار دئے جائیں گے کہ ملتان
کی طرح منصورہ کا بادشاہ بھی شاید اسماعیلی قرمطی
مذہب میں داخل ہو گیا ہو، ورنہ اس حملہ سے
۴۱ برس پہلے بشاری کی شہادت اہل منصورہ کے سنی
بلکہ اہل حدیث ہونے کی تمام تر شہادت موجود ہے -
بہر حال اس سے یہہہ ثابت ہوتا ہے کہ منصورہ کی
اس ہجاری حکومت کا سنہ ۴۱۶ھ میں سلطان محمود نے
ہاتھ سے خاتمہ ہوا - مشہور محقق ابن خلدون ایک موقع
پر ہبار بن اسود کے خاندانی تذکرہ میں لکھتا ہے :-

وہ انہیں ہبار بن اسود کی نسل سے
عمر بن عبدالعزیز تھا جو خلیفہ متوکل
کے قتل کے بعد شروع ہنگامہ میں ساندھہ

(۱) الیث نے ابن اثیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ سلطان محمود نے ایک
مسلمان کو منصورہ کا بادشاہ بنایا (جلد اول) مگر ابن اثیر میں یہہہ فقرہ نہیں
بلکہ وہ بیان ہے جو میں نے لکھا ہے - اس سے یہہہ غلطی شائد کسی یوہین ترجمہ پر
اعتماد کرنے سے ہوئی ہے -

(چھوٹے داؤد) کو سچے دین میں
 واپس لا کہ مسعود نے جو اُسے
 حال ہی میں قید اور غلامی سے آزاد
 کیا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ تو اس
 فرض کو انجام دے سکے جو تجھے کو
 اس کے بھانجے عبداللہ اور ملتان کے
 تمام باشندوں کے برخلاف انجام دینے
 کے لئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ تقدیس (۱)
 اور توحید کے ماننے والے جہالت، ضد،
 اور سرکشی و بغاوت والی جماعت سے
 ممتاز ہو جائیں۔“ (۲)

اس خط سے نہایت اہم نتائج نکالے جا سکتے ہیں -
 ۱ - سومر جو سندھ کے باشندہ تھے اور جو اس کے
 بعد سومری خاندان کے بانی ہوئے وہ اسماعیلی مذہب
 کے تھے -

۲ - ان کے نام ہندوانہ اور عربی قسم کے ہیں جن سے
 پتہ لگتا ہے کہ یہ خاندان عربی ہندی آمیز تھا -

(۱) اسماعیلیوں کا بار بار توحید و تقدیس کا دعویٰ اس بنا پر ہے کہ وہ خدا
 میں صفات کا ماننا جیسا عام اہل سنت مانتے ہیں شرک سمجھتے تھے - وہ نفی صفات
 کے قائل تھے جس کا نام ان کے ہاں توحید و تقدیس تھا - معتزلہ کا بھی یہی
 عقیدہ تھا، اسی لئے وہ بھی اپنے کو اہل عدل و توحید کہتے تھے -

(۲) الیٹ جلد اول ص ۳۹۱ -

ابن انیر کے بیان سے یہی ہوسکتے ہیں کہ سنہ ۳۷۵ھ کے بعد ہباری مسنی خاندان کا خاتمہ قرمطیوں نے کیا - یا سلطان کے ان کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد انہوں نے سندھ میں اپنی ریاست قائم کر لی ، اردو اسی قرمطی ریاست کا سلطان محمود نے سنہ ۴۱۹ھ میں خاتمہ کیا -

دروزی خط

جس دروزی خط کا اقتباس پہلے گذر چکا ہے اس کی حیثیت اس مسئلہ میں بھی نہایت اہم ہے - اس دروزی خط میں جو شام کے اسماعیلی دروزیوں کے مذہبی امام کی طرف سے بھیجا گیا ہے یہ لکھا ہے :-

”ملتان اور ہندوستان کے موحدوں کے

نام عموماً اور شیخ ابن سومر راجہ بل کے نام خصوصاً“ -

اس خط میں ابن سومر راجہ بل کو جائز وارث بھوتروا اور ہڈل ہلا کا لکھا ہے - اسی خط میں اس خاندان کے اور بہت سے ارکان کے نام لکھے ہیں جن میں بعض عربی اور بعض ہندی نام ہیں ، اور ان کو غیرت دلا کر لکھا ہے کہ :-

”اے معزز راجہ بل ، اپنے خاندان

کو اُٹھا ، موحدین کو اور داؤد اصغر

تو کہنا چاہئے کہ سومر سلطان محمود (المتوفی سنہ ۴۲۱ھ) کا معاصر تھا -

۹ - یہی سومری ہیں جو اس خط کی تاریخ کے بیس برس بعد سلطان عبدالرشید بن محمود غزنوی (المتوفی سنہ ۴۴۴ھ) کی کمزور حکومت کے زمانہ میں غزنویوں کے بجائے سندھ کے مالک ہو گئے -

ہباری خاندان کی ایک زندہ جاوید یادگار

ہباری سلاطین کی گو ظاہری یادگار ہمیشہ کے لئے مت گئی مگر اس کی ایک روحانی یادگار ہمیشہ کے لئے باقی رہ گئی اور وہ ان کا وہ خاندان ہے جو غزنویوں کے زیر سایہ یہاں سے ملتان جا کر آباد ہوا - شیخ الاسلام زکریا ملتانی سنہ ۵۷۸ھ میں پیدا ہوئے اور بقول فرشتہ سنہ ۶۶۹ھ میں اور بقول اخبارالاخیار سنہ ۶۶۱ھ میں وفات پائی - شیخ عبداللہ حق دہلوی نے آپ کو ”داسدی“ لکھا ہے ، (۱) جو معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت ہبار کا قبیلہ تھا - شیخ عین الدین بیجاپوری نے ان کا نسب حضرت (ہبار) بن اسود بن مطلب بن اسد تک پہنچایا ہے (۲) - پیرزادہ محمد حسین صاحب نے ابن بطوطہ کے اپنے اردو ترجمہ (جلد دوم ص ۸) میں

(۱) اخبارالاخیار ص ۲۶ مطبع ہاشمی میرٹھہ -

(۲) فرشتہ جلد ۲ ص ۲۰۴ ٹولکشر -

۳ - ملتان کے بادشاہ ابوالفتح داؤد و شہزادہ اور سندھ کے یہہ سومری ایک ہی مذہب کے پیرو تھے -

۴ - سومر غالباً سندھ کے اسماعیلیوں کا ”شیخ“ اور امام تھا کیونکہ شیخ خاص طور سے اسماعیلی اپنے مذہبی سردار کے لئے استعمال کرتے تھے -

۵ - معلوم ہوتا ہے کہ ابوالفتح داؤد کے بعد اس کا کوئی بیٹا تھا جو چھوٹے داؤد کے نام سے مشہور تھا اور جس کو سلطان مسعود نے اسماعیلی مذہب سے توبہ کر لینے پر قید سے آزاد کر دیا تھا -

۶ - عبداللہ ابوالفتح داؤد اکبر کا نواسہ اور داؤد اصغر کا بھانجہ تھا جس کو ملتان کے لوگ اپنا امیر بنا لینا چاہتے تھے -

۷ - اس خط کا منشا یہہ ہے کہ ابن سومر راجہ بل کو سلطان مسعود اور عبداللہ اور اہل ملتان کے خلاف اپنے قبیلہ کو جنگ کے لئے ابھارے اور قریطی اسماعیلیوں کی جو طاقت زائل ہو گئی تھی اس کو پھر واپس لائے، چنانچہ ملتان میں یہہ کوشش بار بار کی گئی اور ناکام و کامیاب ہوتی رہی -

۸ - اور آخری اہم بات اس خط سے سومر کی شخصیت کے متعلق معلوم ہوتی ہے کہ یہہ کوئی طاقتور اور پرزور شخص تھا - سومر کا بیٹا جب سلطان مسعود کا معاصر تھا

سندھ غزنویوں اور غوریوں اور سلاطین دہلی کے ہاتھ میں

سندھ کا غزنویوں کے ہاتھوں میں سنہ ۴۴۴ھ تک رہنا اس سے ثابت ہے کہ سلطان عبدالرشید غزنوی (سنہ ۴۴۴ھ) تک سندھ سے خراج کا آنا ثابت ہوتا ہے - ان کے بعد ہی غزنوی سلطنت میں انتشار پیدا ہو گیا گو برائے نام آخر تک (سنہ ۵۷۸ھ) تک وہ پنجاب اور سندھ کے مالک کہلاتے رہے - سنہ ۵۷۸ھ میں غزنویوں کے بجائے غوریوں کا عمل دخل شروع ہو گیا اور شہاب الدین کے ایک سپہ سالار ناصر الدین قباچہ نے سندھ پر اور ایلتمش نے دہلی پر قبضہ کیا اور بالآخر ایلتمش نے قباچہ کو شکست دے کر سندھ سے اس کو نکال دیا - اس وقت سے وہ گو دہلی سے برائے نام وابستہ رہا لیکن درحقیقت وہ خود مختار ہی رہا - محمد شاہ تغلق کے زمانہ میں (سنہ ۷۵۲ھ میں) سندھ ایک مقامی حکمران خاندان سے نکل کر دوسرے مقامی حکمران کے ہاتھ میں گیا - سلطان فیروز شاہ نے سنہ ۷۹۲ھ میں اس پر مصالحتانہ قبضہ کیا اور آخر انہیں مقامی حکمرانوں کے سپرد کیا جن کے ہاتھ میں وہ سنہ ۹۲۷ھ تک رہا - ان سے ایک تاتاری امیر ارغون نے اس کو فتح کیا اور آخر سنہ ۱۰۰۰ھ کے خاتمہ پر وہ اکبری مقبوضات میں داخل ہو گیا -

شیخ کے موجودہ خاندان کے ذخیرہ میں سے ایک پرانی کتاب خلاصۃ العارفین کا ایک عربی اقتباس نقل کیا ہے جو ملفوظات سید جلال بخاری سے منقول ہے - اس میں جو نسب نامہ لکھا ہے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے - اس طرح شیخ الاسلام کے خاندان کے ہندوستان آنے کی جو دو تاریخیں ملتی ہیں یعنی ایک یہہ کہ وہ پہلی صدی ہجری میں عرب فاتحین ہند کے ساتھ آیا جیسا کہ ابن بطوطہ میں ہے اور دوسری یہہ کہ وہ گویا پانچویں صدی ہجری میں عرب سے آئے - یہہ دونوں مل جاتی ہیں اور وہ اس طرح کہ سندھ میں اس خاندان کا ورود پہلی تاریخ کے مطابق ہوا یعنی دوسری صدی ہجری میں اور ملتان میں منصوریہ کی تباہی کے بعد پانچویں صدی میں غزنوی سلطنت کے زیر سایہ آکر آباد ہوئے - البتہ خوارزم ہو کر یہاں آنے کا بیان صحیح نہ ہوگا جیسا کہ تاریخ فرشتہ میں ہے - لیکن اس سے زیادہ اہم بیان تاریخ طاہری کے مصنف کا ہے جس نے تفصیل کے ساتھ یہہ بتایا ہے کہ شیخ بہاؤالدین سندھی تھے اور سمہ قوم نے پہلے محمدتور کے تباہ ہونے کے بعد سکور (موجودہ سکھر) کے پرگنہ میں جو محمد تور نے آباد کیا تھا وہ وہیں کے رہنے والے تھے (۱) -

ان کی یہہ سلطنت سنہ ۲۲۲۲ھ سے لے کر سنہ ۷۳۲ھ کے چند سال بعد تک کسی نہ کسی طرح قائم تھی - چنانچہ اس سلسلہ میں ابن بطوطہ کی شہادت سب سے زیادہ اہم ہے - وہ ہندوستان میں سندھ کے راستہ سے سنہ ۷۳۲ھ میں اس وقت ہندوستان آیا تھا جب سومری قوم سلاطین دہلی کے ماتحت حکمران تھی اور ابن بطوطہ نے ان کو دیکھا تھا - وہ کہتا ہے :-

۱ - اس کے بعد ہم خبانی (۱) پہنچے جو دریائے سندھ کے کنارے ایک خوبصورت اور بڑا شہر ہے اور جس میں خوش نما بازار ہیں - سیاحوں کے باشندے وہ لوگ ہیں جن کو سامرہ کہتے ہیں جو یہاں اس وقت بسے اور ان کے بزرگ یہاں آباد ہوئے جب حجاج کے زمانہ میں سندھ فتح ہوا جیسا کہ مؤرخین نے لکھا ہے..... یہہ لوگ جو سامرہ کہلاتے ہیں یہہ کسی کے ساتھ کھاتے نہیں اور نہ کھاتے وقت ان کو کوئی دیکھ سکتا ہے ، اور نہ وہ اردوں سے اور نہ اور لوگ ان سے شادی بیاہ کرتے ہیں

(۱) یہہ شہر بے نشان ہے - معلوم ہوتا ہے کہ دریا برد ہو گیا -

ابوالفضل نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا ہے -

سومری

اوپر کی پوری تاریخ سے ہم کو کوئی بحث نہیں ہے - ہم کو گذشتہ تاریخ کے صرف دو خود مختار قبیلوں کی اصلیت پر غور کرنا ہے جن میں سے ایک سومری اور دوسرے سما کہلاتے ہیں - غزنویوں کی کمزوری کے عہد میں جس مقامی قبیلہ نے سندھ پر قبضہ کیا وہ سومری کہلاتے ہیں - پھر محمد شاہ تغلق کے عہد میں سنہ ۷۵۲ھ میں جو دوسرا مقامی قبیلہ برسر حکومت آیا اور جو سنہ ۹۲۷ھ (۱۵۲۱ع) تک قائم رہا وہ سما کہلاتا ہے - ان دونوں قبیلوں کی اصلیت کے متعلق مؤرخین میں سخت اختلاف ہے اور خصوصاً سومری خاندان کی قومیت بہت کچھ بحث طلب ہے اور اسی طرح ان کا مذہب بھی -

اوپر جس دروزی خط کا حوالہ گذرا ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ سنہ ۲۲۲ھ (سلطان مسعود کے زمانہ میں) شیخ ابن سومر راجہ بل موجود تھا اور وہ اسماعیلی مذہب تھا اور اس کو دروزیوں کے امام نے ملتان اور سندھ کے اسماعیلیوں کی دوبارہ حکومت قائم کرنے کے لئے بڑی قیادت دلائی تھی - اس لئے عجب نہیں کہ غزنویوں کے زور ٹوٹنے پر سلطان عبدالرشید (سنہ ۴۲۰ھ) کے زمانہ میں سومریوں نے سندھ میں اپنی سلطنت قائم کر لی -

ملک فیروز کا خطاب دے کر اپنا بادشاہ
 بنان لیا پھر دنار یہہ سمجھ کر
 کہ وہ اس وقت اپنے قبیلہ سے دور ہے
 دُرا، اور اپنے قبیلہ میں چلا گیا
 ... لشکریوں نے قیصری کو امیر بنا لیا
 جب ملتان کے نائب کو خبر لگی
 تو اس نے اس کی سزا کے لئے فوج بھیجی
 اور سخت سزا دی (۱) (باختصار) -

ابن بطوطہ اسی وقت پہنچا تھا، ایک مدرسہ میں
 ٹھہرا تھا - لاشوں کی بدبو سے اس کو نیند نہیں آتی تھی -
 ان دونوں اقتباسوں سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں -
 ۱ - سامری لوگ اپنے بزرگوں کی آبادی کو حجاج
 بن یوسف ثقفی کی آمد سے متعلق کرتے تھے -

۲ - وہ مذہباً ہندو نہ تھے اور نہ ہندوؤں کی مانگتگی
 پسند کرتے تھے، ساتھ ہی ان میں بعض باتیں ایسی
 بھی پائی جاتی تھیں جو عام مسلمانوں سے ان کو
 الگ کرتی تھیں -

۳ - اس وقت سندھ سلطان دہلی کے ماتحت اس طرح
 تھا کہ سلطان کی طرف سے ایک امیر یا ریژینڈنٹ
 سومریوں کے ساتھ رہتا تھا -

(۱) سفر نامہ ابن بطوطہ جلد دوم ص ۶۲ (مصر) -

اس زمانہ میں جو ان کا امیر ہے
اس کا نام دنار ہے جس کا ذکر ہم
آگے کریں گے۔

چنانچہ آگے چل کر وہ سیوستان (سیپھوان) کے ذکر میں
کہتا ہے۔ (سیوان اب کراچی کے ضلع میں ہے)۔

۲۔ اسی شہر میں سامری امیر دنار جس کا
ذکر اوپر گذرا اور امیر قیصر رومی رہتے
ہیں اور یہہ دونوں سلطان (دہلی) کی
ماتحتی میں ہیں، اور ان دونوں کے
ساتھ اٹھارہ سو سوار تھے، اور یہاں ایک
ہندو رہتا تھا جس کا نام رتن تھا
جو حساب و کتاب میں بڑا ماهر تھا۔
وہ بعض امراء کے ساتھ سلطان کے دربار
میں گیا، سلطان نے اس کو پسند کیا
اور اس کو دس سونے کا راجہ، خطاب اور
راجگی کے ماہی مراتب دے کر سیوستان
بھیجا اور اس کو وہ جاگیر میں دے دیا۔
جب وہاں پہنچا تو دنار اور قیصر کو
یہہ برا معلوم ہوا کہ ایک کافر کو
ان پر فوقیت دی جائے تو باہم مشورہ
کر کے اس کو قتل کر دیا..... اور
خزانہ لوٹ لیا اور سب نے مل کر اونار کو

کا آنا تاریخوں سے ثابت ہے (۱) - اور یہہ عقائد کے اخفا کا مسلک بھی انہیں میں تھا - وہ نام بھی ہندوؤں کے اختیار کر لیتے تھے جیسا کہ آج بھی بمبئی کے خوجہ قوم میں ان باتوں کی مثالیں مل سکتی ہیں - اس سلسلہ میں ایک عجیب واقعہ شیخ الاسلام زکریا ملتانی کے مرید در مرید مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری (سنہ ۷۰۷ھ - ۸۰۰ھ) کے حالات کے ضمن میں ملتا ہے - یہہ ان کا ذکر آگے کسی موقع پر آئے گا - یہہ سندھ کے شہر اوج میں سکونت پذیر اور مرجع خلائق تھے - لکھا ہے کہ اوج کا والی 'د سومرہ' ان کی خدمت میں ایک دفعہ آیا، درویشوں کا ہجوم تھا - سومرہ نے ان میں سے کسی کو حضرت کی اجازت کے بغیر 'د مسجد' سے باہر نکال دیا - اس وقت مخدوم کی زبان سے نکلا کہ 'د سومرہ مگر دیوانہ شدہ' اسی وقت وہ پاگل ہو گیا - شہر میں شل ہو گیا، آخر اس کی ماں نے آکر بڑی منت کی، قصور معاف ہوا، وہ ہوش میں آیا اور 'د مسجد' میں آکر پاؤں چومے، مرید ہوا اور مقبول بارگاہ ہوا (۲) - کیا اس واقعہ سے یہہ سمجھا جائے کہ وہ اسماعیلیت سے تائب ہو کر سنی ہو گیا؟

اسماعیلی مذہب کی مصروالی فاطمی سلطنت کا خاتمہ سنہ ۵۶۷ھ میں سلطان صلاح الدین کے ہاتھوں سے

(۱) دعوت اسلام (پریپچنگ آف اسلام) ڈاکٹر آرٹلڈ ص ۲۹۳ -

(۲) فرشتہ جلد ۲ ص ۲۱۶، (ٹولکشور) -

۴ - سندھ انتظام ملکی میں ملتان کے ماتحت ہو کر دہلی کا ماتحت تھا -

سومرہ کا مذہب

دروزالے خط سے سومرہ کا اسماعیلی ہونا تو ثابت ہی ہو چکا ہے مگر چند مزید باتیں ابن بطوطہ سے بھی معلوم ہوتی ہیں - ابن بطوطہ کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ سومری لوگ عرب فاتحین ہند کے ساتھ آکر بسے تھے - ظاہر ہے کہ یہہ راجپوت نہیں ہو سکتے لیکن اسی کے ساتھ یہہ بھی ظاہر ہے کہ کھانے پینے اور شادی بیاہ کے بعض خاص غیر اسلامی مراسم بھی ان میں تھے، مگر ابا این ہمہ وہ اپنے کو ہندو یا کافر نہیں بلکہ موحد اور مسلمان ہی سمجھتے تھے اور اسلامی لقب ملک فیروز اختیار کرتے تھے اور کافر کی اطاعت کو اپنے لئے تحقیر کا باعث سمجھتے تھے، اس لیے وہ ہندو قطعاً نہیں تھے - ایسا مخلوط مذہب قریظیوں اور اسماعیلیوں ہی کا تھا جو اسلام کے ساتھ کچھ ہر جگہ کے ملکی مراسم اور اعتقادات کو شامل کر لیتے تھے، چنانچہ انہوں نے ہندوستان میں حضرت علی کو وشنو کا اوتار بنایا تھا اور اسی قسم کی باتیں وہ مخلوط کر لیتے تھے - اس سے ان کو ہر ملک میں مذہب کی تبلیغ میں آسانی ہوتی تھی اور پرانے زمانہ میں اسماعیلیوں کے قلعہ الموت سے سندھ میں مبلغین

مقام میں جمع ہو کر سومرہ نام ایک شخص کو تخت پر بیٹھایا - انہیں اطراف میں سعد نام ایک طاقتور زمیندار تھا ، سومرہ نے اس سے تعلق پیدا کیا اور اس کی لڑکی سے شادی کر لی - اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بھونگر رکھا ، اور باپ کے مرنے پر وہی بادشاہ ہوا ۴۴ (۱) -

(اس کے بعد میر معصوم نے اس کی اولاد در اولاد کے حالات لکھے ہیں جن میں سے بعض کے عربی نام جیسے خفیف اور عمر اور بعضوں کے ہندی جیسے دودا لکھے ہیں) -

تاریخ طاهری کے مصنف نے زیادہ تر افسانے اور قصے لکھے ہیں جن کا آغاز اس نے ۷۷۷ھ سومرہ ۴۴ اور ایک ہندو خاتون کے عشق و محبت سے کیا ہے - اسی کے ضمن میں وہ کہتا ہے کہ ۷۷۷ھ قبیلہ ہندو تھا اور ہندو مذہب کا پایند تھا ، سنہ ۷۷۷ھ سے سنہ ۸۲۳ھ تک سلطنت کی ، اور کے قریب ان کا مقام تھا اور محمد تور ان کا دارالسلطنت تھا ۴۴ - (۲)

(۱) تاریخ معصومی از الیت جلد اول ص ۲۱۵ -

(۲) تاریخ طاهری (الیت) ص ۲۶۰ و ۲۸۲ -

ہو گیا۔ اس کے بعد حسن بن صباح والی اسماعیلی نزاری سلطنت قلعہ السموت کی قائم رہی جو سنہ ۲۸۳ھ (۹۱۰ء) سے شروع ہو کر سنہ ۶۵۲ھ (۱۲۵۹ء) میں ہلاکو کی تلوار سے برباد ہوئی۔ ظاہر ہے کہ سندھ کی اسماعیلی جماعت پر اصل مرکز کی بربادی کا کیا اثر پڑا ہوگا۔ اس لئے ان سومریوں کا یا ان میں سے بعض کا یہہ جلال بنگاری کے ہاتھ پر سنی ہو جانا بالکل ممکن ہے۔

سومرہ کی قومیت

سومرہ لوگوں کی قومیت کے مسئلہ کے حل کرنے کے لئے سب سے پہلے ہم کو اپنے پرانے مؤرخوں کے بیانات سننے چاہئیں۔ ابن بطوطہ کا سب سے پہلا بیان سن چکے کہ یہہ اپنے اسلاف کا سندھ میں احتجاج بن یوسف کے زمانہ فتح سندھ میں آباد ہونا بیان کرتے تھے۔ اس کے بعد تاریخ معصومی کے مصنف میر محمد معصوم کا بیان ہے۔ وہ اپنی تاریخ کے دوسرے باب میں کہتا ہے کہ

”سلطان محمود نے ملتان اور سندھ فتح

کر لیا۔ سلطان عبدالرشید بن محمود کے

زمانہ میں (سنہ ۴۴۱ - ۴۴۲ھ)

جب سلطنت اس کی عیاشی اور آرام

طلبی کے سبب سے کمزور ہوئی تو انہوں

نے غزنویوں کا جوا اپنے کندھے سے اتار

دیا اور سومرہ کے قبیلہ نے تہری کے

بہنگر نے ۵ برس حکومت کر کے سنہ ۲۶۱ھ

میں وفات پائی (۱) - (خلاصہ)

خود تحفة الکرام کا مصنف لکھتا ہے کہ

۲۶۱ھ سامرا کے عربوں سے نکلی
 ۲۶۲ھ جو سندھ میں دوسری صدی ہجری
 میں قبیلہ تمیم کے ساتھ آئی - تمیم
 عباسیہ کے زمانہ میں سندھ کے گورنر
 مقرر ہوئے تھے ۲۶۲ -

پھر وہ کہتا ہے کہ

۲۶۳ھ میں دلوڑے راجہ تھا، اس نے
 اپنے بھائی چھوٹا امرانی پر ظلم کیا،
 وہ خلیفہ بغداد کے پاس گیا، خلیفہ
 نے سامرا کے سو عرب اور سادات اس کے
 ساتھ کر دیے - سید نے آکر سندھ میں
 سکونت اختیار کر لی، اور دلوڑے نے اپنی
 لڑکی اس سے بیاہ دی - (۲)

تاریخ طاہری کے مصنف نے دلوڑے اور چھوٹا امرانی
 دونوں بھائیوں کے درمیان اختلاف کی ایک وجہ یہہ
 لکھی ہے کہ چھوٹا بچپن سے اسلام کی طرف مائل

(۱) تحفة الکرام الیث جلد اول ص ۳۲۲ -

(۲) تحفة الکرام الیث جلد اول ص ۳۲۳ -

ہیگ لار نامہ میں صرف اسی قدر ہے کہ سندھ کی اسلامی فتح کے بعد عرب قبیلہ تمیم نے حکومت کی، تھوڑے دنوں کے بعد سومرہ لوگوں نے قبضہ کیا، پانچ سو برس قابض رہے، ان کے پایۂ تخت کا نام مہاتم تور تھا۔

کس قدر عجیب بات ہے کہ ان کے اشخاص کے عربی ہندی ناموں کی طرح ان کے پایہ تخت کا نام بھی عربی ہندی ہے یعنی وہی کبھی محمد تور ہے اور کبھی مہاتم تور۔ کہا جاتا ہے کہ مہاتم محمد ہی کی تعریف ہے، ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو۔ یہ دیرگ کے پرگنہ میں جو موجودہ پرگنہ چاچ کم اور بادبن کی جگہ تھا جو پار کر اور دنکا بازار کے بیچ میں ہے۔

تصفۃ الکرام کے مصنف نے منتخب التواریخ (بدایونی نہیں) سے جو محمد یوسف کی تصلیف ہے یہہ اقتباس نقل کیا ہے :-

۱۰ جب سلطان عبدالرشید بن سلطان محمود غزنوی کی حکومت ہوئی تو سندھ کے لوگوں نے اس کو کمزور پایا۔ سنہ ۴۴۵ھ (سنہ ۱۰۵۳ ع) میں سومرہ قبیلہ والوں نے تھری میں جمع ہو کر سومرہ نام ایک شخص کو بادشاہ بنایا اور اس کے ایک لڑکا بھنگر نام ایک زمیندار سعد نام کی لڑکی کے بطن سے پیدا ہوا۔

خالص راجپوت نہ تھے

یورپین مؤرخوں نے اس قبیلہ کو ”نو مسلم راجپوت“ بتایا ہے جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا برتانیکا کے مضمون نگار سندھ نے بھی لکھا ہے (۱) - الیٹ صاحب بھی یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں ؟ مگر ان میں سے کوئی صاحب کوئی دلیل نہیں پیش کرتے - فارسی مؤرخین کے ملے جلے بیانوں سے یہہ تو ظاہر ہی ہوتا ہے کہ وہ خالص ہندی بھی نہ تھے تو خالص راجپوت کیونکر ہوں گے -

یہودی نہ تھے

مولوی عبدالکلیم صاحب شرر مرحوم نے ایک عجیب بات لکھی ہے کہ یہہ لوگ ”نو مسلم یہودی“ تھے - مولوی صاحب کو شاید اس لیے اشتباہ ہوا کہ یہودیوں کے ایک فرقہ کا نام سامری تھا جو شام کے کواہ شمران کی طرف منسوب تھے - اس اشتباہ کی دوسری وجہ بشاری مقدسی کی ایک عبارت ہے جس کو مرحوم نے عجیب طریقہ سے اپنے مدعا کے مطابق کیا ہے - واقعہ یہہ ہے کہ بشاری نے اپنے مقدمہ میں جن قوموں اور فرقوں کا ذکر کیا ہے ان میں چار عدد کی خصوصیت دکھائی ہے اور لکھا ہے کہ وہ اہل ذمہ بھی جن سے جزیہ لیا جا سکتا ہے چار ہیں، یہود نصاریٰ

۴ ، اس نے قرآن پڑھا تھا اور دل میں مسلمان ہو گیا تھا۔ وہ چھپ کر حج کے لئے چلا ، راستہ میں ایک عجیب طریقہ سے فاطمہ نام ایک لڑکی سے شادی کی ، حج سے لوٹ کر جب وہ سندھ کے مقام سیوستان میں پہنچا اس کا انتقال ہو گیا اور وہیں دفن ہوا اور اس کا مزار مرجع خلافت ہے۔ (۱)

عربی، ہندی مخلوط تھے

الغرض یہہ تمام اقتباسات یہی بتاتے ہیں کہ یہہ قبائلیہ عربی اور ہندی مخلوط نسل تھا۔ جن لوگوں نے اس کو عرب بتایا ہے وہ اس کی ایک حیثیت کا اور جو ہندو بتاتے ہیں وہ دوسری حیثیت کا ذکر کرتے ہیں۔ سومر نام جیسا کہ دروز کے خط سے ظاہر اور فارسی تاریخوں میں مذکور ہے اس حکومت کا بانی تھا ، اس لئے ان لوگوں کو سومری ، سامرہ وغیرہ کہنے لگے۔ عراق کے شہر سامرہ سے کوئی تعلق نہیں۔ شہر سامرہ کا اصلی نام سر من رانی تھا جو استعمال کی کثرت سے عوام کی زبان میں سامرہ ہو گیا ، اس کو خلیفہ معتمد باللہ عباسی (سنہ ۲۲۷ ھ) نے بسایا تھا۔

- ۱ - سومرہ زمانہ دراز تک
- ۲ - بھونگر بن سومرہ اول ۱۵ سال سنہ ۳۶۱ ھ میں مرا -
- ۳ - دودا اول بن بھونگر ۲۴ سال سنہ ۳۸۵ ھ میں مرا -
- ۴ - سنگھ ۱۵ سال
- ۵ - حقیف یا (خقیف) ۳۳ سال
- ۶ - عمر (۱) ۴۰ سال
- ۷ - دودا دوم ۱۴ سال
- ۸ - پاتھو ۳۳ سال
- ۹ - گدھرا اول ۱۶ سال
- ۱۰ - محمد تور (۲) ۱۵ سال
- ۱۱ - گدھرا دوم چند سال
- ۱۲ - دودا سوم ۱۴ سال
- ۱۳ - تائی ۱۵ سال
- ۱۴ - چیتسر ۱۸ سال
- ۱۵ - بھونگر - دوم ۱۵ سال
- ۱۶ - حقیف (یا خقیف) دوم ۱۸ سال
- ۱۷ - دودا چہارم ۲۵ سال
- ۱۸ - عمر سومرا ۳۵ سال
- ۱۹ - بھونگر سوم ۱۰ سال
- ۲۰ - ہیر (امیر) آخری بادشاہ

(۱) یہاں عمر نام شیعہ اسماعیلیوں میں عجیب معلوم ہوتا ہے - یہاں شائد اصل میں اُنر ہو جیسا کہ سراج عقیف میں ہے اور جس کا دوسرا تلفظ اوتار یا دنار یا اُنار ہے جیسا کہ ابن بطوطہ اور سندھ کے بعض فارسی تاریخوں میں ہے -

مجبوس اور صابئی، پھر اعتراض کیا ہے کہ ”د سامرہ“ بھی تو اہل ذمہ ہیں۔ اس طرح چار کے بجائے پانچ قومیں ہو جاتی ہیں۔ اس کا جواب دیا ہے کہ ”د سامرہ در اصل یہود کی ایک قسم ہیں۔ دیکھو وہ بھی موسیٰ علیہ السلام ہی کو پیغمبر مانتے ہیں“۔ یہ تو اصل نسخہ کی عبارت ہے۔ حاشیہ میں ایڈیٹر نے ایک اور نسخہ کی عبارت بھی نقل کی ہے جس میں اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ ”د سندھ کے بت پرست بھی تو اسلامی ملک میں رہتے ہیں۔ پھر اہل ذمہ چار سے زیادہ ہو جاتے ہیں“۔ بشاری اس کے جواب میں کہتا ہے کہ ”د سندھ کے بت پرست اہل ذمہ نہیں ہیں کیونکہ وہ جزیہ نہیں ادا کرتے (۱)۔ اس لئے بالآخر اہل ذمہ وہی چار رہے“۔

مرحوم نے ”د سامرہ“ اور ”د سندھ“ کو اوپر نیچے دیکھ کر باہم مربوط کر کے ایک دعویٰ پیدا کر لیا ہے جو سراسر بے بنیاد ہے۔ بشاری کی احسن التقاسیم موجود ہے جس کو دیکھ کر ہر شخص واقعہ کی حقیقت کو جان سکتا ہے۔

سومری بادشاہ

تحفۃ الکرام میں سومرہ کے حسب ذیل بادشاہوں کے نام اور سلطنت کے ایام لکھے ہیں:-

(۱) احسن التقاسیم بشاری ص ۲۲ (لیڈن)۔

پانی ہے اور دلی واپس آتی ہے - یہہ سنہ ۷۵۲ھ کا واقعہ ہے - (۱)

لیکن چند سال کے بعد جب فیروز شاہ سنہ ۷۶۲ھ میں یہاں آتا ہے تو جاموں کی سلطنت یہاں ملتی ہے - جام انر اور اس کا بھتیجا بانہینہ حکمران ہوتے ہیں - یہہ جام کا لقب سمہ کے بادشاہوں کا تھا - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی زمانہ سومرہ کے خاتمہ اور سمہ لوگوں کے آغاز کا ہے - تحفۃ الکرام میں سنہ ۷۵۲ھ میں سمہ قوم کا آغاز لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی محمد شاہ تغلق کے حملہ کے بعد ہی یہہ انقلاب پیش آیا اور بقول فرشتہ اس انقلاب میں مسلمانوں کی کوششوں کو سب سے زیادہ دخل تھا - معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیلی یا ہندو نما سومریوں کی بغاوت کے بعد عام مسلمانوں نے یہی مناسب سمجھا کہ سومریوں کو یہیں کی ایک نو مسلم دیسی قوم کے ذریعہ سے مٹا دیا جائے - چنانچہ سمہ قوم کے ایک سردار اونر نام نے سومریوں کے آخری بادشاہ ہمیر (امیر) کو جس کی دوسری لفظی تحریف ارمائیل ہے قتل کر کے اپنی سلطنت قائم کر لی -

گیارھویں بادشاہ کے چند مبہم سال اور آخری بادشاہ کا زمانہ اس میں شامل نہیں۔ اگر چند سال یہہ بوی بڑھا لئے جائیں تو کم از کم ان کا زمانہ ۳۷۵ سال ہوتا ہے اور اگر ان کا آغاز سلطان عبدالرشید کے بعد سے یعنی سنہ ۴۲۴ھ سے کیا جائے تو ان کے خاتمہ کا سال سنہ ۸۱۹ھ ہوتا ہے۔ لیکن گذر چکا ہے کہ ان کا خاتمہ محمد شاہ تغلق کے زمانہ میں سنہ ۷۵۲ھ میں ہوا۔ اس لئے سرستھہ برس کا زمانہ ان بادشاہوں کی بیان کردہ مدت سلطنت میں زیادہ معلوم ہوتا ہے۔

سومریوں کا خاتمہ

محمد شاہ تغلق کے زمانے میں سلطان دہلی اور سومریوں کی باہمی آویزش شروع ہوتی ہے۔ محمد شاہ تغلق کے آخر زمانہ میں طغی نام ایک مغل گجرات میں باغی ہوتا ہے اور بادشاہ کے گجرات پہنچے پر وہ بھاگ کر تھتھہ (سندھ) کے سومریوں کے پاس پناہ لیتا ہے، بادشاہ اس کے تعاقب میں تھتھہ جاتا ہے اور مغلوں اور سومریوں سے متحده مقابلہ پیش آتا ہے لیکن یکایک بادشاہ کا مزاج منحرف ہو جاتا ہے اور وہیں وفات پا جاتا ہے، بے بادشاہ کی فوج مغلوں اور سومریوں کے ہاتھوں سے سخت تکلیف اٹھاتی ہے اور آخر فیروز شاہ تغلق کو اپنا بادشاہ بنا کر اس دوطرفہ مشکل سے نجات

سمہ کو فارسی مؤرخین جمع کی صورت میں سمگان لکھتے ہیں جس طرح انگریزا مصنفین S کے ساتھ جمع بنا کر سماس (Sammās) لکھتے ہیں - اس سے دھوکا کھا کر بعض لوگوں نے ان کا نام سماس لکھا ہے - یہہ مذہباً مسلمان تھے گو اس میں اختلاف ہے کہ یہہ شروع ہی سے مسلمان تھے یا بعد کو مسلمان ہو گئے - ان کا صدر مقام تھتھہ تھا، سرکاری لقب جام تھا اور نام ہندی عربی ملا ہوتا تھا مثلاً مشہور سمہ بادشاہ کا نام جام نندا نظام الدین تھا - یہہ لوگ اس قدر طاقتور تھے کہ مدت تک یہہ سلاطین دہلی کا پرزور مقابلہ کرتے رہے - سنہ ۷۵۲ھ (سنہ ۱۳۵۱ع) سے سنہ ۹۲۷ھ تک یعنی ایک سو پچھتر (۱۷۵) برس سندھ پر فرمانروائی کرتے رہے -

اس قبیلہ کی اصلیت کی نسبت بھی مؤرخین میں سخت اختلاف ہے - سندھ کے بعض مؤرخوں نے ان کو عربی النسل تسلیم کیا ہے - ان کو ابو جہل کی اولاد کہا ہے - بعد کے فارسی مؤرخین فرشتہ اور ابوالفضل (آئین اکبری) نے ان کو "جام" کے لقب کی وجہ سے ایرانی بادشاہ جمشید کی اولاد کہا ہے جس کی بنیاد صرف لفظ "جم" اور جام کے تشابہ پر ہے جو سراسر غلط ہے - یورپین مؤرخین الیٹ (۱) اور انسائیکلو پیڈیا برتانیکا (۲)

(۱) تاریخ ہند جلد اول ص ۳۹۷ -

(۲) مضمون سندھ جلد ۲۵ ص ۱۲۳ (طبع ۱۱) -

نئی تحقیقات کی ضرورت

سومری بادشاہوں کی فہرست اور ان کے زمانے کی تعیین تنقیدی نظر سے بہت کچھہ محتاج تحقیق ہے اور اس پر ہمارے ہندوستانی مؤرخین کو تھوڑی محنت کرنی ہے، مثلاً سنہ ۶۲۰ھ سے ایک دو سال پہلے جب سلطان جلال الدین خوارزم شاہ تاتاریوں سے بھاگ کر سندھ آیا اور تھتہہ پہنچا تو جلسی نام سومری بادشاہ نے بھاگ کر کشتیوں میں اپنے ساز و سامان کو لاد کر کسی جزیرہ میں پناہ لی (۱)۔ یہہ جلسی نام فہرست میں نہیں نولکشوری نسخہ پر اعتبار نہیں - ممکن ہے کہ یہہ جلسی نام چنیسر کی خرابی ہو جو ہماری فہرست میں چودھویں نمبر پر ہے - اسی طرح سنہ ۷۳۴ھ میں ابن بطوطہ کے ورود سندھ کے زمانہ میں اوناہ بادشاہ تھا - یہہ نام بھی اس فہرست میں نہیں مگر ممکن ہے کہ یہہ وہی ہو جس کا نام عمر کی صورت میں اٹھارہویں نمبر پر ملتا ہے -

سمہ

سومریوں کے بعد سمہ قبیلہ کے جو لوگ سندھ پر قابض ہوئے ان کی راجدھانی تھتہہ تھی جس کو عرب دیبل کہتے ہیں -

(۱) فرشتہ جلد دوم ص ۳۱۶ (نولکشور) -

لیکن تاریخ بلاذری میں جو سنہ ۲۹۷ھ کی تصنیف ہے
مجھے ایک فقرہ ملتا ہے جس کا ترجمہ یہہ ہے :

”پھر سندھ کا والی داؤد بن یزید بن
حاتم مقرر ہوا۔ اسی کے ساتھ صمہ کا باپ
(ابو الصمہ المتغلب الیوم) گیا تھا جو
آج کل سندھ پر قابض ہے وہ قبیلہ
کنڈہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔“ (۱)

کیا یہہ سمجھا جائے کہ اسی ”صمہ“ کی اولاد تھی
جو بعد کو قبیلہ ”صمہ“ کے نام سے موسوم ہوئی اور
جو ممکن ہے کہ کچھہ میں جا رہی ہو اور پھر وہاں سے
سنہ ۷۵۲ھ میں آکر اس نے سومرہ لوگوں سے سندھ
چھین لیا ہو۔

صمہ بادشاہ

صمہ لوگوں کا زمانہ بہت بعد کا ہے یعنی جب دلی میں
مسلمانوں کی مضبوط حکومت قائم تھی۔ اس لئے صمہ
بادشاہوں کے نام اور لقب اور زمانہ زیادہ احتیاط سے
محفوظ ہیں۔ فرشتہ کے بیان کے مطابق ان بادشاہوں کی
تفصیل یہہ ہے :-

”شاہ محمد تغلق کے عہد میں مسلمانوں
کی کوشش سے سومریوں کے ہاتھوں سے

اور انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (۱) کے مضمون نگار ان کو نومسلم راجپوت کہتے ہیں مگر اخیر کے سوا کسی نے کوئی دلیل پیش کرنے کی زحمت نہیں گوارا کی ہے۔ آخر الذکر کی دلیل کا خلاصہ اسی قدر ہے کہ ”جام“ کچھہ اور نوانگر کے راجپوت راجاؤں کا لقب ہے لیکن حقیقت یہہ ہے کہ بعض پرانے مؤرخین کے بیان سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے چنانچہ تاریخ معصومی میں ہے کہ ”سمہ“ لوگ کچھہ سے سندھ آئے تھے (۲)۔ ”چچ نامہ“ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ”سمہ“ قبیلہ کے لوگ سندھ میں محمد قاسم کے زمانہ (سنہ ۹۶ھ) سے پہلے ہی آباد تھے، چنانچہ جب محمد قاسم ان کی آبادی میں پہنچا تو ان لوگوں نے راگ اور باجے سے اس کا استقبال کیا اور بہت خوش ہوئے۔ محمد قاسم نے ایک عرب سردار کو جس کا نام خریم (۳) اور اس کے باپ کا نام ”دعمر“ بتایا گیا ہے ان کا سردار مقرر کیا (۴)۔ تاریخ طاہری کا بیان ہے کہ ”دعمر“ اس طرح وہ ملک جو سمندر کے کنارے ہے ”سمہ“ قوم کے ماتحت ہو گیا جہاں اس کی نسل اب تک آباد ہے۔ ”راے بہارا“ اور ”جام سہتا“ اور چھوٹے اور کچھہ کے راجہ اسی قوم سے ہیں (۵)۔

(۱) مضمون ”سمہ“ (Samma) انگریزی ادیشن -

(۲) معصومی (الیت) ص ۲۲۳ -

(۳) ”چچ نامہ“ (الیت) ص ۱۹۱ -

(۴) طاہری الیت ص ۲۶۸ -

اس لڑائی اور صلح کا حال فیروز شاہ کے عہد کے چشم دید مؤرخ سراج عقیق نے پوری تفصیل سے لکھا ہے۔ لیکن اس زمانہ کے جام کا نام اس نے اونر لکھا ہے اور اس کے ساتھ اس کے بھتیجے کو جس کا نام بانہبہنہ بتایا ہے شریک کیا ہے۔ سمہ لوگوں کی طاقت کا اندازہ اس سے ہو گا کہ جام نے چالیس ہزار پیادہ اور بیس ہزار سوار فوج سے فیروز شاہ سلطان دہلی کا مقابلہ کیا۔ رسد اور گھاس کی قلت کے سبب سے سلطان کو کامیابی نہ ہوئی اور وہ سندھ چھوڑ کر گجرات چلا گیا۔ دوسرے ہی سال وہاں سے واپس آکر اس نے پھر حملہ کیا۔ جام ناچار صلح پر آمادہ ہوا۔ یہہ سنہ ۷۶۲ھ (سنہ ۱۳۶۱ع) کا واقعہ ہے۔

یہہ صلح کس طرح ہوئی ؟

سید جلال الدین حسین بخاری جو اس عہد کے مشہور باخدا بزرگ تھے اور جن کا نام سومرہ کے مذہبی باب میں آچکا ہے وہ اوج میں مقیم تھے۔ جام نے مشورہ کر کے ان کی خدمت میں اپنے قاصد بھیجے کہ وہ یہاں تشریف لا کر سلطان سے میرا قصور معاف کرا دیں۔ سید جلال الدین بخاری تشریف لائے اور بادشاہ نے پوری عقیدت کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ سید علیہ الرحمہ نے فریقین کو دلاسا دیا، جام اور جام کے شریک حکومت بانہبہنہ کو خود

نکل کر سندھ کی حکومت سے لوگوں کے ہاتھوں میں آئی - اس قبیلہ کے اکثر سردار اسلام کی دولت سے بہرہ مند تھے اور اکثر اوقات یہہ بادشاہ دہلی کے مطیع اور باج گزار رہے - البتہ کبھی کبھی بغاوت اور سرکشی بھی کر بیٹھتے تھے - اسلام کے کے زمانہ میں سب سے پہلا شخص جو ان کا بادشاہ بنا وہ جام افزا (انار یا دنار) (۱) تھا - وہ بہت عقلمند تھا اس نے ساڑھے تین سال حکومت کی ، اس کے بعد اس کا بھائی جام جونا بادشاہ ہوا جو بہت انصاف پسند تھا ، اس کے بعد اس کا بیٹا جام مانی ہوا جس نے سلطان دہلی سے مخالفت کی اور سنہ ۷۶۲ھ میں سلطان فیروز شاہ نے اس پر چڑھائی کی ، پہلے ناکام رہا ، پھر گجرات سے واپس آکر سلطان نے اس کا مقابلہ کیا آخر جام مانی نے صلح کر لی (۲) -

(۱) نوشتہ کے مطبوعہ نولکشور نسطہ میں اس جام کا نام افزا لکھا ہے مگر یہہ کاتب یا نسطہ کی غلطی ہے - اصل لفظ انار یا دنار یا اوثر ہے جیسا کہ ابن بطوطہ اور سراج عقیف میں ہے -

(۲) تاریخ نوشتہ جلد دوم ص ۳۱۷ نولکشور -

- ۹ - جام علی شیر بن نظام الدین ۶ سال چند مہینے -
 ۱۰ - جام کرن بن جام تماچی تیرہ دن -
 جام اونر کا خاندان ختم ہو کر اسی سمت قبیلہ کا ایک
 اور خاندان تخت پر بیٹھا، اس کے پہلے بادشاہ کا نام
 فتح خان تھا -
- ۱۱ - فتح خان بن سکندر ۱۵ سال
 ۱۲ - جام تغلق بن سکندر ۲۸ سال
 برادر فتح خان -
- ۱۳ - جام مبارک (جام تغلق) ۳ روز
 کا ایک عزیز قریب -
- ۱۴ - جام سکندر بن جام فتح
 خان بن جام سکندر -
- ۱۵ - جام راء ورن (مسلمان
 سنہ ۸۵۸ھ میں کچھ
 سے آیا تھا) -
- ۱۶ - جام سنجر (سمہ قوم کا
 ایک سردار) -
- ۱۷ - جام نندا نظام الدین ۶۲ برس
 ۱۸ - جام فیروز بن جام نندا آخری بادشاہ
- جام نندا کے زمانہ میں سنہ ۸۹۰ھ میں شاہ بیگ
 ارغون نے قندھار سے آکر سندھ پر حملہ کیا مگر ناکام رہا -
 جام نندا کے بعد اس کے بیٹے جام فیروز اور اس کے ایک مدعی
 عزیز جام صلاح الدین میں باہم حصول تخت کے لئے
 لڑائی ہوئی - جام صلاح الدین گجرات کے سلطان مظفر کی

لے جا کر فیروز شاہ سے ملایا اور صلح کے شرائط طے ہو گئے۔ (۱)

سمہ بادشاہوں کے نام

میر معصوم اور فرشتہ نے سمہ بادشاہوں کے نام اور زمانے لکھے ہیں۔ شروع کے بعض ناموں میں ان دونوں میں کچھ اختلاف ہے، مثلاً خیرالدین کا نام فرشتہ میں نہیں اس کی جگہ جام مانسی لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ مانسی اور خیر الدین ایک ہی شخص ہوا۔ آخر کے ناموں میں بھی کچھ اختلاف ہے۔

۱۔ جام اونار یا دنار یا اونر	۳ سال ۶ مہینے
۲۔ جام جوننا برادر جام	۱۴ سال معاصر علاؤالدین خلجی -
۳۔ جام تماچی	۱۵ سال ایضاً
۴۔ جام خیرالدین	۱۶ سال ایضاً
۵۔ جام بانہبٹہ	...
۶۔ جام تماچی	...
۷۔ جام صلاح الدین	۱۱ سال
۸۔ جام نظام الدین بن صلاح الدین	۲ سال چند مہینے

(۱) تفصیل کے لئے دیکھو فیروز شاہی شمس سراج عقیف ص ۲۴۰ و

ان کے مذہبی انقلاب کی تاریخ مقرر کی ہے ، مثلاً فرشتے نے انہیں ناموں کے قیاس سے چار پہلے بادشاہوں کو جن کے نام بتدریب جام اونر ، جام جونا ، جام مانی اور جام تماجی لکھے ہیں ہندو سمجھا ہے اور پانچویں بادشاہ جام صلاح الدین سے مسلمان بادشاہوں کا سلسلہ شروع کیا ہے ، چنانچہ لکھتا ہے

”و از نام جماعت مذکور خصوص از نام
تماجی چنین ظاہر می شود کہ انہا زنادار
بودند“ - (ج ۲ ص ۳۱۸ نولکشور) -

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس قوم کے ناموں کی طرز و وضع سے دھوکا نہ کھانا چاہئے - سب سے پہلا ہی نام جو جام اونر ہے ابن بطوطہ کے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ اونار (اونر) جس سامری کا نام اس کے زمانہ میں تھا وہ ہندو نہ تھا وہ اپنے کو مسلمان سمجھتا تھا اور ہندو کی ماتحتی سے اس قدر بے زار ہوا تھا کہ سلطان دہلی کے خلاف اس نے بغاوت کردی تھی اور ملک فیروز اپنا بادشاہی لقب اختیار کر لیا تھا - تاریخ طاہری میں جس جام کا زمانہ اسلام کی اشاعت کے لئے خاص طور سے سراہا گیا ہے اس کا نام جام نفدا اور اس کے باپ کا نام بانہبندہ بتایا ہے (۱) - جام راء ورن بالکل ہندو نام ہے مگر جب کچھ سے آکر ٹھٹھہ پر اس نے قبضہ کیا ہے

بیگم کا چچا زاد بھائی تھا۔ اس لئے جام صلاح الدین کی مدد کے لئے سلطان مظفر گجراتی اُٹھا۔ یہہ دیکھ کر جام فیروز نے شاہ بیگ ارغون قندھاری سے مدد مانگی۔ شاہ بیگ ارغون نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر سنہ ۹۲۷ھ میں سندھ پر قبضہ کر لیا اور سہ قوم کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ (۱)

اوپر بادشاہوں کے جو ایام حکومت لکھے ہیں ان کا مجموعہ ۱۹۲ ہوتا ہے۔ حالانکہ سنہ ۷۵۲ھ سے سنہ ۹۲۷ھ تک کل ایک سو پچھتر برس ہوتے ہیں۔ غالباً جام نندا کا زمانہ زیادہ بتایا گیا ہے۔ ناموں کے بڑھنے کی ایک وجہ یہہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ خاندان کے دو دو شخص ایک ساتھ حکومت کرتے تھے جیسا کہ سراج عفیف سے معلوم ہوتا ہے۔ (۲)

سہ قوم کا مذہب

سہ قوم مسلمان تو تھی مگر یہہ کہ وہ کب مسلمان ہوئی اور مسلمانوں کے کس فرقہ سے اس کا تعلق تھا اب تک تاریخ کا ایک راز ہے جس کے چہرہ سے تاریکی کا نقاب اُٹھانے کی اب تک کوشش نہیں کی گئی ہے۔ مؤرخوں نے ان کے ہندی اور عربی ناموں کے ذریعہ سے

(۱) فرشتہ جلد دوم ص ۳۲۰ ٹولکشور۔

(۲) فیروز شاہی ص ۱۹۹ و ۲۳۷ (کلکتہ)۔

کرنا چاہتے ہیں جس کی کوشش سے میرے خیال میں یہ قوم حلقہ اسلام میں داخل ہوئی ہوگی۔ آرنلڈ صاحب نے متعص قیاس سے یہ لکھ دیا ہے کہ اس قوم کو عرب تاجروں کے ذریعہ سے اسلام کی دولت ہاتھ آئی (۱) ، مگر میری رائے میں تجارت کے بجائے تصوف اس کا ذریعہ تھا۔

شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا اور

سید جلال الدین بخاری

اوپر گذر چکا ہے کہ سندھ پر جو ہباری خاندان حکمران تھا اس کی سلطنت کے مٹنے کے بعد اس خاندان کے بعض لوگ ملتان چلے گئے ، ان میں وہ زندہ جاوید شخصیت بھی تھی جو شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کے نام سے مشہور ہے۔ ان کا زمانہ سنہ ۵۷۸ ھ سے لے کر سنہ ۶۶۶ ھ تک ہے۔ تمام بڑے بڑے اسلامی ملکوں کا انہوں نے سفر کیا تھا اور ان کی ذات سے ملتان علم و تصوف کا مرکز بن گیا تھا۔ سید جلال بخاری جو تصوف و سیادت کی ایک مشہور ہستی ہیں وہ بخارا سے ملتان آکر انہیں شیخ بہاء الدین سے بیعت کی تھی ، ان سید جلال بخاری کے پوتے متخوم جہانیاں سید جلال الدین حسین بخاری تھے جن کا نام دو بار اس سے پہلے گذر

(۱) دعوت اسلام (پریپرنٹ آف اسلام) اردو ص ۲۹۲ سنہ ۱۹۰۷ء -

تو اعلان کیا کہ میں صرف اس لئے آیا ہوں کہ
”مسلمانوں“ کے ملک کی حفاظت کروں (۱) -

معلوم ہوتا ہے کہ وہ شروع میں اپنا اصلی قومی نام
دکھتے تھے بعد کو سلاطین دہلی کی پیروی میں صلاح الدین
وغیرہ عربی القاب اختیار کرنے لگے، چنانچہ جس جام نے
خیرالدین اپنا لقب اختیار کیا ہے وہ یچپن میں اپنے
باپ کے ساتھ مدتوں دہلی کے دربار میں رہا تھا (۲) -
آخری بادشاہ جام نندا نظام الدین کو دیکھو کہ اس کے
ہندی اور عربی دونوں نام ہیں - نندا قومی نام
معلوم ہوتا ہے اور نظام الدین عربی شاہی لقب - اسی طرح
سلطان فیروز شاہ کی لڑائی جس جام سے ہوئی تھی اس کا
نام شمس سراج نے راءے اونر لکھا ہے (۳) جو ہندو نام
ہے مگر قرائن بتاتے ہیں کہ وہ مذہباً ہندو ہونے کے بجائے
مسلمان تھا اور ظاہر ہے کہ اگر یہہ راءے صحیح ہو کہ
یہہ عرب تھے تو وہ شروع ہی سے مسلمان ہوں گے اور
اگر ہندو تھے تو میرا قیاس ہے کہ سلطنت پانے کے بعد
نہیں بلکہ یہہ لوگ شروع ہی سے یعنی سلطنت پانے سے
پہلے ہی مسلمان تھے بلکہ اہل سنت تھے - اپنے قرائن کے
پیش کرنے سے پہلے ہم اس بزرگ اور اس کے سلسلہ کا ذکر

(۱) تاریخ موصومی (الیت) ص ۲۳۱ -

(۲) ایضاً ص ۲۲۵ -

(۳) تاریخ فیروز شاہی شمس سراج صغیف ص ۱۹۹ (کاکتہ) -

وہاں کے بہت سے باشندے سکورا (سکھڑ؟) کے پرگنہ میں آکر بسے جو سمہ کے جام کے زمانہ میں آباد ہوا تھا، اور یہیں انہوں نے ایک گاؤں بسایا تھا اس کا بھی نام وہی متحدہ تور رکھا۔ اس گاؤں میں شیخ الشہونج مخدوم بہاء الدین (زکریا) ملا خلیفہ سندھی جو ہندوستان میں بہت مشہور ہیں بہت بڑے بڑے لوگ اور زمیندار جو ان کے مرید تھے وہ یہیں رہتے تھے۔“ (۱)

دوسرا واقعہ پہلے گذر چکا ہے کہ مخدوم شیخ بہاء الدین کے مرید سید جلال بخاری جن کو مخدوم نے سندھ کی ولایت مرحمت فرمائی تھی، ان کے پوتے سید جلال الدین حسین بخاری جن کا زمانہ سنہ ۷۰۷ھ سے سنہ ۸۰۰ھ تک ہے اور جو اوچ (سندھ) میں قیام پذیر تھے ان کے ہاتھ پر اوچ کے سومرہ والی نے بیعت کی اور بقول فرشتہ :-

”بمسجد رفت ویاے سید بوسیدہ از درویشان معذرت خواست و مرید گشتہ از متبولان گردید“ (۲)

(۱) تاریخ طاہری الیت ص ۲۵۷ -

(۲) فرشتہ ج ۲ ص ۲۱۶ نولکشور -

چکا ہے ، (ولادت سنہ ۷۰۷ھ وفات سنہ ۸۰۰ھ) - اس زمانہ کے بڑے بڑے صوفیہ کا دستور تھا کہ وہ اپنے با استعداد مریدوں کو تربیت کر کے دور دراز علاقوں میں لوگوں کی رہنمائی اور خدمت کے لئے مقرر کرتے تھے - شیخ الاسلام زکریا ملتانی نے اسی طور سے سید جلال بخاری اول کو سندھ کے شہر اوچ میں لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا - اس وقت سندھ میں سومرہ قوم کی حکومت کا آخری زمانہ تھا ، اور سن چکے ہو کہ سومرہ والی اوچ کس طرح سید موصوف کا معتقد اور مرید بنا -

تاریخ طاہری سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ الاسلام مخدوم زکریا ملتانی کو نہ صرف سندھ سے بلکہ سمہ قوم (طاہری نے سمہ کے بجائے سومرہ لکھا ہے مگر جو زمانہ بتایا ہے اس کے لحاظ سے سومرہ کے بجائے سمہ چاہئے) سے بہت کچھ تعلقات تھے اور غالباً ان کے اپنے ایک سب سے بڑے مرید کو اس علاقہ میں متعین کرنے کا یہی راز تھا - تاریخ طاہری کی عبارت کا لفظی خلاصہ یہ ہے :-

۷۰۰ھ (سنہ ۱۳۰۰ع) سے سنہ ۸۲۳ھ

(سنہ ۱۲۳۹ع) تک ۱۲۳ سال سومرہ (سمہ)

نام ایک ہندو قبیلہ سندھ پر حکومت

کرتا رہا ، اس کا پایہ تخت محمد تور

تھا ، اس کا ویرانہ نہ صرف میں نے

بلکہ بہت سے لوگوں نے ویرک کے پرگنہ

میں دیکھا ہے ، اس کی ویرانی کے بعد

زکریا ملتانی کی ذات ہے یا سید جلال بخاری
کی -

دوسرے سال جب فیروز شاہ نے گجرات سے واپس
آکر دوبارہ ٹھٹھہ پر حملہ کیا تو جام اونر اور بانہجنہ نے
سوا اس کے اور کوئی تدبیر نہ دیکھی کہ ایک قاصد کو
سید جلال الدین حسین بخاری کے پاس اچ بھیجیں
اور ان کو تکلیف دیں کہ وہ آکر سلطان سے مصالحت
کرا دیں، چنانچہ سید رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فریقین
میں مناسب شرائط پر صلح کرا دی اور سلطان سے فرمایا
کہ (سمہ لوگوں کے پایہ تخت) ٹھٹھہ میں ایک ولیہ خانوں
تھی اسی کی دعا کی برکت سے یہہ شہر فتح
نہیں ہوتا تھا پرسوں اس کا انتقال ہو گیا - (۱)

یہہ واقعات پوری طرح ظاہر کرتے ہیں کہ سمہ کے
جاموں کو شیخ بہاء الدین زکریا اور سید جلال الدین حسین
بخاری سے کتنی گہری عقیدت تھی - ان واقعات سے ان
جاموں کا نہ صرف مسلمان ہونا بلکہ اہل سنت ہونا
ظاہر ہوتا ہے اور یہہ معلوم ہوتا ہے کہ ملتان کا یہی
سہروردی خانوادہ ان کی ہدایت کا باعث ہوا ہے -

ان واقعات کا تعلق سمہ قوم کے آخری زمانہ سے نہیں
بلکہ باکمل ابتدائی زمانہ سے ہے - اس سے میری اس

سید بٹخاری اوج میں ہشمیہ وعظ و تذکیر فرمایا کرتے تھے جس کو سن کر بڑے بڑے لوگ متاثر ہوتے تھے - (۱)

سید رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح کے قریب سے معلوم ہوتا ہے کہ سومری والی کے مرید ہونے کا واقعہ سنہ ۷۵۰ھ کے گرد و پیش کا ہے جس کے تقریباً چند سال بعد سومرہ کی جگہ سمہ قوم برسر حکومت آئی - اس لئے قرین قیاس ہے کہ بعد کی حکمران قوم (سمہ) بھی سید موصوف سے خاص عقیدت رکھتی ہوگی -

سمہ قوم کے دارالسلطنت تھتھہ پر پہلے سنہ ۷۵۲ھ میں محمد شاہ تغلق نے جب حملہ کیا تو اس کو وہیں ناگہانی موت آگئی اور جب سنہ ۷۶۲ھ میں فیروز شاہ تغلق نے پہلی دفعہ حملہ کیا تو ناکام رہا اور وہاں سے گجرات چلا گیا - اس واقعہ کو یہہ لوگ ”شیخ“ کی کرامت سمجھتے تھے اور اپنی زبان میں سندھی فقرہ بتایا -

”برکت شیخ تھیا ، ایک موا ، ایک تھا“ (۲)

یعنی یہہ شیخ کی برکت ہے ایک مر گیا اور ایک ناکام بھاگا - اس فقرہ میں شیخ سے مراد شیخ بہاء الدین

(۱) نوشتہ ج ۲ ص ۲۱۶ (ٹولکشور) -

(۲) فیروز شاہی شمس سراج عقیف ص ۲۳۱ (کلکتہ) -

ان شہروں میں حسب ذیل مقامات کے نام خصوصیت کے ساتھ چوتھی صدی کے عرب سیاحوں کے بیانات میں ملتے ہیں :-

دیبل یا تھتھہ

یہ مشہور بندرگاہ تھی اور جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے عرب اس کو دیبل اور فارسی مؤرخین تھتھہ کہتے ہیں (۱) - یہی وہ شہر تھا جو سمہ لوگوں کا پایہ تخت تھا اور جس پر فیروز شاہ سلطان دہلی نے حملہ کیا مگر ناکام رہا - آخر حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانی کے مرید کے جاں نشین حضرت شیخ جلال الدین کی وساطت سے فریقین نے صلح کر لی (۲) - دیبل میں بڑے علما اور متکدثین گذرے ہیں جن کا ذکر علامہ سمعانی المتوفی سنہ ۵۶۲ھ نے کتاب الانساب میں کیا ہے (۳) - یہہ بندرگاہ ہونے کی وجہ سے عرب تاجروں کا مرکز تھا - اس کی آبادی کا اندازہ اس سے لگانا چاہئے کہ سنہ ۲۸۰ھ میں خلیفہ معتمد عباسی کے زمانہ میں یہاں ایک زلزلہ آیا تھا جس میں بہت سی عمارتیں گر گئی تھیں - اس سانحہ میں جو آدمی مکانات کے نیچے دب کر مر گئے ان کی

(۱) آئین اکبری (سنہ ۵۵۵) -

(۲) تاریخ فیروز شاہی شمس سراج عقیف (تذکرہ) ص ۲۳۱ -

(۳) کتاب الانساب طبع فوٹوگراف لفظ "دیبل" -

دعوت کی شہادت ملتی ہے کہ سہ قوم بعد کو نہیں بلکہ شروع ہی سے مسلمان تھی - خصوصاً جب اس صورت حال کو اس واقعہ کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے کہ سہ قوم کو برسر حکومت لانے میں سب سے زیادہ مسلمانوں کا ہاتھ تھا - فرشتہ کے الفاظ ہیں :-

”در آخر عہد شاہ متحمّد تغلق شاہ بسعی
و امداد مسلمانان دولت از خاندان
طبقة سومرگان بفرقه سبگان منتقل شد
و اکثر حکام ایشان بدولت اسلام اختصاص
داشتند“ - (۱)

ظاہر ہے کہ اگر یہ سہ شروع ہی سے مسلمان نہ ہوتے تو مسلمانوں کو ان سے کیا ہمدردی ہو سکتی تھی ؟

سندھ اور اطراف سندھ کے دوسرے شہر

ملتان اور منصورہ کے علاوہ سندھ میں اور اس کے اطراف میں عربوں کی اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں اور نوآبادیاں بھی تھیں جن کا سراغ چوتھی صدی کے آخر میں محمود غزنوی سے پہلے تک ملتا ہے، جن میں سے بعض کو سلطان کے باپ سبکتگین نے اور اکثر کو خود سلطان نے فتح کر کے اپنی سلطنت میں داخل کر لیا -

کو ایک قرار دیا ہے۔ بہر حال تیسری صدی ہجری کے شروع میں (معتصم المتوفی سنہ ۲۲۷ ھ کے عہد میں) یہاں مسلمان سوداگروں کی آبادی تھی (۱)۔

تنبلی

تنبلی نام بھی سندھ میں ایک مقام تھا، سنہ ۳۷۵ ھ میں یہاں بھی کچھ مسلمان آباد تھے (۲)۔

بوقان

بلاذری نے سندھ کے ایک مقام بوقان (یا بوکن) کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں یہاں کے باشندے سب مسلمان ہیں (۳)۔ اس کا زمانہ تیسری صدی ہجری کا اخیر ہے۔

قصدار

بعض لوگوں نے اس کا نام قذدار بھی لکھا ہے۔ سبکتگین غزنوی کے فتوحات میں اس شہر کا نام ملتان ہے (۴)۔ یہ ہندوستانی افغانی سرحد کے پاس واقع تھا، یہاں خارجی مسلمانوں کی آبادی تھی اور انہیں کی

(۱) بلاذری ص ۲۲۶ -

(۲) یشاری ص ۳۸۰ -

(۳) بلاذری ص ۳۲۵ -

(۴) طبقات ناصری ص ۷ (کلکتہ) -

تعداد دیکھ لاکھ تھی (۱) - بشاری (سنہ ۳۷۵ ھ) نے لکھا ہے کہ وہ اس کے آس پاس ایک سو گاؤں ہیں، تعداد زیادہ ہندوؤں کی ہے، سب لوگ بیوپاری اور سوداگر ہیں، ان کی زبان سندھی اور عربی ہے - یہاں کی آمدنی بہت ہے -

عسٹان

بلاذری نے اس کا مقام ملتان کشمیر اور کابل کے بیچ میں بتایا ہے جو شاید زیادہ صحیح نہ ہو، البتہ سندھ میں اس کے مسائل نام ملتے ہیں -

ڈاکٹر آرنلڈ کو بھی دعوت اسلام لکھتے وقت اس کا پتہ نہ مل سکا (۲) اور مولانا شبلی مرحوم کے ذریعہ سے اس کی تحقیقات بھی کی (۳) لیکن میرا قیاس ہے کہ اس نام کی اصلیت 'اسیوان' ہے جس کو سیوان بھی کہہ سکتے ہیں - اس نام کے شہر دہلی اور سندھ کے بیچ میں ہیں - فارسی تاریخوں میں بھی یہ نام آیا ہے (۴) - سیوان کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے، اور اب یہہ کراچی کے ضلع میں ہے - بعضوں نے سیوستان اور سیوان

(۱) تاریخ الخلفاء سیرطی مطبوعہ المکتبۃ صفحہ ۳۸۰ -

(۲) دعوت اسلام ص ۲۹۱ -

(۳) مکاتیب شبلی جلد دوم ص ۱۷ -

(۴) خزائن الفتوح امیر خسرو -

دہ قزدار طوران کا پایہ تخت ہے - یہہ ایک صحرا میں واقع ہے - اس کے دو حصے ہیں، دونوں کے بیچ میں ایک ترائی ہے جس میں پل نہیں، ایک میں سلطان کا محل ہے اور اسی میں قلعہ ہے - دوسرے حصہ کا نام بودین ہے، اس میں سوداگروں کے مکانات ہیں، اور یہہ حصہ نہایت صاف ستھرا ہے، شہر چھوٹا ہے مگر فائدہ مند ہے - خراسان، فارس، کرمان اور ادھر سے ہندوستان کے شہروں سے لوگ یہاں آیا کرتے ہیں، لیکن یہاں کا پانی اچھا نہیں..... پانی نہر سے پیا جاتا ہے“ (۱) -

فرض یہہ ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست تھی - سلطان محمود کے باپ امیر سبکتگین نے ہندوستان سے پہلے سرحدی ریاستوں کو مٹانا ضروری سمجھا، چنانچہ سنہ ۳۷۵ھ اور سنہ ۳۸۷ھ (جو سبکتگین کی تاریخ وفات ہے) کے بیچ کے کسی سنہ میں اس شہر پر قبضہ کیا اور وہاں کے مسلمان حاکم کو اپنا باجگذار بنایا (۲) -

(۱) بشاری کی احسن التقاسیم ص ۴۷۸ (لیڈن) -

(۲) تاریخ فرشتہ نوٹک شذر جلد ۱ ص ۱۹ -

ریاست بھی تھی - شاید چوتھی صدی کے وسط میں ایک معتزلی متکلم اور مناظر ابوالحسن علی بن لطیف جب یہاں پہنچے تو اس کو خارجیوں کی آبادی اور ریاست پایا - وہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں اس قدر امن و امان ہے کہ چوری کا نام و نشان بھی نہیں ہے ، لوگ گھروں میں قفل بھی نہیں لگاتے ، مسجد میں کوئی مسافر یوں ہی اپنا اسباب چھوڑ دے تو کوئی اس کا چھونے والا نہیں - یہاں ان کی ملاقات ایک مسلمان درزی سے ہوئی - شہر میں مسجد بھی تھی (۱) - بشاری نے اس کا موقع یہہ بتایا ہے کہ وہ بلوچستان کی بندرگاہ تیز سے ساحل پر مکران کی لمبائی میں ۱۲ منزل پر واقع ہے (۲) - ایک اور عرب جغرافیہ نویس کہتا ہے کہ وہ ملتان سے تقریباً ۲۰ منزل ہے (۳) -

ابن حوقل (سنہ ۳۶۷ھ) کہتا ہے قزدار ایک شہر ہے جس کے ساتھ چند قصبے اور دیہات ہیں اور یہاں کے حاکم کا نام معین بن احمد ہے لیکن خطبہ خلیفہ (بغداد) کے نام کا پڑھا جاتا ہے ، اور اس کا متحل باکزنان میں واقع تھا - بشاری مقدسی جو سنہ ۳۷۵ھ میں ادھر آیا تھا کہتا ہے :-

(۱) معجم البلدان یاقوت رومی ج ۷ ص ۷۸ (مصر) -

(۲) احسن التقاسیم ص ۳۸۵ -

(۳) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۲۹ -

ہو گیا جو دریائے سندھ پر واقع تھا اور ہندو شاہیہ
خاندان کا پایہ تخت تھا - (۱)

چوتھی صدی کے آخر میں (سنہ ۳۷۵ھ یعنی محمود
کے حملہ سے پندرہ سولہ برس پہلے) بشاری مقدسی بیان
کرتا ہے کہ وہ میں نے ابوالیثم نیشاپوری کے شاگردوں میں
سے ایک سے اور شیراز کے ایک عالم سے جو اس ملک کی
اچھی طرح سیاحت کرچکے تھے تحقیق کی تو معلوم
ہو کہ یہاں پایہ تخت کا نام ہے اور اس کے ماتحت شہر
ودھان، بتیر، نوج لوار، اور سمان کوچ وغیرہ ہیں۔ (۲) -

وہیند کے علاقہ میں بھی مسلمانوں کی آبادی خاصی
تھی یہاں تک کہ ان کی ریاست قائم تھی - ہندوؤں کا
راجہ الگ تھا اور مسلمانوں کا امیر الگ - باشندوں کی
غالب تعداد ہندو تھی - (۳)

قنوج

ہندوستان کے مشہور قنوج کو چھوڑ کر سندھ اور
پنجاب کی سرحد کے پاس بھی اس نام سے ایک علاقہ
آباد تھا جس کا عرب سیاحوں نے بکثرت ذکر کیا ہے -
یہاں بھی مسلمانوں کی آبادی تھی - سنہ ۳۰۰ھ کے بعد

The Early History of India, Vol. I. p. 345. (۱)

(۲) احسن التناہیم ص ۲۷۷ -

(۳) ایضاً ص ۲۸۵ مع حاشیہ -

طوران

ابن حوقل کے زمانہ میں (سنہ ۳۶۳ھ) یہہ ایک مستقل ریاست تھی، چنانچہ وہ کہتا ہے کہ مغربی سندھ میں طوران ہے جس پر بصرہ کا ایک باشندہ ابوالقاسم حکمران ہے جو خود ہی حاکم قاضی سپہ سالار سب کچھ ہے حالانکہ وہ تین اور دس میں فرق نہیں جانتا۔

ویہند

یہہ ہندوستان کا مشہور پرانا شہر ہے - غزنوی فتوحات کے سلسلہ میں اس کا بھی نام آتا ہے - سنہ ۳۹۳ھ میں پشاور کے بعد محمود نے اس پر قبضہ کیا (۱) - اس شہر میں بھی محمود سے پہلے ہی مسلمانوں کی آبادی تھی - بیرونی نے قانون مسعودی میں اس کے ذکر میں لکھا ہے کہ ”یہہ گلدھار کا پایہ تخت ہے اور یہہ وادی سندھ میں واقع ہے“ (۲) - ونسلٹ اے اسمتھ صاحب ”دنی ازلی ہسٹری آف انڈیا“ میں ارہند نام دارالسلطنت کو دریائے سندھ پر جگہ دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے سنہ ۲۵۶ھ میں کابل فتح کر لینے کے بعد وہاں کا دارالسلطنت ارہند کو منتقل

(۱) زین الاخبار گردیزی (مطبوعہ بولن) ص ۶۶ -

(۲) قدیم البلدان ابوالفدا ص ۳۵۷ (پیرس سنہ ۱۸۳۰ع) -

ہوا شہر ہے - لوگوں نے اس کا حال بیان کرنے میں بہت مبالغہ سے کام لیا ہے - کہتے ہیں اس میں صرف چوہریوں کے تین سو بازار ہیں اور اس کے راجہ کے قبضہ میں ڈھائی ہزار ہاتھی ہیں، اس میں سونے کی کانیں بھی ہیں۔“ -

ادریسی جس نے سسلی (اٹلی) میں بیٹھ کر سنہ ۵۳۸ ھ میں اپنا جغرافیہ لکھا ہے کہتا ہے کہ ”یہ بہت خود بصورت شہر ہے، تجارت کی منڈی ہے، اسی شہر کے نام سے یہاں کے راجہ کو بھی قنوج کہتے ہیں۔“ - ادریسی نے قنوج کی وسعت پنجاب بلکہ کشمیر تک بتائی ہے، مراکو کا جغرافیہ نویس ابن سعید مغربی (سنہ ۵۸۵ ھ) لکھتا ہے ”یہ شہر گنجا کے دونوں بازوؤں پر واقع ہے۔“ - (۱)

نیرون

سندھ کے ساحلی شہروں میں ایک شہر نیرون نام تھا، بعضوں نے غلطی سے اس کو بیرون پڑھا ہے اور ابوریحان بیرونی کو یہیں کا رہنے والا بتایا ہے (۲) - یہ دیبل اور منصورہ کے بیچ میں تھا اور منصورہ سے ۱۵ فرسنگ

(۱) تقویم البلدان ابوالفداء صفحہ ۳۶۰ (پیرس) -

(۲) تقویم البلدان ابوالفداء ص ۳۲۹ بھرالہ ابن سعید مغربی و تاریخ الطیبار

ابن ابی اصیبتہ جلد ۲ ص ۲۰ (مصر) -

یہہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا تھا، چنانچہ مسعودی نے (سنہ ۳۰۳ھ میں) جب اس کو دیکھا ہے تو وہ ملتان سے ملحق تھا اور اسلامی حکومت میں داخل تھا (۱)۔ بشاری اس کے ستر پچھتر برس کے بعد آیا ہے، اس وقت اس کی حیثیت خود مختار ریاست کی تھی، کہتا ہے کہ یہہ بڑا شہر ہے، اس کی چاروں طرف فصیل ہے، یہاں گوشت کثرت سے بکتا ہے، باغ بہت ہیں، پانی اچھا ہے، تجارت وسیع ہے، لوگ حسین ہیں، شہر پناہ کے اندر جامع مسجد ہے، مسلمانوں کی غذا گیہوں ہے، یہاں بڑے بڑے معززین اور علما رہتے ہیں (۲)۔ آگے چل کر کہتا ہے کہ یہاں کے باشندوں کی گویا غالب تعداد ہندو ہے لیکن مسلمانوں کا سلطان الگ ہے۔ (۳)

اودھ کے قنوج سے بھی عرب کے سیاح اور جغرافیہ نویس واقف تھے۔ مصر کا وزیر مہلبی (تقریباً سنہ ۳۸۶ھ) اپنے جغرافیہ کی کتاب عزیزى میں بیان کرتا ہے کہ وہ قنوج ہندوستان کے دورترین شہروں میں ہے، ملتان کے پورب سے ملتان اور قنوج کے بیچ میں دو سو بیاسی فرسنگ کی مسافت ہے اور وہ ہندوستان کا پایہ تخت اور سب سے

(۱) مسعودی جلد ۱ ص ۳۷۲ (پیرس)۔

(۲) احسن التقاسیم بشاری ص ۲۸۰۔

(۳) بشاری ج ۱ ص ۲۸۵۔

کشمیر

یہ وہ ملک ہے جس کی نسبت یہہ کہنا بجا ہے کہ اس کو مسلمان بادشاہوں کی تلواروں اور تدبیروں نے نہیں بلکہ مسلمان عالموں اور درویشوں کی تاثیروں نے فتح کیا - عرب جغرافیہ نویس اور سیاح اس کے پاس تک آئے مگر اس کے اندر نہیں گئے، انہوں نے اس کے راستہ کی دشواریوں کا ذکر کیا ہے، وہ سمندر سے لے کر کشمیر کے سلسلہ کوہستان تک سب کو سندھ ہی کہتے تھے - عربوں کے بعد سلطان محمود نے بھی اس کی چٹانوں سے سر تکرایا مگر کامیابی نہیں ہوئی - لیکن اسی زمانہ میں ہم یہاں مسلمان سوداگروں اور تاجروں کو آتے جاتے دیکھتے ہیں - سلطان محمود کی وفات کے تین سال بعد سنہ ۴۲۴ھ میں سلطان مسعود غزنوی نے اس پر حملہ کیا اور اہل شہر قلعہ بند ہو گئے تو اس وقت جو مسلمان تاجر وہاں تھے وہ بھی قلعہ میں مقید تھے - (۱)

تاریخ ہند کی اس مختصر خیالی سیر و سیاحت کے بعد ہم ناظرین سے رخصت ہوتے ہیں -

دور تھا - مصر کا وزیر مہلبی چوتھی صدی میں اپنے جغرافیہ میں لکھتا ہے کہ وہ یہاں کے باشندے مسلمان ہیں^۱ (۱) - الفنسٹن صاحب نے تاریخ ہند میں بتایا ہے کہ موجودہ شہر حیدرآباد (سندھ) ہی کا پرانا نام نیدرون ہے - (۲)

مکران

یہہ سندھ کی سرحد پر واقع ہے - ابن حوقل کے زمانہ میں یہاں کا عرب حاکم عیسیٰ بن معدان تھا، اس کی دارالامارۃ کا نام کنیر تھا جس کی وسعت ملتان سے آدھی تھی -

مشکی

اسی کے قریب ایک اور عرب ریاست تھی جس کا نام مشکی تھا اور جہاں کا حاکم ابن حوقل کے زمانہ میں مظاہر بن رجاہ نام تھا - یہہ ریاست اتنی بڑی تھی کہ تین دن میں اس کی مسافت طے ہوتی تھی اور یہاں خطبہ میں خلیفہ بغداد کا نام لیا جاتا تھا - سندھ کے ریگستانوں میں چلتے چلتے ہم اور آپ دونوں گھبرا گئے، تھوڑی دیر آئے ملک وہ جنت نظیر^۲ کی سیہر کریں کہ دماغ تروتازہ ہو -

(۱) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۴۹ -

(۲) تاریخ ہند الفنسٹن جلد دوم ص ۴۹۳ سنہ ۱۸۶۷ ع (علی گڑھ) -

ضمیمہ

کتاب کے ختم ہونے کے بعد بعض اور مفید باتیں ملیں
جن کا اضافہ مناسب معلوم ہوتا ہے -

۱ - سوپارہ

گجرات کے ایک مشہور پرانے شہر کا نام عربوں نے
سو بارہ لکھا ہے ، اصطخری (سنہ ۳۴۰ھ) ہندوستان کے
مشہور شہروں میں اس کا بھی ذکر کیا ہے ، اور اس کے بعد
بیت المقدس کے سیاح بشاری (سنہ ۳۷۰ھ) نے چوتھی صدی
ہجری کے آخر (دسویں صدی عیسوی کے آخر) میں اس کا
نام لیا ہے ، اور اس کی جگہ کہمبایت کے قریب بتائی ہے ،
اور دونوں میں چار مرحلوں کا فصل بتایا ہے ، اور کہتا
ہے کہ ”سوپارہ سمندر سے ایک فرسنگ (۸ میل) کی
دوری پر ہے“ - (احسن التقداسیم بشاری ص ۲۷۷ و ۲۸۶ ، لیڈن)

پچھلے سالوں میں گجرات میں جو پرانی یادگاروں کی
تحقیقات ہوئی ہے ، ان میں ایک سو بارہ نام کے شہر کا
بھی پتہ چلتا ہے ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ وہی
شہر ہے جس کا عرب سیاحوں نے اپنے زمانہ میں
ذکر کیا ہے -

خاتمہ

ان گذشتہ اوراق میں کوشش کی ہے کہ ہم اپنے
 ہمسفروں کو عرب و ہند اور اسلام و ہندوستان کے باہمی
 تعلقات کے وہ مناظر دکھائیں جو خیبر سے آنے والے مسلمان
 فاتحین سے پہلے یہاں جلوہ گر تھے - ان سے اندازہ ہوگا
 کہ ان فتوحات سے پہلے بھی اس ملک میں کہاں کہاں
 مسلمان آباد تھے اور ان کے تعلقات ہندوؤں کے ساتھ
 کیسے چند در چند اور گہرے تھے اور اسلام کا تعلق
 ہندوستان سے کتنا پرانا اور قدیم ہے -

ما قصہ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
 از ما بجز "حکایت مہر و وفا" مہرس

ہیں، اس کا خط وہ خط ہے جو دیوناگری اور دوسرے
ہندی حروف کی اصل ہے، اور جس کے متعلق یورپین محقق
ہوشیار کی رائے ہے کہ یہہ تجارتی آمد و رفت کی راہ سے
مسیح سے سات آٹھ سو برس پیشتر عراق سے ہندوستان
آیا تھا - (دیکھو کتاب میں) -

ڈاکٹر بھنڈارکر کہتے ہیں کہ بمبئی میں تھانہ کے
ضلع میں سوپارہ مشہور بندرگاہ تھا، جس کا نام مہابھارت
میں سورپا کا ہے اور بطلموسؒ نے اپنے جغرافیہ میں اس کا
نام سوپارہ لکھا ہے - یہہ ایک مقدس مقام اور اپارنتا کا
دارالحکومت تھا -

موجودہ سوپارہ گاؤں اُسی نام کے قدیم مشہور شہر کے
موقع پر آباد ہے - یہہ ایک خلیج کے بائیں کنارہ پر
واقع ہے جو خلیج بسین کے ریلوے پل اور دریائے وٹرنا کے
درمیان گھومتی نظر آتی ہے - پرانے سوپارہ میں اب بھی
پرانے عمارات اور مکانات کے نشانات باقی ہیں - یہاں ایک
رام کنڈ بھی ہے جو اُس کے تیرتھ ہونے کی دلیل ہے -

سنہ ۱۸۸۱ء میں جب سوپارہ کے یادگاری پتھر کا پتہ
لگا ہے اس گاؤں میں بمشکل چھ سو گھر تھے، جن میں
تقریباً دو ہزار آدمی رہتے تھے - ان میں برہمن، ہندوستانی،

۲ فروری سنہ ۱۹۳۰ء کے سنڈے بمبئی کرانیکل میں (ص ۳۱ و ۳۲) سوپارہ کی اٹری تحقیق پر ایک مضمون نکلا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :-

”آثار قدیمہ کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کا پتہ مگدھ دیس (بہار) کے مشہور راجہ اشوک کے زمانہ سے چلتا ہے۔ یہاں راجہ اشوک کا ایک یادگاری پتھر سنہ ۱۸۸۱ء میں ہمارے اٹری محققوں کو ملا ہے۔ سوپارہ اب بھی بی، بی، سی، آئی ریلوے کے ایک غیر معروف اسٹیشن کا نام ہے جو اپنے قریب کے اسی نام کے ایک گاؤں کے سبب سے رکھا گیا ہے۔ پلڈت بھگوان لال اندر جی (آنجہانی) نے یہاں اشوک کے سنگی کتبہ کا پتہ لکایا تھا۔ اب یہہ مقام بمبئی کے علاقہ میں بسیں سے جو سمندر ہی کے کنارے ہے تین چار میل اُتر، اور خاص شہر بمبئی سے تیس میل ہے۔

سنہ ۲۵۰ ق م میں یہہ مقام ہندوستان کے مشہور و پر رونق شہروں سے تھا، جس کے سبب سے یہہ اُن چند خوش قسمت شہروں میں منتخب ہوا جہاں راجہ اشوک نے اپنے یادگاری پتھر لکائے۔ سوپارہ والا پتھر یہاں سے اُٹھ کر پرنس آف ویلز میوزیم (مغربی ہند) میں رکھا گیا ہے۔ اس میں دس سطریں ہیں، پہلی چار سطریں مت گئی

۳—سندھ کے شاہانہ جوتے

کتاب کے ص ۷۷ میں کہمبایت کے جوتوں کا ذکر ہے ، جو منصورہ (سندھ) سے عراق کے عباسی پایۂ تخت بغداد میں جاتے تھے - ابھی حال میں امام احمد بن حنبل (المتوفی سنہ ۲۴۱ھ کی ایک مختصر کتاب الورع ایک سات سو برس کے قلمی نسخہ سے جو الجزائر (الجزیریا) میں ملا ہے ، سندھ ۱۳۲۰ھ میں مصر میں چھپا ہے ، یہ ثابت ہوتا ہے کہ سندھ کے جوتے اس قدر خوشنما اور بھڑکدار ہوتے تھے کہ ثقہ اور سنجیدہ لوگ ان کو پہننا پسند نہیں کرتے تھے ، اور وہ صرف شہزادوں کے پہننے کے قابل سمجھے جاتے تھے (۲) -

- (۱) الادب المفرد امام بخاری ، باب بیع الخادم ، ص ۳۵ ، مصر -
 (۲) کتاب الورع ابن حنبل ، باب لبس النعال السندیۃ ، ص ۱۰۱ ، مطبع سادات ، مصر -

عیسائی اور مسلمان باشندے ہیں - مسلمانوں میں عرب اور ایرانی ہیں جو سات صدی پیشتر سے تجارتی تعلق سے یہاں آباد ہوئے -

اس خلاصہ سے معلوم ہوگا کہ گجرات کے دوسرے ساحلی تجارتی شہروں کی طرح یہاں بھی مسلمان آباد تھے، اور انکر راجہ اشوک کے سنگی کتبہ، اور بطلمیوس کے جغرافیہ سے اس آبادی کا مسیح سے قہائی سو برس پہلے نشان ملتا ہے، تو مسلمان عرب سیاحوں کے بیان سے اُس کا مسیح سے ایک ہزار برس بعد بھی پتہ چلتا ہے -

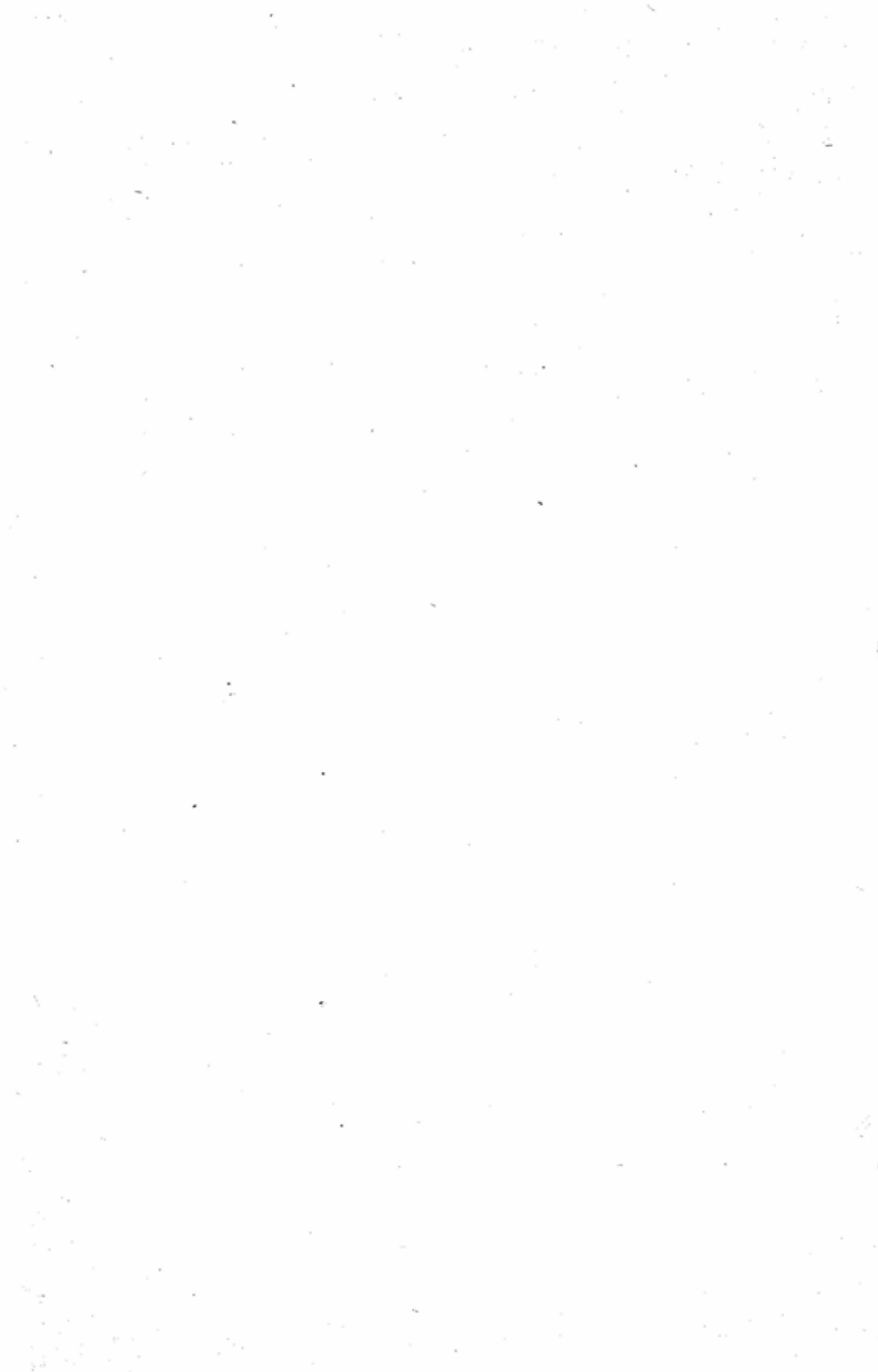
۲۔ جات طبیب عرب میں

اصل کتاب میں صحابہ کے زمانہ میں یعنی پہلی صدی ہجری، اور ساتویں صدی عیسوی میں جاتوں کے عراق اور عرب میں آباد ہونے کا ذکر آیا ہے (ص ۱۱)، مگر اس مقام پر اُن کے سپاہیانہ اوصاف لکھے گئے ہیں - مگر ایک نہایت مستند ذریعہ سے اُسی زمانہ میں اُن کے ایک علمی کارنامہ کا بھی نشان ملتا ہے - امام بخاری (المتوفی سنہ ۲۵۶ھ نے اپنی کتاب الادب المفرد میں صحابہ کے زمانہ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ بیمار پڑیں تو اُن کے بھتیجیوں نے ایک جات طبیب کو اُن کے علاج کے لئے بلایا (۱) -

صڪت نامه

ضروري لفظون کي تصحيح

صفحہ	سطر	غلط	صحيح
۲	۲۰	سیرطی	سیرطی
۳	۱۲	تھی	تھا .
۱۹	۹	باہر	یا ہر
۲۲	۵	ہندوستان	سدوسان
۲۴	۱۲	دی غوجی	دی خوی
۲۵	۱۷	سنہ ۱۸۴۵	سنہ ۱۸۱۱
۳۰	۲۱	ہندو	ہند
۳۸	۱	مزوج	مزوج
۴۲	۷	ارستہ	رستہ
۵۱	۶	رنگون	زنگیوں
۵۲	۲	کا	کي
۵۹	۱۲	چشہ	حبشہ
۶۵	۱	زیاد	زیاد
۶۵	۵	بیوپاروں	بیوپار کي چیزوں
۶۵	۸	سٹیانچ	سٹیانچ
۶۵	۱۰	واڈي	واڈی (?)
۶۸	۱۵	کا نام	کے نام
۷۷	۹	بلختي	بختی



صحنہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۷	۱۵	واہلیم	داہلیم
۱۹۸	۶، ۳	واہلیم	داہلیم
۱۹۸	۹	بید پانی	بید پانی
۱۷۸	۱۱	پانی ساسی دھانت	پانچ سی دھانت (سدھانت)
۱۹۷	۱۹	سیاھوں	سیاحوں
۱۹۷	۲۰	افرات	افراط
۲۰۲	۱۳	صیحجور	چیمور
۲۰۶	۲	ہاتھ	ہاتھ میں
۲۰۶	۱۷	اسنان	اشنان
۲۱۴	۲۲	آلبلا	آثار البلاد
۲۲۰	۸	لا اوریہ	لا اوریہ
۲۳۱	۱۱	بدوہ	بددہ
۲۴۳	۱	سلیمان	سلطان
۲۴۶	۱۹	(با بالا)	(یا بالا)
۲۵۲	۴	تریخ	تاریخ
۲۶۶	۲	چھونکو	چھونکوں
۲۷۲	۱۱	دیوان	دیوار
۲۷۳	۴	الحاء	الخصاء
۲۷۳	۷	دیوان	دیوار
۲۷۸	۱۱	ضداپور	صندا پور
۲۹۱	۱۶، ۱۷	ہے	تھا

صفحہ	سطر	قلم	صحیح
۸۰	۷	کو لا کر	کو کیا الاکر
۹۱	۱۸	اخضر	اخضر
۹۵	۱۰	الافاریہ	الافاریہ
۹۶	۱	والبیغنا	والبیغنا
۱۰۳	۷	ہو گئے	ہو کے
۱۰۶	۶	برمک	برمک
۱۰۶	۲۲	جزبہ	جذبہ
۱۱۱	۱۷	رہا	رہ
۱۲۵	۸	کا	کو
۱۲۹	۲۱	واضع	واضع
۱۳۱	۱۳	مکہ	ملکہ
۱۳۲	۱۲	جعفو	جعفر
۱۳۳	۲۰	طاشکری	طاشکری
۱۳۵	۱۳	اسی	انہیں
۱۳۵	۱۶، ۱۷	کی	...
۱۳۷	۱۰	ارجبند	ارجبند
۱۳۵	۵	زبر	زیر -
۱۳۵	۶	زیر	زبر
۱۳۷	۹، ۱۰	معتقد	معتقد
۱۳۷	۲۰	مولوئی	موسیولوئی
۱۵۹	۷	یا کھریا یا جھر	باکھر یا باجھر
۱۶۱	۱	طوفانی	طوفانی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۴۸	۳	وار	اور
۳۴۹	۱	مضورہ	منصورہ
۳۴۹	۲	متحد	محمود
۳۵۲	۱	ہو سکتے	سمجھ سکتے
۳۵۲	۲	مسلی	سلی
۳۵۲	۲	خاطمہ	خاتمہ
۳۵۲	۳	مسلطان	ملتان
۳۵۸	۲+	(سنہ ۴۴ ھ)	(سنہ ۴۴۴ ھ)
۳۵۹	۸	خبانی	جلانی
۳۵۹	۹	جو بصورت	خوبصورت
۳۵۹	۱+	سیاحوں	یہاں
۳۶۰	۱۸، ۹، ۲	دنار	ونار
۳۶۱	۲	دنار	ونار
۳۶۲	۱۱	ابا این ہمہ	با این ہمہ
۳۶۳	۱۳	ختیار	اختیار
۳۶۴	۹، ۸	اوج	اوج
۳۶۴	۹	یہہ	سید
۳۶۹	۸	تعریف	تحریف
۳۷۸	۲، ۹	دنار	ونار
۳۸۰	۸	ہوا	ہو
۳۸۰	۹	دنار	ونار
۳۸۵	۱۷	وہ	اونہوں نے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۲	۱	منگوز	منگلور
۲۹۶	۵	قلندریہ	قلندریہ
۳۰۰	۱۰	وامغانی	دامغانی
۳۰۱	۱۷	البشیر	السیہ
۳۰۳	۱۱	منصورہ	منصورہ
۳۱۰	۱۰	پسالی	سامی
۳۱۶	۱۵	کو	گو
۳۱۷	۱۸	ان تمامتر	انکو
۳۱۷	۱۹	میں	نہیں
۳۲۰	۱۶	رادہ	ارادہ
۳۲۰	۱۷	اراست	راست
۳۲۰	۱۹	س	اس
۳۲۱	۱۱	کر لے گا	کرے گا
۳۲۱	۱۷	گرویزی	گردیزی
۳۲۲	۱۱	گرویزی	گردیزی
۳۲۷	۱۴	گرویزی	گردیزی
۳۲۷	۱۹	الواضع	الوضع
۳۲۸	۱۲	کو	کا
۳۲۹	۲	سرخدوں	موحدوں
۳۳۸	۱۷	سیدیوں	میدیوں
۳۴۰	۸	بن والی خالد	بن خالد
۳۴۱	۱۱	ہجستان	سجستان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۹۰	۱	دعوت	دعویٰ
۳۹۲	۱	بشاری	بشاری
۳۹۳	۱۲	قذدار	قذدار
۳۹۷	۵	ابوالیشم	ابوالہیشم
۳۹۷	۸	یہند	ویہند
۳۹۷	۱۰	وہیہند	ویہند



CENTRAL ARCHAEOLOGICAL LIBRARY,
NEW DELHI

Borrower's Record.

Catalogue No. 901.0954(953)/Sul.
- 3027.

Author— Sulaiman Nadvi.

Title— Arab wa Hind ke taalluqat.

"A book that is shut is but a block"

CENTRAL ARCHAEOLOGICAL LIBRARY
GOVT. OF INDIA
Department of Archaeology
NEW DELHI.

Please help us to keep the book
clean and moving.

S. B., 148, N. DELHI.